ردِّ قادیانیّت

رسائل

شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

احتسابِ قادیانیّت

دوم

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان - فون : 514122

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	احتساب قادیانیت جلد دوم (۲)
مصنف	:	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	۴۴۰
قیمت	:	۱۵۰ روپے
مطبع	:	ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل	:	جون ۱۹۹۷ء
طبع دوم	:	جنوری ۲۰۰۲ء
طبع سوم	:	....
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۲

☆......	حرف آغاز	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱......	مسلک الختام فی ختم نبوت سید الانام ﷺ	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	۹
۲......	شرائط نبوت	// // //	۷۷
۳......	حضرات صوفیاء کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر مرزائیوں کا بہتان اور افتراء	// // //	۱۱۳
۴......	الاعلام بمعنی الکشف والوحی والالہام	// // //	۱۲۳
۵......	کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ المعروف حیات عیسیٰ علیہ السلام	// // //	۱۳۳
۶......	القول المحکم فی نزول ابن مریم علیہ السلام	// // //	۲۱۵
۷......	لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام	// // //	۲۵۷
۸......	اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف	// // //	۲۷۱
۹......	دعاوی مرزا	// // //	۲۸۷
۱۰......	احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان یعنی مسلمان کون اور کافر کون؟	// // //	۳۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء میں کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں پیدا ہوئے اور ۲۶؍جولائی ۱۹۷۴ء کولاہور میں واصل الی الحق ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون، اعلیٰ تعلیم مظاہرالعلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا ہی باعث صد افتخار ہے۔ چہ جائیکہ وہاں پر پڑھانے کا کسی کو شرف حاصل ہو جائے، حضرت مولانا کاندھلوی مرحوم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا، انہی کی سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ امینیہ دہلی، حیدرآباد دکن، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے مشہور عالم جامعات میں آپ شیخ التفسیر وشیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی قدرت نے تڑپ نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے زمانہ میں وہ خود، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد پر استاذ مکرم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لگادیا تھا اور موضوع بھی تقسیم فرمادیئے تھے۔ اس دور میں مختلف معروف زمانہ مناظروں میں بھی ان حضرات نے اپنے اکابر کی سرپرستی میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ کامیابی وکامرانی سے قدرت حق نے ان کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش وحکم پاکر فتنہ قادیانیت کے خلاف ایسے صف آراء ہوئے کہ آخری عمر تک برابر اس جہاد کو جاری رکھا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف جو رسائل وکتب تصنیف فرمائے، ان میں سے بعض تو بارہا شائع ہوئے اور بعض ایک آدھ بار چھپ کر نایاب ہوگئے اور اب تو تقریباً تمام کے بازار سے عنقاء ہیں۔

فقیر کی خواہش تھی کہ ان سب کو جمع کر کے ایک ''حسین گلدستہ'' کی شکل میں آنے والی نسل کے لئے محفوظ کردیا جائے تاکہ مصنف کا یہ فیض جاری رہے۔ مصنف مرحوم کا ذاتی کتب خانہ ومسودہ جات لاہور کے ایک دینی ادارہ میں محفوظ ہیں۔ فقیر وہاں پر حاضر ہوا کہ شاید کوئی غیر مطبوعہ مسودہ کی نشاندہی ہو جائے یا آپ کی کتابوں میں سے کوئی نایاب کتب دیکھنے کو مل جائیں۔ اس ادارہ کے بعض ذمہ دار حضرات نے بہت زیادہ کرم اور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔ لیکن ان کتابوں ومسودہ جات کو دیکھنے کے لئے کبھی ادھر کبھی ادھر کے صبر آزما مرحلے سے گزر کر جب اس کتب خانہ میں موجود شخصیت سے ملا تو بس ''زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن'' والا معاملہ پایا۔ بہت مایوسی ہوئی۔ بایں ہمہ بحمدہٖ تعالیٰ مجھے ننانوے فیصد یقین ہے کہ حضرت مرحوم نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جو کچھ تحریر فرمایا تھا، وہ

تمام کا تمام اس مجموعہ میں شامل ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر دفتر ملتان کو یہ شرف حاصل ہے کہ قدیم وجدید ردقادیانیت کی کتب کو شایان شان طریقہ پر شائع کرنے کا ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے جس پر جتنا رب کریم کا شکرادا کیا جائے کم ہے۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔ خاتم النّبیین (فارسی واردو ترجمہ) ’’ھدیۃ المھدین، ھدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتری ‘‘، رئیس قادیان، شہادۃ القرآن، کلمہ فضل رحمانی، مرزائی نامہ اور دیگر کتب کی اشاعت کے علاوہ ابھی حال ہی میں قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، از پروفیسر الیاس برنی مرحوم کا جدید حوالہ جات کی تخریج کر کے کمپیوٹر پر اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ مناظر اسلام مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ’’قادیانیت پر رسائل کا عرصہ ہوا، مجموعہ شائع کیا تھا۔ ابھی مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے ردقادیانیت پر رسائل کے مجموعہ کے حوالہ جات کی تخریج کر کے دوسری بار شائع کیا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل ومقالہ جات کے مجموعہ کی ’’تحفہ قادیانیت‘‘ کے نام سے تین (مکمل٦) جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور اب یہ مجموعہ پیش خدمت ہے۔ یوں تو حضرت کاندھلوی مرحوم کی شاید ہی کوئی تصنیف ہو جس میں قادیانیت کے خلاف کچھ نہ کچھ آپ نے تحریر نہ فرمایا ہو۔ لیکن اس عنوان پر مستقل آپ کے دس رسائل وکتب ہیں جن کے نام یہ ہیں:

ا...... ’’مسلک الختام فی ختم نبوت سید الانام ﷺ المعروف ختم نبوت‘‘

۲...... ’’شرائط نبوت‘‘

۳...... ’’حضرات صوفیاء کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر مرزائیوں کا بہتان وافتراء‘‘

۴...... ’’الاعلام بمعنی الکشف والوحی والالہام‘‘

۵...... ’’کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ المعروف حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘

۶...... ’’القول المحکم فی نزول ابن مریم علیہ السلام‘‘

۷...... ’’لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام‘‘

۸...... ’’اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف‘‘

۹...... ’’دعاوی مرزا‘‘

۱۰...... ’’احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان یعنی مسلمان کون ہے اور کافر کون؟‘‘

بحمدہٖ تعالیٰ یہ تمام کے تمام اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

حضرت مرحوم نے قادیانی کتب کے حوالہ جات نقل کرنے میں بعض جگہ کتاب کا نام درج فرمایا، صفحات کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ بعض جگہ حوالہ کا مفہوم نقل فرمادیا اور بعض جگہ ’’عیاں راچہ بیان‘‘ کے تحت حوالہ ہی نہیں دیا۔ بعض مقامات پر مختلف عبارتوں کے اقتباس نقل کردیئے جو بظاہر ایک کتاب کا حوالہ معلوم ہوتا تھا۔ (لیکن بحمدہٖ تعالیٰ ایک حوالہ بھی ایسا نہیں تھا جو موجود نہ ہو) اور اب اس عنوان پر کام کرنے والوں کو ایک نئی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ قادیانی کتب کے جدید ایڈیشنوں کے صفحات کا قدیم ایڈیشنوں کے صفحات سے زمین آسمان کا اتنا فرق ہے جتنا کفر مرزا اور اسلام کا۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان تمام

حوالہ جات کو لفظاً لفظاً پڑھ کر ان تمام متذکرہ امور کی تلافی کر دی جائے۔ اللہ رب العزت کے فضل و احسان سے ایسے ہو گیا ہے۔ اب یہ اس موضوع پر ایک بالکل کامل و مکمل دستاویز تیار ہو گئی ہے۔

تفسیر و حدیث اور دیگر دینی کتب کے حوالہ جات کو چیک کرنے کی فقیر میں نہ صلاحیت ہے اور نہ ہی حضرت مرحوم کے ان حوالہ جات کو چیک کرنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ قادیانی کتب کے حوالہ جات کی تلاش میں برادر عزیز مولانا قاضی احسان احمد (ٹوبہ ٹیک سنگھ) اور فوٹوسٹیٹ کرنے کے سلسلہ میں برادر عزیز قاری حفیظ اللہ نے معاونت کی۔ کتاب مکمل کر کے برادرم مکرم محمد متین خالد کو بھجوائی۔ حسب سابق آپ نے بھرپور محنت کر کے اس کے باقی ماندہ مراحل مکمل کئے۔ اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو جزائے خیر نصیب فرمائیں۔ آمین!

امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ العالی نے اس مجموعہ کو شائع کرنے کی نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اس پر بھرپور خوشی و انبساط کا اظہار بھی فرمایا۔ انہی اکابر کی دعاؤں سے یہ کام مکمل ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس حقیر محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین! بحرمة النبی الامیی الکریم!

طالب دعا: فقیر اللہ وسایا، ملتان

۲۴/شوال ۱۴۱۷ھ، مطابق ۴/مارچ ۱۹۹۷ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مسلک الختام

فی

ختم نبوت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

المعروف

ختم نبوت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولانا وشفیعنا وحبیبنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین. اما بعد!

بندۂ نابکار و گنہگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو للہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے کہ جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار کئے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النّبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس بارہ میں قبول نہیں کی گئی۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ مدعی نبوت قتل کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے اخیر زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل اور اس کی امت کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرامؓ کا ایک لشکر روانہ کیا۔ اس بارے میں نہ کسی نے تردد کیا اور نہ کسی نے یہ سوال کیا کہ مسیلمہ کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسیلمہ سے اس کی نبوت کے دلائل و براہین پوچھے اور نہ معجزات کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرامؓ کا لشکر مسیلمہ کذاب سے جہاد کے لئے یمامہ روانہ ہوا۔ اس مقابلہ اور معرکہ میں جو لوگ مسیلمہ کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تھے ان کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوانوں کی تھی جن میں سے اٹھائیس ہزار مارے گئے اور مسیلمہ بھی مارا گیا۔ باقی ماندہ لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ خالد بن ولیدؓ بہت سا مال غنیمت لے کر مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

یہاں ایک امر قابل غور ہے وہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے اس نازک وقت میں مدعی نبوت اوراس کی امت سے جہاد وقتال کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سے جہاد وقتال پر مقدم سمجھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا کفر یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے کفر سے بڑھا ہوا ہے۔ عام کفار سے صلح ہوسکتی ہے ان سے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ مگر مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہوسکتی ہے اور نہ اس سے کوئی جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت اگر آج کل جیسے سیاسی لوگ ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیتے کہ باہمی تفرقہ مناسب نہیں۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی امت کو ساتھ لے کر یہود اور نصاریٰ کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور کشمیری قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ فرعون مدعی الوہیت تھا اور الوہیت میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں۔ ادنیٰ عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کھاتا اور پیتا اور سوتا اور جاگتا اور ضروریات انسانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ خدا کہاں ہوسکتا ہے؟ مسیلمہ مدعی نبوت تھا اور انبیاء کرام جنس بشر سے تھے۔ اس لئے ظاہری بشریت کے اعتبار سے سچے نبی اور جھوٹے نبی میں التباس ہوسکتا ہے۔ اس لئے مدعی نبوت کا فتنہ مدعی الوہیت کے فتنہ سے کہیں اہم اور اعظم ہے اور ہر زمانہ میں خلفاء اور سلاطین اسلام کا یہی معمول رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسی وقت اس کا سر قلم کیا۔

اہل حق نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو سعی اور جدوجہد ممکن تھی اس میں دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ صدیق اکبرؓ کی طرح مدعی نبوت سے جہاد بالسیف والسنان تو ارباب حکومت کا کام ہے اور جہاد قلمی اور لسانی یہ علماء حق کا کام ہے۔ سوالحمدللہ! علماء نے اس جہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تقریر اور تحریر سے ہر طرح سے مدعی نبوت کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی اب دلی تمنائیں اور دعائیں یہ ہیں کہ اے پروردگار تو نے اپنی رحمت سے یہ اسلامی حکومت (پاکستان) عطاء فرمائی۔ اب ہم کو کوئی ایسا امیر عطاء فرما کہ جو ابوبکر صدیقؓ کی طرح پاکستان کو مسیلمہ قادیان اور اسود ہندی کے فتنہ سے پاک فرماوے۔ آمین ثم آمین!

کوئی امیر اس سنت کو زندہ تو کر کے دیکھے ان شاءاللہ! ابوبکرؓ کی طرح دنیا ہی میں اپنی آنکھوں سے عزت ہی عزت دیکھے گا اور آخرت کی عزتیں اس کے سوا ہیں جو وہم وگماں سے بھی بالا اور برتر ہیں۔

ختم نبوت کے موضوع پر علماء نے بہت سی مختصر اور مفصل کتابیں تحریر فرمائیں جس میں سب سے زیادہ مفصل اور جامع اور محکم کتاب مخدوم ومکرم، محبّ محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف ہے جس کے تین حصے ہیں:

(۱) ختم النبوۃ فی القرآن۔

(۲) ختم النبوۃ فی الحدیث۔

(۳) ختم النبوۃ فی الآثار۔

تمام مسلمانوں سے میری استدعا ہے کہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ نہایت جامع اور مفید کتاب ہے۔

ہر زمانہ میں علماء کا طریق رہا ہے کہ ایک ہی موضوع پر ہر عالم اپنے اپنے علم کے مطابق کتاب تالیف کرتا رہا اور ہر ایک نے بارگاہ خداوندی سے علیٰ حسب المراتب اجر حاصل کیا۔ حضرات اہل علم، متون حدیث اور شروح حدیث اور کتب تفاسیر پر ایک اجمالی نظر ڈالیں بلاشبہ سب کی سب۔

عبا راتنا شتّٰی و حسنک واحد و کل الیٰ ذاک الجمال یشیر

’’ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے۔ مگر ہر عبارت اس حسن وجمال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔‘‘ کا مصداق ہیں۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اس لئے اس ناچیز نے ارادہ کیا کہ جو جماعت اس وقت مدعی نبوت اور اس کی امت سے جہاد لسانی اور قلمی میں مصروف ہے اس ناچیز کا شکستہ قلم بھی اس جماعت کے ساتھ اسی میدان میں پہنچ جائے۔

مجاہدین کی معیت موجب صد خیر و برکت اور باعث نزول رحمت ہے۔ خصوصاً جب کہ یہ ناچیز نسباً والد محترم کی جانب سے صدیقی اور والدۂ مکرمہ کی جانب سے فاروقی ہے۔ اس لئے اس خیال نے اور بھی قلب کو ختم نبوت کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے جوش دلایا۔ حق تعالیٰ شانہ کی توفیق اور تیسیر کی دست گیری سے یہ ایک مختصر رسالہ لکھا جس میں ایک خاص التزام کیا وہ یہ کہ ختم نبوت کے دلائل میں آیات اور احادیث دونوں کو ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات قرآن کریم میں کسی شئے کی طرف اجمالی اشارہ ہوتا ہے جس

پر بسا اوقات تنبہ نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کی تفصیل ہوتی ہے۔اس لئے دلائل کے سلسلے میں پہلے آیت کو نقل کیا جس میں ختم نبوت کی طرف اجمالی اشارہ تھا اور اس کے بعد متصلاً حدیث شریف کو ذکر کیا جس میں اس اجمالی اشارہ کی توضیح اور تشریح تھی۔اب آیت اور حدیث کے یکجا ہو جانے سے اہل علم اور اہل فہم کو تنبہ ہو جائے گا کہ یہ آیت کس طرح ختم نبوت کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور نیز آیت اور حدیث کے یکجا ہونے سے ناظرین پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ حدیث کس طرح قرآن کریم کی تفسیر ہے۔حق جل شانہ کا ارشاد ہے:

''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ''﴿اور ہم نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے اس کی توضیح اور تفسیر فرمائیں۔﴾

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اگرچہ عرب کی زبان میں اترا لیکن رسول کے بیان کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ ہر کلام میں کچھ نہ کچھ اجمال ضرور ہوتا ہے۔اسی وجہ سے کتابوں کی شرح اور ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ضرورت ہوئی۔اس لئے حق تعالیٰ نے فقط کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ کے اتارنے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ انبیاء کے بیان اور تفسیر کو بھی ان کے ساتھ ملایا۔پس حضرات انبیاء علیہم السلام کتاب الٰہی کے مجملات کی تفصیل اور بیان میں حق تعالیٰ شانہ کے قائم مقام ہیں۔

(کذافی الیواقیت والجواہر ج۲ص۳۲، مبحث:۳۳)

لہٰذا آیت کی سب سے زیادہ مستند اور معتبر تفسیر وہی ہوگی جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہوگی یہ کیسے ممکن ہے کہ جس پر آیت کا نزول ہو وہ تو آیت کے معنی نہ سمجھے اور قادیان کا ایک دہقان کہ جو بدعقل اور بدفہم ہونے کے علاوہ عربی زبان سے بھی کما حقہ واقف نہ ہو، وہ آیت کا مطلب سمجھ جائے۔نبی عربی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آیت کا مطلب نہ سمجھیں اور متنبّی قادیان کے کوٹ پتلون والے صحابہ آیت کا صحیح مطلب سمجھ جائیں۔

حضرت الاستاذ مولانا الشاہ السید محمد انور قدس اللہ سرہ نے وفات سے چند روز پیشتر فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ خاتم النّبیین ﷺ کے نام سے تحریر فرمایا جس میں آیت خاتم النّبیین کی تفسیر فرمائی اور عجیب تفسیر فرمائی۔ناچیز نے اس رسالہ کے لطائف اور معارف اپنی اس تالیف میں لے لئے ہیں اور ''مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ''اس کا نام رکھا ہے۔حق تعالیٰ شانہ سے ملتجی ہوں

کہ وہ اس تالیف کو قبول فرمائے۔’’ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم. وتب علینا انک انت التواب الرحیم‘‘

دلیل اوّل

’’قال اللہ عزوجل، ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین. وکان اللہ بکل شئ علیما‘‘ ﴿محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور سب پیغمبروں کی مہر یعنی آخری نبی ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔﴾

شان نزول

زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ رسم چلی آتی تھی کہ متبنّیٰ یعنی منہ بولے بیٹے کو حقیقی اور نسبی بیٹے کے بمنزلہ سمجھتے تھے کہ جس طرح حقیقی بیٹے کے مرجانے یا طلاق دینے کے بعد باپ کے لئے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اسی طرح متبنّیٰ کے مرجانے یا اس کے طلاق دینے کے بعد متبنّیٰ کی بیوی سے باپ کے لئے نکاح حرام ہے۔

زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ جو اصل میں شریف النسب تھے۔ بچپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنا کر ان کو مکہ مکرمہ کے بازار میں فروخت کر گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور کچھ روز بعد آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ جب ہوشیار ہو گئے اور تجارتی سفر کے سلسلے میں اپنے وطن کے قریب سے گزرے تو بعض اقارب کو پتہ چلا بالآخر ان کے والد اور ان کے بھائی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاوضہ لے کر زید رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر خوشی سے تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میری جانب سے بالکل اجازت ہے۔ باپ اور چچا نے زید سے دریافت کیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ ﷺ سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ سبحان اللہ!

اسیرش نخواہد رہائی زبند شکارش نجوید خلاص از کمند

آپ ﷺ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور باپ سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنّیٰ بنا لیا۔ عرب کے

دستور کے مطابق تمام لوگ زید ﷺ کو، زید ؓ بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''**وما جعل ادعیاکم ابناء کم ذلک قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ**'' ﴿اورنہیں بنایا اللہ نے تمہارے لے پالکوں کوتمہارے بیٹے۔ یہ محض تمہاری بات ہے جو اپنے منہ سے کہتے ہو۔ اللہ ہی حق کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو اللہ کے نزدیک یہی ٹھیک انصاف ہے۔﴾

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ ؓ نے ان کو زید بن محمد کہنا چھوڑ دیا۔ زید بن حارثہ کہنے لگے۔ بعدازاں حضرت زید ؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے ہوا۔ مگر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی تو حضرت زید ؓ نے حضرت زینب ؓ کو طلاق دے دی۔ حضرت زید ؓ کے طلاق دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے بحکم خداوندی حضرت زینب ؓ سے نکاح فرمایا تاکہ جاہلیت کی رسم ٹوٹے اور لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ متبنّٰی کی بیویوں سے نکاح حلال ہے اور آئندہ کسی مسلمان کو اس میں کسی قسم کا انقباض خاطر نہ رہے۔

آپ ﷺ کا نکاح فرمانا تھا کہ جاہلوں اور منافقوں نے طعن شروع کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ''**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین. وکان اللہ بکل شیٔ علیما**''

جس میں ان کے طعن کا جواب دیا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی اور حقیقی باپ نہیں کہ وہ شخص آپ ﷺ کا نسبی اور صلبی بیٹا ہو اور اس کی بیوی سے آپ ﷺ کا نکاح حرام ہو اور قاسم اور طیب وطاہر اور ابراہیم بچپن میں ہی وفات پاگئے۔ ان کے بڑے ہونے کی نوبت نہیں آئی کہ ان کو ''رجل'' یعنی مرد کہا جاتا۔ اس لئے آیت شریفہ میں ''**رجالکم**'' فرمایا اور ''**من ذکرکم یا من ابناء کم یا من اولادکم**'' نہیں فرمایا۔ لہٰذا جب زید ؓ آپ ﷺ کے نسبی بیٹے نہ ہوئے تو ان کی مطلقہ سے بلاشبہ نکاح جائز ہوگا اور اس پر طعن کرنا سراسر نادانی ہوگی۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ نسبی حیثیت سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی حیثیت سے آپ ﷺ سب ہی کے باپ ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ اللہ

کے رسول ہیں اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جیسا کہ ایک قرأت میں ہے: ’’وازواجه امهاتهم وهواب لهم ‘‘اوراس اعتبار سے سب آپ ﷺ کے روحانی بیٹے ہیں اوراس روحانی ابوّت میں آپ تمام پیغمبروں سے بہتر وبرتر ہیں۔اس لئے کہ آپ ﷺ تمام نبیوں کی مہراور آخری پیغمبر ہیں۔قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ ہی کی روحانی ابوت کا دوردورہ رہے گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ آپ ﷺ کے بعداورکوئی نبی مبعوث ہو اورامت آپ ﷺ کے ظل عاطفت سے نکل کراس جدید نبی کی زیرابوت اور زیرتربیت آجائے۔ظاہری حیثیت سے اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی اور پہلے رسول ہیں۔مگرروحانی اورنورانی حیثیت سے آنحضرت ﷺ ہی سب سے پہلے نبی اورسب سے پہلے رسول ہیں۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کا نور پیدا ہوا۔آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر ہی تیار ہورہا تھا کہ روحانی طور پرآپ ﷺ نبی ہوچکے تھے۔غرضیکہ روحانی طور پرتو آپ ﷺ پہلے روحانی باپ ہیں اور ظاہری طور پرآپ ﷺ ہی تمام عالم کے لئے قیامت تک روحانی باپ ہیں اوراﷲتعالیٰ ہر چیز کی مصلحت کوخوب جانتا ہے جوحکم دیتا ہے وہ سراسر حکمت اور مصلحت ہی ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیرزمانے میں امتی ہونے کی حیثیت سے آئیں گےان کی آمد نبی ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگی۔تمام عمل درآمد شریعت محمدیہ ﷺ ہی پرہوگا۔شریعت عیسویہ پرعمل نہ ہوگا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت اس بات کی ہے کہ انبیاء کے تمام افرادواشخاص ختم ہوچکے۔اس لئے پہلے نبی کولانا پڑا۔اس آیت شریفہ کامقصوداس امرکا اعلان کرنا ہے کہ نبوت آپ ﷺ پرختم ہوگئی۔گزشتہ زمانہ میں یکے بعددیگرے انبیاء آتے رہےمگرآپ ﷺ کے بعدکوئی نبی نہ ہوگااورجس آخری نبی کی انبیاءکرام پیشین گوئی کرتے آئے اورلوگ اس آخری نبی ﷺ کے منتظررہےاس آیت میں اس کااعلان کردیا گیاکہ وہ آخری نبی ﷺ جس کا انتظارتھا وہ آچکا۔اب اس کے بعدکوئی نبی منتظرنہیں رہا۔یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا لوگوں کوانتظارتھا۔

قرآن کریم نے جابجا یکے بعددیگرے انبیاء کے آنے کی اورسلسلہ نبوت کے جاری رہنے کی اور یکے بعد دیگرے انبیاء ورسل کے آنے کی اطلاع دی ہے۔مگر آنحضرت ﷺ پرآکرختم نبوت کا اعلان فرمادیا۔اگرحضور ﷺ کے بعدبھی سلسلہ نبوت کا جاری ہوتا توختم نبوت کےاعلان کی بجائے بقاءنبوت کی اطلاع دی جاتی اوریہ بتلایا جاتا کہ

انبیاء سابقین کی طرح آپ ﷺ کے بعد بھی انبیاء ورسل آئیں گے بلکہ قرآن اور حدیث نے یہ اعلان کردیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت آخری امت ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ آپ ﷺ کسی کے جسمانی باپ نہیں بلکہ روحانی باپ ہیں اور روحانی باپ کسی ایک دو کے نہیں بلکہ تمام عالم کے روحانی باپ ہیں اور نکاح کی حلت وحرمت کا دارومدار جسمانی ابوت پر ہے۔ روحانی ابوت پر نہیں۔ روحانی ابوت پر عظمت وحرمت وشفقت وعنایت کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً استاذ اور پیر روحانی باپ ہیں اور شاگرد اور مرید روحانی بیٹا ہے۔ مگر نکاح کی حلت وحرمت کے احکام یہاں جاری نہیں ہوتے۔

آیت مذکورہ کے پہلے جملہ میں ابوت جسمانیہ کی نفی فرمائی اور دوسرے جملہ میں یعنی ''ولٰکن رسول اللہ'' میں ایک شبہ کا ازالہ فرمایا جو پہلے جملہ سے پیدا ہوتا تھا وہ یہ کہ ابوت کی نفی سے شفقت کی نفی کا شبہ ہوتا تھا کہ شاید جب ابوت منتفی ہوگئی تو شفقت پدری جو ابوت کا خاصہ لازمہ ہے۔ وہ بھی منتفی ہوجائے تو ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو تمہارے ساتھ جسمانی ابوت کا علاقہ نہیں لیکن علاقہ نبوت ورسالت ہے اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جو شفقت اور عنایت میں جسمانی باپ سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے اور چونکہ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے۔ اس لئے اثبات ابوت توریث نبوت کو موہم تھی۔ اس لئے شبہ کے ازالہ کے لئے وخاتم النّبیین کا لفظ بڑھایا کہ امت اگرچہ آپ ﷺ کی روحانی اولاد ہے۔ مگر منصب نبوت کی وارث نہ ہوگی۔ منصب نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگیا۔ امت میں کوئی شخص بھی قیامت تک اس منصب کا وارث نہ ہوگا۔ البتہ امت کے علماء وصلحاء کمالات نبوت کے وارث ہوں گے۔ مگر منصب نبوت کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ نبوت اور رسالت ختم ہوچکی، قیامت تک یہ منصب کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ یا یوں کہو کہ آپ ﷺ کی کمال شفقت بیان کرنے کے لئے یہ لفظ بڑھایا گیا کہ ہر نبی اپنی امت پر شفیق اور مہربان ہوتا ہے۔ مگر آپ ﷺ شفقت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے کہ گزشتہ انبیاء کرام کو یہ توقع تھی کہ ہم سے اگر کوئی چیز رہ جائے گی تو بعد میں آنے والے نبی اس کی تکمیل کردیں گے۔ مگر آخری نبی کو یہ توقع نہیں ہوسکتی اس لئے وہ اپنی امت کو وعظ اور نصیحت اور ارشاد اور تلقین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے

گا۔آپ ﷺ کی مثال اس باپ کی سی ہے کہ جس کی اولاد کے لئے اس کے بعد کوئی نگراں اورخبر گیراں نہ ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو امت کے لئے ایسی کامل اورمکمل شریعت چھوڑی کہ اب اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی اس لئے کہ جب آپ ﷺ کی شریعت موجود ہے تو گویا آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس موجود ہیں اور حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے نبوت کا دعویٰ بے حیائی اورڈھٹائی ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر

آیت مذکورہ کواچھی طرح سمجھنے کے لئے چندامور کاسمجھنا ضروری ہے۔ایک خاتم کے معنی، دوم نبی اوررسول میں فرق،سوم النّبیین میں الف لام کس قسم کا ہے؟

امراوّل

خاتم بالفتح اور خاتم بالکسر متعدد معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔نگینہ، انگشتری، مہر، آخرقوم،لیکن ائمہ لغت نے اور علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ خاتم جب کسی قسم یا جماعت کی طرف مضاف ہوگا تواس کے معنی صرف آخراورختم کرنے والے کے ہوں گے۔ لہٰذا آیت مذکورہ میں چونکہ خاتم کی اضافت النّبیین کی طرف ہورہی ہےاس لئے اس کے معنی آخرالنّبیین اورتمام نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہوں گے۔

اورخاتم کا مادہ ختم ہے۔جس کے معنی ختم کرنے اورمہر لگانے کے آتے ہیں اور مہرلگانے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی شئے کواس طرح بند کیا جائے کہ اندرکی چیز باہر نہ آسکے اورباہرکی چیزاندرنہ جاسکے۔’’کما قال تعالیٰ، ختم اللہ علی قلوبھم ‘‘اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پرمہرلگادی کہ کفراندر بند ہوگیا کہ اب اندر سے باہرنہیں نکل سکتا اور باہر سے کوئی ہدایت اندرنہیں جاسکتی اورمہر چونکہ سب سے اخیر میں لگتی ہےاس لئے یہ لفظ اختتام اور انتہاء پردلالت کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔’’کما قال تعالیٰ، یسقون من رحیق مختوم ختامه مسک ‘‘یعنی اہل جنت کوجوشراب دی جائے گی وہ سربمہرہوگی کہ اندرکی خوشبواورلطافت باہرنہیں آسکے گی اور باہرسے کوئی چیزاس کے اندرنہیں ہوسکے گی کہ اس کی لطافت میں کمی آجائے۔متنبّی کہتا ہے:

اروح وقد ختمت علٰی فوادی بحبک ان یحل به سواکا

میں اس حال میں چلتا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی ایسی مہر لگادی ہے کہ اندر سے تو تیری محبت باہر نہیں نکل سکتی اور باہر سے کسی اور کی محبت اندر داخل نہیں ہوسکتی۔ اس آیت میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک خاتم بالکسر کی اور ایک خاتم بالفتح کی۔ فرق اتنا ہے کہ خاتم بالکسر صیغہ اسم فاعل ہے۔ بمعنی ختم کرنے والا اور خاتم بالفتح اسم سے بمعنی آخر اور مہر، اور حاصل دونوں قرأتوں کا ایک ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کا وجود باجود انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنے والا اور سلسلۂ نبوت پر مہر کرنے والا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوسکتا اور آپ ﷺ سے پہلے جو سلسلہ نبوت میں داخل ہو چکا وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا۔ جاننا چاہئے کہ ختم کا مفہوم، قبل کے امتداد کو مقتضی ہے اور لفظ انقطاع عام ہے اس میں ماقبل کا امتداد شرط نہیں اس لئے خاتم کی اضافت اشخاص کی طرف مناسب ہوئی اور انقطاع کی اسناد وصف نبوت ورسالت کی طرف مناسب ہوئی اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ ختم کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہوتا ہے تو آپ ﷺ کی خاتمیت کا تعلق انبیاء سابقین کے ساتھ ہوگا نہ کہ انبیاء لاحقین کے ساتھ۔ اس لئے آپ ﷺ کی سیادت کا ظہور لیلۃ المعراج میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجتماع کے بعد ہوا اور اسی طرح قیامت کے دن آپ ﷺ کی سیادت اور خاتمیت کا ظہور اس طرح ہوگا کہ تمام اوّلین وآخرین جمع ہوں گے اور سلسلہ شفاعت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر منتہی اور ختم ہوگا۔ شب معراج اور روز قیامت میں انہیں انبیاء کا ذکر ہے جو آپ ﷺ سے پہلے مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ کے بعد مبعوث ہونے والے نبی کا کہیں نام ونشان نہیں۔

’’قال ابن عباس رضی اللہ عنہ یرید لو لم اختم النّبیین لجعلت له ابنا یکون بعده نبیا وروی عن عطاء ان اللہ لما حکم ان لا نبی بعده لم یعطه ولدا ذکر یصیر رجلا (کذافی المعالم)‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں آپ ﷺ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم نہ کرتا تو آپ ﷺ کو بیٹا عطاء کرتا کہ جو آپ ﷺ کے بعد نبی ہوتا۔ عطاء سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ فرمادیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو آپ ﷺ کو کوئی ایسا لڑکا نہیں دیا جو آئندہ چل کر مرد بنے۔

امر دوم

نبی اور رسول میں فرق

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔ اصطلاح شریعت میں رسول اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے جدید کتاب یا جدید شریعت لے کر آیا ہو اور نبی وہ ہے جو بذریعہ وحی احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا ہو۔ نبی کے لئے جدید کتاب اور جدید شریعت کا ہونا شرط نہیں۔ ''**کما قال اللہ تعالیٰ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون**'' یہ آیت انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں اتری کہ جو توریت اور شریعت موسویہ کے مطابق حکم دیتے تھے۔ نبی تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی مستقل کتاب تھی اور نہ مستقل شریعت۔ خلاصہ یہ کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے اور آیت میں لفظ خاتم النّبیین کا ہے خاتم المرسلین کا نہیں۔ حالانکہ ظاہر کلام کا مقتضی یہ تھا کہ خاتم المرسلین فرماتے اس لئے کہ: ''**ولٰکن رسول اللہ**'' کے بعد ''**وخاتم المرسلین**'' بظاہر زیادہ مناسب تھا، لیکن بجائے لفظ خاص (یعنی بجائے رسول) کے لفظ عام استعمال فرمایا۔ یعنی ''**خاتم النبیین**'' فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ مطلقاً تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ ﷺ پر مطلقاً نبوت ختم ہوگئی۔ مستقلہ ہو یا غیر مستقلہ، تشریعیہ ہو یا غیر تشریعیہ اور جب نبوت ختم ہوگئی تو رسالت کا ختم ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہوگیا۔ اس لئے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

امر سوم

النبیین میں الف لام استغراق کا ہے۔ اس لئے کہ علماء عربیت کی تصریح ہے کہ جو الف لام جمع پر داخل ہو وہ استغراق کے لئے ہوتا ہے۔

(**کما قال ابوالبقاء فی کلیاتہ ص ۵۶۲**) ''**قال عامۃ اھل الاصول والعربیۃ لام العریف سواء دخلت علی المفرد اوالجمع تفید الاستغراق الّا اذا کان معھودا**'' جمہور علماء اصول اور علماء عربیت یہ کہتے ہیں کہ الف لام تعریف کا خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر مفید استغراق ہوتا ہے۔ الّا یہ کہ کوئی خاص معہود اور معین مراد ہو۔

اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے ذرا بھی عقل سے حصہ عطاء فرمایا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ النّبیین میں الف لام عہد کا نہیں ہوسکتا ورنہ یہ معنی ہوں گے کہ حضور پرنور ﷺ مخصوص اور معہود نبیوں کے خاتم ہیں۔ تمام انبیاء کے خاتم نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اس میں آنحضرت ﷺ کی کوئی شان امتیازی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس معنی کے لحاظ سے تو ہر نبی کو کسی خاص قوم اور خاص خطہ کے اعتبار سے خاتم النّبیین کہہ سکتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کی کیا خصوصیت رہی؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ استغراق عرفی مراد ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ اصل استغراق میں استغراق حقیقی ہے اور استغراق عرفی مجاز ہے۔ حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اشکال سابق پھر عود کر آئے گا اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ النّبیین میں الف لام استغراق کا ہے اور استغراق سے استغراق حقیقی مراد ہے تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ آپ ﷺ نبوت کے تمام افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں۔ خواہ وہ مستقل نبی ہوں یا کسی کے تابع ہوں اور آپ ﷺ حقیقتاً تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت ہوگی کسی قسم کا کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اب اس آیت سے ہر قسم کی نبوت کا اختتام معلوم ہوگیا اور اس احتمال کی گنجائش نہیں رہی کہ آپ ﷺ صرف نبوت مستقلہ کے خاتم ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن کریم سے

خاتم النّبیین کے جو معنی ہم نے بیان کئے یعنی آخر النّبیین کے، تمام ائمہ لغت اور علماء عربیت اور تمام علماء شریعت عہد نبوت سے لے کر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے ہیں۔ ان شاءاللہ! ثم ان شاءاللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملے گا۔ اب ہم مزید توضیح کے لئے اس آیت کی ایک دوسری قرأت پیش کرتے ہیں جس سے اور مزید وضاحت ہوجائے گی۔ وہ قرأت یہ ہے: ’’ولٰکن نبیا ختم النّبیین‘‘ لیکن آپ ﷺ ایسے نبی ہیں جنہوں نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

یہ قرأت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے جو تمام تفاسیر معتبرہ میں منقول ہے۔ اس قرأت سے وہ تمام تاویلات اور تحریفات بھی ختم ہو جاتی ہیں جو مرزائی جماعت نے خاتم النّبیین کے لفظ میں کی ہیں اور ان شاءاللہ تعالیٰ ہم عنقریب ان تاویلات کا ذکر کر کے ان کا جواب دیں گے۔

اور جس طرح آیت شریفہ میں دو قسم کی قرأتیں ہیں، اسی طرح احادیث میں دو قسم کی روایتیں ہیں۔ بعض روایات میں خاتم النّبیین کا لفظ آیا ہے اور بعض روایات میں ختم بی النبیون اور ختم بی الانبیاء بصیغہ ماضی معروف اور مجہول آیا ہے جس کے صاف اور صریح معنے ختم کرنے کے ہیں۔ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حدیث شریف اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہ سے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انه سيكون في امتي كذابون ثلثون كلّهم يزعم انه نبي وانا خاتم النّبيين لا نبي بعدي (رواه مسلم)'' ﴿تحقیق میری امت میں تیس بڑے بڑے کذاب اور دجال ظاہر ہوں گے ہر ایک کا زعم یہ ہوگا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

اس حدیث میں غور کرنے سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل: یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اس امر کی پیشین گوئی فرمائی کہ آپ ﷺ کے بعد صرف جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے۔ کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی۔ اگر کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو یوں ارشاد فرماتے کہ میرے بعد نبی بھی آئیں گے اور دجال وکذاب بھی۔ دیکھو اگر نبی ہو تو اس کی اطاعت کرنا اور جو کذاب ودجال ہو اس سے پرہیز کرنا۔ آنحضرت ﷺ کا امت کو مطلقاً صرف یہ ہدایت فرمانا کہ دیکھو جو شخص بھی میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے بے تأمل اس کو کذاب ودجال سمجھنا۔ یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی۔

دوم: یہ کہ وہ جھوٹے مدعی امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے۔ جیسا کہ ''سيكون في امتي كذابون'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جھوٹے نبی، لوگوں کو میری نسبت سے دھوکہ دیں گے۔ اس لئے کہ اگر علی الاعلان آپ ﷺ سے اپنی نسبت اور تعلق کے انقطاع کا اعلان کریں تو پھر کوئی ان کے دھوکہ میں نہ آئے۔ آپ ﷺ کی طرف اپنی نسبت کریں گے اور پھر اس دھوکہ سے لوگوں کو اپنی نبوت کی دعوت دیں گے۔

سوم: یہ کہ آپ نے ان جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ معلوم ہوا کہ دجال اور کذاب ہونے کے لئے فقط دعویٰ نبوت کافی ہے۔ کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

حکایت

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی نبوت پر دلائل پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ جو شخص اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے گا وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ وہ ارشاد نبوی: ''**لا نبی بعدی**'' کا منکر اور مکذب ہے۔

چہارم: یہ کہ جملہ ''**لا نبی بعدی**'' جملہ ''**انا خاتم النبیین**'' کی تفسیر ہے اور لا نفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے اور جنس نبی کا کوئی فرد بھی میرے بعد مستحق نہ ہوگا اور چونکہ نبی عام ہے کہ خواہ صاحب شریعت ہو یا کسی کا تابع ہو اور رسول خاص ہے۔ اس لئے ''**لا نبی بعدی**'' میں مطلق نبی کی نفی فرمادی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ کیونکہ یہ تو مطلق نبی کی قسمیں ہیں اور جب سرے سے مقسم ہی نہ رہا تو قسمیں کہاں متحقق ہوسکتی ہیں۔ اقسام کا بدون مقسم کے اور افراد کا بدون کلی کے پایا جانا عقلاً محال ہے۔

پنجم: یہ کہ اس حدیث سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں اور یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ انبیاء کی مہر یا زینت ہیں۔ اس لئے کہ حدیث کا یہ جملہ آپ ﷺ نے مدعیان نبوت کے جھوٹے ہونے کی دلیل میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے ان کا دعویٰ نبوت ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ پس اگر خاتم النبیین کے معنی مہر اور زینت کے لئے جائیں تو ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل کیسے ہوگی۔ بلکہ حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے اور حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں۔ میری مہر سے نبی بنیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اور جملہ ''**لا نبی بعدی**'' کے صریح متناقض اور منافی ہیں بلکہ انا خاتم النبیین کے بعد لا نبی بعدی کا اضافہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ خاتم کے معنی مہر کے نہیں بلکہ آخر کے ہیں اور اسی

طرح مسند احمد اور معجم طبرانی میں حذیفہ بن الیمان ﷺ سے مرفوعاً یہ الفاظ مروی ہیں: ''انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ''میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔

اس روایت میں بھی خاتم النّبیین کے بعد جملہ لا نبی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولی کے لئے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو۔ عطف بیان چاہتا ہے کمال اتحاد کو، اور کمال وحدت اور مغائرت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایک اور حدیث لیجئے جس سے اس آیت کی تفسیر ہوتی ہے۔

''عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ مثلی ومثل الانبياء كمثل قصر احسن بنيانه ترك منه موضع لبنة فطاف به النظّار يتعجبون من حسن بنيانه الا موضع تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنيان وختم بی الرسل وفی الرواية فانا اللبنة وانا خاتم النّبيين. متفق عليه. مشكوٰة شريف. باب فضائل سيد المرسلين صلوة الله وسلامه عليه ''ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ تعجب سے اس محل کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی؟ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پر کر دیا ہے اور وہ عمارت مجھ پر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

ہر چیز کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہاء اسی طرح عمارت نبوت کی بھی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء۔ اس عمارت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور خاتم الانبیاء ﷺ پر یہ عمارت ختم ہوئی۔ قصر نبوت کی تکمیل کے لئے ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی۔ آپ ﷺ کی ذات بہ برکات نے اس جگہ کو پورا کر دیا اور قصر نبوت کی عمارت بالکل مکمل ہوگئی۔ اب اس میں کسی اینٹ کی جگہ باقی نہیں کہ اس میں کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کی اینٹ داخل ہو سکے۔ مرزا قادیانی قصر نبوت میں اپنی ایک اینٹ داخل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہاں کوئی جگہ نہیں۔ لہٰذا وہ اینٹ چونکہ قصر نبوت کا جزء نہیں بن سکتی۔ اس لئے اس کو کہیں ادھر

ادھر پھینک دیا جائے گا۔ ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ جب آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے قصر نبوت میں کسی قسم کی گنجائش نہ نکل سکی۔ مسیلمۃ الہند اور اسود قادیان کے لئے کہاں جگہ نکل سکتی ہے۔ البتہ کفر اور دجل کی عمارت میں اس قسم کی اینٹ کونے کا سرا ہو سکتی ہے۔

ناظرین کرام پر مخفی نہیں کہ حدیث مذکور کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قصر نبوت کی عمارت کو ختم کر دیا مگر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ کہیں ابھی قصر نبوت کی عمارت ناتمام ہے اور بہت سی اینٹوں کی اس میں گنجائش ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ خاتم النّبیین کے معنی تو آخر النّبیین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے۔ ''فمن شأ فلیؤمن ومن شاء فلیکفر'' الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شک باقی رہے تو پھر میں وہی عرض کروں گا جو حضرت الاستاذ مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر (آمین) نے اپنے فارسی رسالہ خاتم النّبیین ص۶۴ میں تحریر فرمایا ہے:

از حال ایں مخذولاں چناں معلوم می شود کہ اگر حق تعالیٰ سوگند خورد کہ مراد من ایں است کہ من بعد ار ہیچ گونہ کدام نبی خواہم فرستاد۔ گفتند کہ ہاں ہاں لفظ ہمین است کہ تو گفتی لیکن مراد تو اینست کہ ایں سلسلہ را جاری داری بطریق۔

(ترجمہ) ان بدنصیب اور محروم القمست لوگوں کے حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ بھی قسم کھا کر فرمائیں کہ خاتم النّبیین سے میری مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجوں گا تو یہ بدنصیب جواب میں کہیں گے کہ ہاں ہاں یہ لفظ (خاتم النّبیین) کا تو درست ہے۔ مگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ سلسلہ نبوت فلاں طریق سے اب جاری رکھیں گے۔

مرزائی مفسر کا اعتراف واقرار

محمد علی لاہوری مرزائی نے اپنی تفسیر میں اس امر کا صاف اعتراف کیا ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ آیت: ''خاتم النبیین'' کی تفسیر ہیں۔

چنانچہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ’’اور خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتم اور خاتم سے مراد ان میں اسے آخری ہونا ہے۔‘‘ **ختام القوم وخاتمهم وخاتمهم آخرهم** ’’اور خاتم اور خاتم ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں اور خاتم النّبیین اور خاتم النّبیین کے معنی ہیں۔ آخری نبی (ل) اور آپ ﷺ کو خاتم النّبیین کہا۔ اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا۔ (غ) خاتم النّبیین کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قسم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔ یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں خاتم النّبیین کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اوّل جس میں لفظ خاتم النّبیین کی تفسیر زبان نبوی سے مروی ہے۔ متفق علیہ ہے: ’’**مثلی ومثل الانبیاء كمثل رجل بنى بيتاً فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فعجل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبيين** ‘‘یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا اور خوبصورت بنایا۔ سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی۔ سو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔

اور دوسری حدیث متفق علیہ میں لفظ خاتم النّبیین کی تفسیر یوں کی ہے۔ ’’**انه سيكون فی امتی ثلثون كذابون كلهم يزعم انه نبی وانا خاتم النبيين لا نبی بعدی** ‘‘یعنی میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ہر ایک ان سے دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث میں جو مسلم، ترمذی، نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دے گئی ہے جن میں چھٹی یہ ہے کہ ’’**ختم بی النبیون** ‘‘یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں۔ وہاں بجائے خاتم النّبیین کے یہ لفظ رکھ کر

بتادیا کہ خاتم النّبیین سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔ وہ احادیث جن میں آپ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت خاتم النّبیین کی تفسیر ہی ہیں۔ بہت سی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا۔لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا بلکہ خلفاء ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ ’’انا العاقب والعاقب لیس بعدہ نبی‘‘ اور ایک میں ہے کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی اور دس حدیثوں میں ہے: ’’لا نبی بعدی‘‘ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایسی حدیثیں جن میں آپ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔ اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے سے انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔‘‘ (انتہی کلامہ ج۲ ص۱۱۰۳، طبع چہارم)

مرزائی مفسر سے ایک استفسار

مرزائی مفسر نے اخیر میں اس امر کا صاف اقرار کیا ہے کہ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار اصول دین کا انکار ہے اور ظاہر ہے کہ اصول دین کا انکار صریح کفر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزاقادیانی ان آیات بینات اور اصول دینی کے منکر تھے یا نہیں؟ مرزاقادیانی کی بے شمار عبارات سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مرزاقادیانی نبوت کے مدعی تھے اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منکر تھے تو مرزاقادیانی اس اصول دینی کے انکار کی بناء پر کافر ہوئے یا نہیں؟ نیز مرزابشیرالدین محمود صاحب جو ختم نبوت کے منکر ہیں وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو باوجود اصول دین کے انکار کے کیوں کافر نہیں اور اگر کافر ہیں تو ان کی تکفیر کا اعلان ضروری ہے۔ تاکہ عوام کو اشتباہ نہ رہے؟

نیز جو مسلمان حضور اکرم ﷺ کو خاتم النّبیین سمجھتے ہیں اور مرزاقادیانی کو بھی نہیں مانتے ان کو تو آپ کافر سمجھتے ہیں اور جو لوگ مرزاقادیانی کو نبی مانتے ہیں اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ختم نبوت پر مرزا قادیانی کی تصریحات

اب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دعویٰ نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی ختم نبوت کے قائل تھے اور خاتم النّبیین کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ جو اب تک تمام امت نے سمجھے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا۔

(حمامتہ البشریٰ ص۶۶،۶۷، خزائن ج۷ ص۲۰۰) میں آیت: ’’ماکان محمد ابا احد‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النّبیین ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ کے بعد وحی کا انقطاع ہوچکا ہے اور نبی آپ ﷺ کے ساتھ ختم ہوچکے ہیں۔‘‘

اور (ازالہ اوہام ص۵۲۲، خزائن ج۳ ص۳۸۰) پر لکھتے ہیں کہ: ’’مسیح کیوں کر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النّبیین کی دیواریں اس کو آنے سے روکتی ہے۔‘‘

اور پھر اسی (ازالہ اوہام ص۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۷) پر لکھتے ہیں: ’’لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔‘‘

اور (حمامتہ البشریٰ ص۹۶، خزائن ج۷ ص۲۹۷) پر لکھتے ہیں: ’’وماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جاملوں۔‘‘

اور (ازالہ اوہام ص۳۱۰، خزائن ج۳ ص۵۱۱) پر لکھتے ہیں: ’’قرآن کریم بعد خاتم النّبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔‘‘

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم خاتم النّبیین کے بعد نہ کسی نئے نبی کا آنا جائز رکھتا ہے اور نہ کسی پرانے نبی کا۔ پس اگر مرزا قادیانی نئے نبی ہیں تو تب نہیں

آ سکتے اور اگر پرانے نبی ہیں تو تب بھی نہیں آ سکتے۔ خود مرزا قادیانی کے اقرار سے دروازہ بند ہے۔

(حمامتہ البشریٰ ص۳۴، خزائن ج۷ ص۲۰۰) میں لکھتے ہیں: ’’**واما ذکر نزول عیسیٰ ابن مریم فما کان لمؤمن ان یحمل ھذا الاسم المذکور فی الاحادیث علی ظاھر معناہ لانہ یخالف قول اللہ عزوجل (ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین) الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثنا وفسرہ نبینا ﷺ فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظھور نبی بعد نبینا لجوزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلف...... وکیف یجی نبی بعد رسولنا ﷺ وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النّبیین انعتقد بان عیسیٰ الذی انزل علیہ الانجیل ھو خاتم الانبیاء لا رسولنا ﷺ انعتقد ان ابن مریم یاتی وینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضا**‘‘ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو حدیث میں آیا ہے ظاہری معنی پر محمول کرے۔ کیونکہ آیت: ’’**ماکان محمد ابا احد...... الخ**‘‘ کے خلاف ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم النّبیین کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا: ’’**لا نبی بعدی**‘‘ جو سمجھنے والوں کے لئے واضح بیان ہے۔ اگر ہم جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بند ہونے کے بعد کھل جائے اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے۔ حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں اور وہی خاتم الانبیاء بنیں نہ ہمارے رسول ﷺ۔

مرزا قادیانی کی ان تمام عبارات سے اور خصوصاً آخری عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور مقصود آیت کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آمد سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور خاتم النّبیین ﷺ کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آ سکتا ہے اور نہ نیا نبی اور مرزا قادیانی نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ آنحضرت ﷺ نے خاتم النّبیین کی تفسیر اپنے کلام

میں لا نبی بعدی سے فرمائی۔ معلوم ہوا کہ خاتم النّبیین اور لا نبی بعدی میں باعتبار معنی کے کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ بیان اور مبین اور تفسیر اور مفسر متحد بالذات ہوتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ تحریرات نومبر ۱۹۰۱ء سے پیش تر کی ہیں کہ جس وقت مرزا قادیانی کو نبوت نہیں ملی تھی۔ لہٰذا یہ تمام تحریریں منسوخ کہی جائیں گی۔

جواب یہ ہے کہ نسخ عقائد میں جاری نہیں ہوتا۔ نسخ احکام میں ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جو بات پہلے کفر کی تھی وہ بعد میں اسلام بن جائے۔ نیز انبیاء کفر سے، قبل از نبوت بھی پاک ہوتے ہیں۔ نیز بدعقل اور بدفہم کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔

مرزائی جماعت سے ایک سوال

مرزا قادیانی کی ان تمام عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ دعوائے نبوت سے پہلے مرزا قادیانی بھی خاتم النّبیین کے معنی وہی سمجھتے تھے کہ جو تیرہ سو برس سے تمام دنیا کے مسلمان سمجھتے چلے آئے اور کسی نئے اور پرانے نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی سمجھتے تھے اور ختم نبوت کا انکار اور خاتم الانبیاء کے بعد دعوائے نبوت کو کفر بتلاتے تھے۔ مرزا قادیانی کا یہ پہلا عقیدہ تھا اور اب دعوائے نبوت کے بعد مرزا قادیانی خاتم النّبیین کے دوسرے معنی بیان کرتے ہیں۔ جس کی بناء پر نبوت کو جاری ہونا ضروری ہوگیا اور ’’جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو وہ شیطانی اور لعنتی مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج۲۱ ص ۳۰۶ ملخص)

اور یہ کہتے ہیں کہ: ’’جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا وہ دین دین نہیں اور نہ وہ نبی نبی ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸، خزائن ج۲۱ ص ۳۰۶ ملخص)

اب سوال یہ ہے

کہ خاتم النّبیین کے کون سے معنی صحیح ہیں۔ پس اگر خاتم النّبیین کے جدید معنی صحیح ہوں (کہ جو مرزا قادیانی نے دعوائے نبوت کے بعد بیان کئے اور جس کی بناء پر نبوت کو جاری رہنا ضروری ہوا) تو یہ لازم آئے گا کہ اس تیرہ صدی میں جس قدر بھی مسلمان اس

عقیدہ پر گزرے وہ سب کافر اور بے ایمان مرے۔ گویا کہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اس وقت تک تمام امت کفر پر گزری اور دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی بھی جب تک اسی سابقہ عقیدہ پر رہے کافر رہے۔ دعوائے نبوت کے بعد مرزا قادیانی کا ایمان صحیح اور درست ہوا اور پچاس برس تک مرزا قادیانی کفر اور شرک کی گندگی میں آلودہ اور ملوث رہے اور غباوت اور بدعقلی کے داغ سے داغی رہے کہ پچاس برس تک آیات اور احادیث کا مطلب غلط سمجھتے رہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کافر اور غبی نبی نہیں ہوسکتا اور جو شخص تمام امت کی تکفیر وتذلیل اور تحمیق وتجہیل کرتا ہو وہ بالا اجماع کافر اور گمراہ ہے، اور اگر خاتم النّبیین کے پہلے معنی صحیح ہوں جو تمام امت نے سمجھے اور مرزا قادیانی بھی دعوائے نبوت سے پہلے وہی سمجھتے تھے تو لازم آئے گا کہ پہلے لوگ تو سب مسلمان ہوں اور مرزا قادیانی دعوائے نبوت کے بعد سابق عقیدہ کے بدل جانے کی وجہ سے خود اپنے اقرار سے کافر اور مرتد ہو جائیں۔ غرض یہ کہ خاتم النّبیین کے جون سے بھی معنی لئے جائیں مرزا قادیانی ہر صورت میں کافر ہیں۔

چند اوہام اور ان کا ازالہ

آیت خاتم النّبیین کی تفسیر واضح ہوچکی ہے۔ اب اس میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن مرزائی صاحبان باوجود حق واضح ہونے کے پھر بھی شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اوہام کا بھی ازالہ کر دیا جائے۔ شاید حق تعالیٰ شانہ کی توفیق سے امر حق ان کی سمجھ میں آجائے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز!**

وہم اوّل

اگر خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کیسے صحیح ہوگا۔

ازالہ: خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ جیسے آخری اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ ﷺ سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ البتہ مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ کے بعد پیدا ہوا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا وجود تو ختم نبوت کے منافی

ہوگا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے معارض نہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے۔ مگر سب سے اخیر میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اترے اور یہاں آکر دل گھبرایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور اس میں ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ تو یہ جواب دیا: ''آخر ولدک من الانبیاء (رواہ ابن عساکر)'' ﴿پیغمبروں میں آپ کے آخری بیٹے ہیں۔﴾

یعنی آپ علیہ السلام کی اولاد میں سب سے آخری نبی آپ ﷺ پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہوچکے۔ البتہ ان کی عمر آنحضرت ﷺ سے زیادہ طویل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے صدہا سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی زندہ ہیں۔ اخیر زمانہ میں امت محمدیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ نبی ہونے کی حیثیت سے نزول نہ ہوگا۔ نزول کے بعد اپنی نبوت ورسالت اور اپنی کتاب یعنی انجیل اور اپنی شریعت کی طرف سے کسی کو دعوت نہیں دیں گے۔ بلکہ خاتم النّبیین کا نائب بن کر لوگوں کو خالص قرآن وحدیث کے احکام پر چلائیں گے اور خود بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے اتباع اور پیروی کو اپنے لئے باعث صد فخر وناز سمجھیں گے۔ خاتم الانبیاء ﷺ ہی کی شریعت کا ڈنکا بجائیں گے۔ اس لئے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو حشر ہوں گے۔ ایک حشر انبیاء ورسول کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر امت محمدیہ ﷺ کے زمرہ میں ہوگا۔''

مرزاقادیانی کا خود اقرار واعتراف

مرزاقادیانی (تریاق القلوب ص۱۵۶، خزائن ج۱۵ ص۴۷۸،۴۷۹) میں لکھتے ہیں: ''ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال وتمام دورۂ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو۔ یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔'' پس جس طرح مرزاقادیانی کے نزدیک خاتم الاولاد کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد عورت کے پیٹ سے کوئی پیدا نہ ہو، اسی طرح خاتم النّبیین کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی عورت کے

پیٹ سے پیدا نہ ہوا اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے۔ مقام تعجب اور مقام حیرت ہے کہ کسی پرانے نبی کا آنا خاتم النّبیین کے مخالف ہو۔ مگر قادیان میں کسی ایسے نبی اور رسول کا آنا جو تمام انبیاء ومرسلین بلکہ سرور عالم ﷺ سے بھی اعلیٰ اور افضل ہو۔ یہ خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہو۔ مفضول نبی کی آمد کے لئے تو آمد کا دروازہ بند ہے اور تمام انبیاء سے افضل اور برتر کی آمد کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس بات کی علامت ہے کہ اب سلسلہ انبیاء میں کوئی فرد اور کوئی عدد باقی نہیں رہا۔ اس لئے پہلے ہی نبی کو لانا پڑا۔

وہم دوم

خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نبیوں کی مہر ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے قیامت تک نبی بنتے رہیں گے۔

<u>ازالہ:</u> یہ شبہ بالکل لغو اور مہمل ہے۔ لغت اور قواعد عربیت کے بھی خلاف ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے قوم بنے اور خاتم المہاجرین کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے مہاجر بنیں اور خاتم الاولاد کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے اولاد بنے۔ سبحان اللہ! کیا عجیب وغریب حقائق ومعارف ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کا تو مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس لئے خاتم النّبیین بنا کر بھیجا تاکہ سلسلہ نبوت ختم ہو اور مرزا قادیانی یہ فرماتے ہیں کہ اس لئے نہیں بلکہ انبیاء تراشی اور پیغمبر سازی یعنی نبی بنانے کے لئے آپ کو بھیجا۔ علاوہ ازیں یہ مہمل تاویل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت: ’’**ولٰکن نبیا ختم النبیین**‘‘ اور ان احادیث میں جن میں ’’آخر الانبیاء‘‘ اور ’’**لا نبی بعدی**‘‘ کا لفظ آیا ہے، نہیں چل سکتی۔ نیز خاتم کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں۔ پس اگر آپ ﷺ کی مہر یا اتباع سے نبی بننے لگیں تو آپ خاتم نبوت نہ ہوں گے بلکہ فاتح نبوت ہوں گے۔ یعنی نبوت کا دروازہ کھولنے والے ہوں گے۔

وہم سوم

مرزا قادیانی (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۰۹ ملخص) پر لکھتے ہیں کہ: ’’میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔‘‘

ازالہ: یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء اور تمسخر ہے کہ مال بھی چوری ہوگیا اور مہر بھی نہیں ٹوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگائی مگر مرزا قادیانی نے نبوت کو اس طرح ہوشیاری سے چرایا کہ چوری بھی کرلی اور خدا کی لگائی ہوئی مہر اسی طرح رہی۔ کیا یہ حق جل شانہ کے ساتھ تمسخر نہیں۔ جو شخص بادشاہ کے ساتھ اتحاد کا دعویٰ کرے اور بادشاہ کا لقب اپنے لئے ثابت کرے بلاشبہ وہ شخص باغی اور قابل گردن زدنی ہے۔ نیز حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اگرچہ نور نبوت کے اعتبار سے سب متحد ہیں۔ ''**کما قال اللہ تعالیٰ، لا نفرق بین احد من رسلہ**'' لیکن شخصیت کے اعتبار سے بلاشبہ اشخاص متغائرہ ہیں۔ ہر نبی کی ذات بابرکات علیحدہ اور جدا ہے۔ زمانہ ہر ایک کا جدا، مکان ہر ایک کا جدا، صفات اور معجزات ہر ایک کی جدا، اسی تغائر شخصی کی بناء پر آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین کہا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا دارومدار روحانی اتحاد پر نہیں بلکہ شخصی تغائر پر ہے اور یہ واضح ہو جائے کہ اجراء نبوت یعنی دعوائے پیغمبری کے لئے محبانہ اتحاد کا دعویٰ ذرہ برابر مفید نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام میں اتحاد نہیں تھا۔ لیکن باوجود کمال اتحاد ومحبت اور باوجود کمال اخوت وصداقت کے موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام پر تھے اور ہارون علیہ السلام اپنے مقام پر۔ نیز اگر بالفرض والتقدیر یہ ثابت ہو جائے کہ اس شخص کو حقیقتاً نہ کہ سیاستہً فنافی الرسول کا مقام حاصل ہے۔ تب بھی اس کو نبی کا لقب نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ اگر فنافی الرسول کی وجہ سے غیرتشریعی اور غیرمستقل نبی کا لقب مل سکتا ہے تو مستقل رسول اور مستقل نبی کا لقب کیوں نہیں مل سکتا اور فنافی اللہ کی وجہ سے اللہ اور خدا کا لقب کیوں نہیں مل سکتا۔

ظلی اور بروزی نبوت کا عنوان محض فریب ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ چونکہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے ان نصوص قطعیہ کی ظاہری مخالفت سے بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکالی اور دعوائے نبوت کی پردہ پوشی کے لئے ایک جدید اصطلاح اختراع کی کہ جس کا کہیں کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء رحمۃ اللہ علیہم امت میں کوئی نام ونشان نہیں۔ وہ یہ کہ میں حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا قائل ہوں اور میری نبوت محض ظلی اور بروزی نبوت ہے۔ یہ سب دھوکہ اور فریب ہے اور درحقیقت مراد حقیقی نبوت ہے۔ مرزا قادیانی کی بے شمار

عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی تشریعی اور مستقل نبوت کے مدعی ہیں۔ جس پر مفصل کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ مرزا محمود (حقیقت النبوۃ ص ۲۶۵،۲۶۶) میں بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ لکھتے ہیں: ’’میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ’’ واخرین منهم لما یلحقوا بهم ‘‘ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل وسایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عینیت کا دعویٰ کیا ہے کہ میں بعینہٖ محمد رسول اللہ ہوں۔ دنیا کا کون نادان اس کو قبول کرسکتا ہے کہ قادیان کا ایک دہقان بعینہٖ سیدالانس والجان ہو اور پھر اس پر یہ دلیل کہ سایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ نہ معلوم اس سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ سایہ اور ذی سایہ بالکل عین اور متحد ہوتے ہیں تو سراسر بداہت اور عقل کیخلاف ہے۔ ظل اور اصل کا عین اور متحد ہونا بدیہی البطلان ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ ذی ظل کی کوئی صفت اور کوئی شان اس میں آجائے تو اس اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ حضور ﷺ کی صفات نبوت اور کمالات رسالت کا ایک سایہ اور پرتوہ ہوں تو اس سے نہ نبوت ثابت ہوتی ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتحاد اور عینیت کا دعویٰ ثابت ہوسکتا ہے۔ حدیث میں ہے: ’’السلطان ظل اللہ فی الارض ‘‘ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے تو کیا اس سے خلفاء اور سلاطین کا بعینہٖ خدا ہونا ثابت ہو جائے گا؟

علاوہ ازیں یہ ظلیت امت محمدیہ ﷺ کے تمام علماء اور صلحاء کو حاصل ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت؟ امت میں جو بھی کمال ہے وہ حضور ﷺ ہی کی نبوت کا سایہ اور پرتوہ ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ مرزا قادیانی نے محض اپنی پردہ پوشی کے لئے اس قسم کے تلبیس آمیز عنوان

اختیار کئے۔ کبھی اپنے آپ کو ظلی نبی ظاہر کیا اور کبھی بروزی۔ تاکہ عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں کہ میری نبوت خاتم النّبیین کے خلاف نہیں۔ ورنہ درحقیقت مرزاقادیانی اپنی نبوت کو تمام انبیاء کی نبوت سے افضل اور اکمل سمجھتے ہیں۔ مگر اہل علم اور اہل فہم خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی تلبیسات اور ملمع کاریوں سے حقائق شرعیہ نہیں بدل سکتے۔ یہ ظلی اور مجازی اور بروزی نبوت کی اصطلاح محض مرزاقادیانی کی اختراع ہے۔ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں کہیں اس کا نام ونشان نہیں۔ کسی قسم کی نبوت کا بھی اگر کوئی دروازہ کھلا ہوا ہوتا، تو سب سے پہلے ان مقدس اور پاک ہستیوں پر کھلتا کہ جو شمع نبوت پر پروانوں کی طرح گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق اور محبت میں ایسے غرق اور فنا ہوئے کہ اولین اور آخرین میں کہیں اس کی نظیر نہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محبوبیت اور آپ کی امت پر محبت اور عاشقیت ختم ہوگئی۔ آسمان اور زمین نے نہ ایسا محبوب دیکھا اور نہ ایسے عاشق جان نثار دیکھے نہ ایسی شمع نبوت دیکھی اور نہ ایسے پروانے دیکھے۔

اگر کسی قسم کی نبوت کا بھی دروازہ کھلا ہوا ہوتا تو اس یار غار اور رفیق جان نثار کو جس کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ثانی اثنین اور اتقی اور اولوالفضل کے لقب سے سرفراز کیا ہے اس کو کوئی نہ کوئی ظلی اور بروزی نبوت ضرور ملتی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد نبوی ہے: ''**لو کان بعدی نبی لکان عمر**'' ﴿میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔﴾

کلمہ لو محاورہ عرب میں محالات کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ''**لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا، قل لو کان معہ الھۃ...... الخ**'' اور امور ممکنہ کے لئے کلمہ ''ان'' اور ''اذا'' مستعمل ہوتا ہے۔ پس اس حدیث میں کلمہ لو کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونا محال اور ناممکن ہے۔ اس لئے بطور فرض محال کے بیان فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔ لیکن میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کی بھی نبوت باقی ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ضرور ثابت فرماتے۔ اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اور محدث من اللہ اور ملہم بالصواب جیسے معزز القاب سے سرفرز فرمایا ہے۔

مسند بزاز اور معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری چار وزیروں سے تائید فرمائی۔ دو آسمان والوں میں سے ہیں۔ ایک جبرائیل علیہ السلام اور ایک میکائیل علیہ السلام اور دو زمین والوں میں سے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۲۰۰)

معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ زمین میں جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا نمونہ اور ہم رنگ ہیں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر باتدبیر ہیں۔ مگر کسی قسم کے نبی نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر نبی ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی ہوتے۔ مگر یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت بالکل ختم ہوچکی ہے۔ حسب شہادت نبوی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ تو یہ شان تھی۔

نقش آدم لیک معنی جبریل رستہ از جملہ ہواؤ قال و قیل

جب رشک جبرائیل ومیکائیل نبی نہ ہوئے تو کیا ہم رنگ عزازیل نبی بنیں گے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل بیت رضی اللہ عنہم کی نگرانی کے لئے چھوڑا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہوکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ (یعنی دوسرے احباب تو جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہوں گے اور میں یہاں غم فرقت میں بے تاب رہوں گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے یہ ارشاد فرمایا: ’’الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی‘‘ (بخاری، غزوہ تبوک)

﴿اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تجھ کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

حضرت ہارون علیہ السلام مستقل نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور تابع تھے۔ ’’کما قال تعالیٰ حاکیا من الکلیم، واجعل لی وزیرا من اهلی هارون‘‘ اور توریت اور شریعت موسویہ کے متبع تھے۔ مطلق نبوت میں دونوں شریک تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو دو چیزیں حاصل تھیں۔ ایک تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شرکت فی النبوۃ اور دوسری وزارت اور نیابت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک جاتے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ تو میرے جانے کے بعد میرا قائم مقام ہے جیسا کہ

ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے کوہ طور پر جانے کے بعد۔ تو غلط فہمی سے بچنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا: ''الّا انہ لیس بعدی نبی'' یعنی تم صرف میرے نائب اور قائم مقام ہوگے، نبی نہ ہوگے۔ تم کو حضرت ہارون سے صرف قائم مقامی اور نیابت میں مشابہت ہے، نبوت میں مشابہت نہیں۔ اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ ''الّا انہ لیس بعدی نبی'' میں نبوت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مستقل نبوت کا تو، تو ہم بھی نہیں ہوسکتا اور پھر خصوصاً آپ ﷺ کی موجودگی اور زمانہ حیات میں کس کو یہ وہم اور خطرہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو من جانب اللہ مستقل کتاب شریعت عطاء ہوجائے گی اور مستقلاً ان پر اللہ کی وحی نازل ہونے لگے گی۔ علاوہ ازیں مستقل نبی کا کسی کے قائم مقام ہونا اس کے استقلال کے منافی ہے۔ اب اس تمام تقریر سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ''الّا انہ لیس بعدی نبی'' میں نبوت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے۔

اور علیٰ ہذا اگر حضور پرنور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو وہ بھی مستقل نبی نہ ہوتے بلکہ آپ ﷺ ہی کی شریعت کے تابع ہوتے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت غیر مستقلہ بھی باقی نہیں رہی اور یہ تمام روایتیں نہ باہم متعارض اور متناقض ہیں اور نہ آیت: ''خاتم النّبیین'' اور حدیث ''لا نبی بعدی'' کے معارض اور منافی ہیں۔ اس لئے کہ سب جگہ حکم فرضی اور تقدیری ہے اور مطلب سب کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال میرے بعد نبوت باقی ہوتی تو میرے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ہوتی جن کو میرے بعد نبوت ملتی جن میں عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہ ہوتے۔ لیکن میرے بعد نبوت نہیں اس لئے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو نبوت نہیں ملی۔

وہم چہارم

خاتم النّبیین کی آیت میں النّبیین پر الف لام عہد کا ہے اور النّبیین سے خاص تشریعی انبیاء مراد ہیں کہ جو جدید کتاب اور جدید شریعت لے کر آئے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ تشریعی انبیاء کے خاتم ہوں گے۔ مطلق انبیاء کے خاتم نہ ہوں گے۔

ازالہ: ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ النّبیین میں الف لام استغراق کا ہے اور لغت اور محاورہ عرب کے اعتبار سے خاتم النّبیین کے معنی آخر النّبیین کے ہیں۔ یعنی تمام

انبیاء کے ختم کرنے والے۔ الف لام عہد کے لئے یہ شرط ہے کہ معہود کا کلام سابق میں صراحۃً یا اشارۃً ذکر ہوا اور اس آیت کے سیاق وسباق میں کہیں تشریعی انبیاء کا ذکر نہیں بلکہ مطلق انبیاء کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ’’سنة الله فی الذین خلوا من قبل الٰی قوله الذین یبلغون رسلت الله ویخشونه ولا یخشون احد الا الله‘‘

’’الذین خلوا من قبل‘‘ میں تمام انبیاء داخل ہیں اور علیٰ ہذا خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانا اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرنا یہ مطلق نبوت کے لئے لازم اور نبی کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ احکام خداوندی کی تبلیغ اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرنا۔ یہ فریضہ فقط تشریعی انبیاء کا ہے۔ غیر تشریعی نبی کے لئے یہ باتیں ضروری نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں مرزا قادیانی تو اس معمولی اور گھٹیا نبوت پر راضی نہیں۔ وہ تو مستقل نبوت اور مستقل رسالت اور تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔

(اربعین نمبر۴ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵ حاشیہ)

مرزائی جماعت سے چند سوال

یہ مسئلہ فریقین میں متفق علیہ ہے کہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کفر ہے۔ خود مرزا قادیانی کی تصریحات اس پر موجود ہیں کہ جو شخص تشریعی نبوت کا دعویٰ کرے...... وہ شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰، ۲۳۱) صرف نبوت غیر مستقلہ کے بارے میں ہے کہ آیا وہ جاری ہے یا وہ بھی ختم ہوگئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق فریق مخالف سے چند سوال ہیں:

۱...... یہ کہ مرزا قادیانی نے اوّل اپنی کتابوں میں تشریعی نبوت کے دعویٰ کو صریح کفر قرار دیا اور پھر خود صراحۃً تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا یہ صریح تناقض اور تعارض نہیں؟ اور کیا مرزا قادیانی خود اپنے اقرار سے کافر نہیں ہوئے؟

۲...... یہ کہ جب مرزا قادیانی تشریعی نبوت اور مستقل رسالت کے مدعی ہیں تو پھر ان کو خاتم النّبیین میں اس تاویل کرنے سے کہ غیر تشریعی نبی مراد ہیں کیا فائدہ ہوا؟

۳...... یہ کہ نصوص قرآنیہ اور صدہا احادیث نبویہ ہے۔ مطلقاً نبوت کا انقطاع اور اختتام معلوم ہوتا ہے اس کے برعکس کوئی ایک روایت بھی ایسی ہے؟ کہ جس میں یہ بتلایا

گیا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت غیر مستقلہ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر ہے؟ تو پیش کیا جائے۔

۴...... یہ کہ نبوت غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اور ضابطہ کیا ہے؟

۵...... کیا وہ معیار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود نہ تھا کہ جس کی بناء پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود افضل الامتہ اور خیر القرون ہونے کے اس منقبت سے محروم رہے۔

۶...... کیا اس ساڑھے تیرہ سو سال کی طویل وعریض مدت میں ائمہ حدیث اور ائمہ اجتہاد اور اولیاء اور عارفین اور اقطاب اور ابدال ومجددین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا کہ جو علم وفہم اور ولایت اور معرفت میں مرزا قادیانی کے ہم پلہ ہوتا اور نبوت غیر مستقلہ کا منصب پاتا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی ساری امت میں سوائے قادیان کے دہقان کے کوئی بھی نبوت کے قابل نہ نکلا۔

۷...... آنحضرت ﷺ کے بعد بہت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ بعض ان میں سے تشریعی نبوت کے مدعی تھے جیسے صالح بن ظریف اور بہاء الحق بابی اور بعض غیر تشریعی نبوت کے مدعی تھے۔ جیسے ابوعیسیٰ وغیرہ۔ ان سب کے جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے؟ وہ بھی کوئی ظلی اور بروزی اور مجازی وغیرہ وغیرہ کی تاویل کرلیں گے۔

وہم پنجم

خاتم النّبیین کا اطلاق ایسا ہے کہ کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین لکھتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث اور مفسر پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کلام بطور مبالغہ استعمال ہوتا ہے۔

مرزائی جماعت کا یہ بڑا مایہ ناز شبہ ہے اور طرۂ یہ ہے کہ اس کی تائید میں ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اطمن یا عم فانک خاتم المهاجرین فی الهجرة کما انا خاتم النّبیین فی النبوة'' (کنز العمال ج۶ ص۱۷۸)

اے چچا! آپ اطمینان رکھئے۔اس لئے کہ آپ ہجرت کے بارے میں ایسے ہی خاتم المہاجرین ہیں جیسے میں دربارہ نبوت خاتم النّبیین ہوں۔

ازالہ: اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ خاتم المفسرین اور خاتم المحدثین اور خاتم المحققین اس قسم کے محاورات میں بھی خاتم کے معنی آخر ہی کے ہیں۔ بندہ کو چونکہ آئندہ کی خبر نہیں ہوتی اس لئے اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھ کر کہ یہی آخری محدث اور آخری مفسر ہیں۔ خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیتا ہے۔

یہ محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت جب ہی ثابت ہوسکتی ہے کہ جب کمال اور افضلیت کا آخری اور انتہائی درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے۔ چونکہ بندہ اس قسم کے الفاظ اپنے علم کے مطابق استعمال کرتا ہے۔اس لئے اس قسم کے الفاظ کو مجاز اور مبالغہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ محدثیت اور محققیت کمالات کسبیہ میں سے ہے جو بندہ کے کسب اور اختیار سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ قیامت تک ان کا دروازہ کھلا رہے گا۔کسی کو خاتم المحدثین کہنے کے بعد کسی کا تو کیا خود کہنے والے کا بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔ پس باوجود اس علم کے یہ محاورہ یا تو بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یا بطور تاویل کے کہ یہ اپنے زمانہ کے آخری محقق اور آخری محدث ہیں۔ ورنہ اگر اس قسم کی تاویل نہ کی جائے تو یہ کلام لغو اور مہمل بلکہ صریح کذب ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ کلام اس ظلوم، جہول اور نادان انسان کا ہے جس کو یہ خبر بھی نہیں کہ کل کون محدث اور مفسر اور کون فاسق وفاجر پیدا ہوگا۔اس نے اپنے زعم اور اپنے خیال کی بناء پر اگر کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیا تو کیا خداوند علاّم الغیوب کہ جس کے علم محیط سے کوئی ذرہ باہر نہیں اس کے کلام حقیقت التیام کو بھی اسی بندۂ ظلوم وجہول کے ظنی اور تخمینی اور مبالغہ آمیز کلام پر قیاس کیا جائے گا۔ حاشا وکلاّ ہرگز نہیں۔ اس علیم وخبیر نے جس کے لئے خاتم النّبیین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یقیناً حقیقت پر محمول ہوگا۔ خداوند عالم کے کلام کو کسی طرح مجاز اور شاعرانہ مبالغہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ بلاضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا باجماع علماء اصول وعربیت ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں جب آیات اور روایات اور

اقوال صحابہ ؓ وتابعین ؒ اور تمام مفسرین ؒ اور محدثین ؒ کی تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں تو اب اس کے بعد کسی کو لب کشائی کا منصب ہی باقی نہیں رہتا۔ عجیب بات ہے کہ جس ذات بابرکات ﷺ پر خاتم النّبیین کی آیت نازل ہوئی اس کے بیان کردہ معنی تو معتبر نہ ہوں اور مرزائی صاحبان کے الٹے سیدھے بیان کردہ معنی معتبر ہو جائیں اور اگر بالفرض والتقدیر خاتم النّبیین کے یہی عرفی اور مجازی اور تاویلی معنی مراد لئے جائیں تو پھر آپ ﷺ کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بھی اس عرفی معنی کے اعتبار سے خاتم النّبیین کہہ سکتے ہیں۔

حدیث عباس ؓ کا مطلب

رہا حدیث عباس ؓ کا مطلب؟ سو وہاں بھی خاتم بمعنی آخر ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہ رہی تھی۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے: ’’**لا هجرة بعد الفتح**‘‘ حضرت عباس ؓ نے فتح مکہ سے کچھ ہی قبل ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ اصابہ میں ہے: ’’**هاجر قبل الفتح بقليل وشهد الفتح**‘‘ (اصابہ ج۳ ص۶۶۸)

حضرت عباس ؓ نے فتح مکہ سے کچھ ہی پہلے ہجرت فرمائی اور فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔

اس لئے حضرت عباس ؓ کو اس کا صدمہ اور غم تھا کہ میں ہجرت میں سابقین اولین میں سے نہ ہوا اور سابقیت کی فضیلت مجھ کو حاصل نہ ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ان کی تسلی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر سابقیت کی فضیلت فوت ہوگئی تو خاتمیت کی فضیلت تو حاصل ہوگئی۔ جس طرح سابقیت فضیلت کی وجہ سے ہے اسی طرح خاتمیت بھی فضیلت کی وجہ ہے اور فرمایا کہ تم خاتم المہاجرین ہو۔ جس طرح میں خاتم النّبیین ہوں۔ دونوں جگہ خاتم کے معنی آخر ہی کے ہیں۔ حضرت عباس ؓ آخری مہاجر تھے جیسے آنحضرت ﷺ آخری نبی تھے۔

وہم ششم

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے منقول ہے کہ آپ یہ فرماتی ہیں: ’’**قولوا خاتم النّبيين ولا تقولوا لا نبی بعده**‘‘ یعنی آپ ﷺ کو خاتم النّبیین کہو۔ مگر یہ نہ کہو کہ: ’’لا

نبی بعده ''کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔ نبوت ابھی ختم نہیں ہوئی۔

ازالہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد بتمامہ مجمع البحار کے تکملہ میں مذکور ہے۔ مرزائی جماعت نے اس کو ناتمام نقل کیا ہے۔ ہم اس کو بعینہٖ اور بتمامہ نقل کرتے ہیں۔

''وفی حدیث عیسیٰ انه یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسه بان یتزوج ویولد له وکان لم یتزوج قبل رفعه الی السماء فزاد بعد الهبوط فی الحلال فحیئذ یؤمن کل احد من اهل الکتاب بتیقن بانه بشر وعن عائشة قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعده وهذا ناظر الیٰ نزول عیسیٰ وهذا ایضا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لا نه اراد لا نبی ینسخ شرعه'' (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نزول کے بعد خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے نفس کی حلال چیزوں میں اضافہ کریں گے۔ یعنی نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے نکاح نہیں فرمایا تھا۔ آسمان سے اترنے کے بعد نکاح فرمائیں گے (جو لوازم بشریت سے ہے) پس اس حال کو دیکھ کر ہر شخص اہل کتاب میں سے ان کی نبوت پر ایمان لے آئے گا اور اس بات کا یقین کرے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ ایک بشر ہیں۔ خدا نہیں جیسا کہ نصاریٰ اب تک سمجھتے رہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ منقول ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ آپ ﷺ کو خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ ان کا یہ ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو پیش نظر رکھ کر تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضور ﷺ ہی کی شریعت کے متبع ہوں گے اور لا نبی بعدی کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کا ناسخ ہو۔ انتہی!

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین نہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی کا آنا جائز سمجھتی ہیں

بلکہ مطلب یہ ہے کہ کلمہ لا نبی بعدی کے ظاہری عموم سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اگلا اور پچھلا اور نیا اور پرانا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ اور متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خیال ہوا کہ مبادا عوام اس ظاہری عموم کی وجہ سے حدیث لا نبی بعدی کو نزول عیسیٰ بن مریم کے منافی اور معارض نہ سمجھ جائیں۔ اس لئے احتیاطاً اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محض عوام کو ابہام سے بچانے کے لئے لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا اور اسی قسم کا قول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

’’عن الشعبی قال قال رجل عندہ المغیرۃ بن شعبۃ صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ. فقال المغیرۃ بن شعبۃ حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج فان ہو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ‘‘ (تفسیر درمنثور ج۵ ص۲۰۴)

(ترجمہ) ’’شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے محمد ﷺ پر جو کہ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت مغیرہ نے فرمایا خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے۔ یعنی لا نبی بعدہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پھر تشریف لائیں گے۔ پس جب وہ آئیں گے تو ایک ان کا آنا محمد ﷺ سے پہلے ہوا اور ایک آنا حضور ﷺ کے بعد ہوگا۔‘‘

پس جس طرح مغیرہ رضی اللہ عنہ ختم نبوت کے قائل ہیں مگر محض عقیدۂ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی حفاظت کے لئے لا نبی بعدی کہنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ختم نبوت کے عقیدہ کو تو خاتم النّبیین کے لفظ سے ظاہر فرمایا اور اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا کہ جس لفظ سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے خلاف کا ابہام ہوتا تھا اور حاشا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز کہتی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ لا نبی بعدی کا لفظ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے: ’’عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ انہ قال لا یبقی بعدہ من النبوۃ الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات

قال الرویا الصالحۃ یراھا المسلم اوتری لہ‘‘ (کذافی الکنز بروایۃ احمد والخطیب)

(ترجمہ)’’حضرت عائشہ صدیقہ ؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت کے اجزاء میں سے سوائے مبشرات کے کوئی جزء باقی نہیں رہے گا۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا خواب جس کو مسلمان خود دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لئے دیکھے۔‘‘

پس جب حضرت عائشہ صدیقہ ؓ خود آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے لا نبی بعدہ کہنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے بعد نبی کو جاری سمجھتی تھیں۔ نیز لا نبی بعدہ کا بعینہ وہی مطلب ہے جو خاتم النّبیین کا ہے۔ اختتام نبوت پر دونوں لفظ یکساں طور پر دلالت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ممانعت کی یہ وجہ نہیں بلکہ احسن وجہ یہ ہے کہ لفظ لا نبی بعدہ میں عموم کی وجہ سے بظاہر عوام کے لئے ابہام کا اندیشہ تھا کہ کوئی غلط فہمی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کردے۔ اس لئے عقیدۂ عوام کی حفاظت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے یہ فرمایا کہ فقط لفظ خاتم النّبیین پر اکتفاء کرو۔ کیونکہ یہ لفظ اختتام نبوت ورسالت کے بیان کرنے کے لئے کافی اور شافی ہے اور آپ ﷺ کی افضلیت اور سیادت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور لا نبی بعدی کا لفظ مت استعمال کرو۔ جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے خلاف کا ابہام ہوتا ہو اور لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے کہ یہ حدیث دوسری حدیث کے معارض ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اگر ختم نبوت کی منکر ہوتیں تو خاتم النّبیین کہنے کا کیوں حکم دیتیں کہ جو صراحۃً ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ مرزائی صاحبان کے نزدیک ایک مجہول الاسناد اثر تو معتبر ہو جائے اور صحیح اور صریح روایتوں کا دفتر معتبر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لفظ ان کی خواہش کے مطابق کہیں سے مل جائیں وہ تو قبول ہے اور جو آیت اور حدیث خواہ کتنی صریح اور صاف کیوں نہ ہو وہ مقبول نہیں۔’’افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم‘‘

مرزائی مفسر کی شہادت

محمد علی لاہوری اپنے بیان القرآن میں لکھتے ہیں:’’اور ایک قول حضرت عائشہ ؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں۔’’قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا

نبی بعدہ ‘‘ خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک خاتم النّبیین کے معنی کچھ اور تھے اور کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے مگر وہ معنی در بطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النّبیین کے معنی لا نبی بعدی کئے گئے ہیں۔ ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ خاتم النّبیین کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا: ’’خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ ‘‘ تو آپ نے فرمایا خاتم الانبیاء کہنا تجھے بس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النّبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو۔ یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی۔ چہ جائیکہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہو جو شرعاً حجت نہیں۔ انتہی!‘‘

(بیان القرآن ج۲ص۱۱۰۳،۱۱۰۴)

وہم ہفتم

شیخ محی الدین ابن عربی اور بعض بزرگوں کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد مطلقاً نبوت مرتفع نہیں ہوئی۔ بلکہ تشریعی نبوت مرتفع ہوئی اور حدیث نبوی لا نبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا کہ جو آپ ﷺ کی شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ آپ ہی کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

ازالہ: شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور کل اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور عارفین رحمۃ اللہ علیہم اور تمام صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اس پر متفق ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی اور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور مرتد اور واجب القتل ہے۔ نبوت بالکلیہ منقطع ہوگئی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں رہی۔

البتہ نبوت کے کچھ اجزاء اور کچھ کمالات امت کے افراد میں باقی ہیں۔ حضورﷺ کے بعد نبوت کی کوئی قسم باقی نہیں کہ جس کے ملنے سے کسی کو نبی کہا جاسکے۔ البتہ نبوت کے کچھ اجزاء اور کچھ خصائل اور کچھ شمائل باقی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ’’ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات‘‘ نبوت تو جاتی رہی اور بشارت دینے والے خواب باقی رہ گئے۔

حدیث میں ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جز ہے اور کمالات نبوت کے ساتھ متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ جس طرح سر انسان کا جزء ہے۔ مگر سر کو انسان نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح رویائے صالحہ نبوت کا جزء ہے۔ مگر اس کو نبوت نہیں کہہ سکتے اور سچا خواب دیکھنے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے اور صوفیاء حضرات کا یہ کلام عین شریعت کے مطابق ہے اور کوئی عالم، علماء شریعت میں سے اس کا منکر نہیں۔

جاننا چاہئے کہ یہاں آیات اور احادیث میں دو مضمون آئے ہیں۔ ایک مضمون تو یہ ہے کہ یہ عہدہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ قیامت تک عہدۂ نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ نبی امی فداہ نفسی وابی وامی اشخاص انبیاء تمام کے خاتم ہیں۔ پیغمبروں کے جس قدر افراد دنیا میں آنے تھے وہ آچکے اور نبی اکرمﷺ اس سلسلہ کے آخر نبی فرد ہیں۔ پہلے مضمون کو حدیث میں اس عنوان سے بیان کیا گیا۔

’’عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہﷺ یایھا الناس انہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات رواہ البخاری فی کتاب التعبیر‘‘ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشرات (بشارت دینے والے خواب) باقی رہ گئے ہیں بخاری نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے: ’’ذھبت النبوۃ وبقیۃ المبشرات‘‘

اس قسم کی احادیث عہدۂ نبوت کے ارتفاع اور انقطاع کے بیان کے لئے آئی ہیں اور دوسرا مضمون کو نبی امیﷺ سلسلہ نبوت کے افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں اس کو قرآن کریم نے خاتم النّبیین کے عنوان سے اور حدیث نے خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء اور لا نبی بعدی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور یہ دوسرا مضمون پہلے مضمون کے منافی تو کیا ہوتا بلکہ غایت درجہ مؤید اور مستلزم ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی ؒ کی یہی مراد ہے کہ نبوت ختم ہوگئی اور نبوت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ چنانچہ شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں: ’’فاخبر رسول اللہ ﷺ ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فھجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ‘‘ (فتوحات ج۲ص۴۹۵)

(ترجمہ) ’’رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلا دیا کہ سچا خواب نبوت کا ایک جزء ہے۔ لوگوں کے لئے نبوت میں اس قسم کے اجزاء باقی رہ گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے لفظ نبوت اور لفظ نبی کا اطلاق سوائے مشرع کے (یعنی جو خدا کی طرف سے احکام شریعہ لے کر آئے) اور کسی پر نہیں ہوسکتا اس نام کی بندش نبوت میں کسی خاص صفت کی بناء پر کردی گئی ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ’’فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان جملتھا التشریع بالوحی الملکی وذلک لا یکون الا لنبی خاصۃ‘‘ (فتوحات ج۳ص۵۶۸)

(ترجمہ) ’’نبوت کا اطلاق جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب نبوت کے تمام اجزاء کے سائقہ علی وجہ الکمال والتمام موصوف ہو۔ پس ایسا ہی نبی اور ایسی ہی نبوت جو تمام اجزاء کو جامع اور حاوی ہو ہم پر (یعنی اولیاء پر) بند کردی گئی اور منقطع ہوگئی۔ اس لئے کہ منجملہ اجزاء نبوت تشریع احکام ہے کہ جو فرشتہ کی وحی سے ہو اور یہ امر نبی کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہوسکتا۔‘‘

شیخ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ‘‘ جب کسریٰ شاہ فارس ہلاک ہوجائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر شاہ روم ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

پس جس طرح قیصر وکسریٰ کے مرجانے کے بعد قیصر وکسریٰ کا نام ختم ہوا مگر ملک فارس اور روم موجود رہا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت اور نبی کا نام اٹھ گیا۔ مگر نبوت اور اس کے اجزاء مسلمانوں میں باقی رہے۔ یعنی قرآن وحدیث اور کمالات نبوت۔

شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ البتہ اس کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ (جیسا کہ:''**ذهبت النبوة وبقيت المبشرات**'' سے صاف ظاہر ہے) اور نبی اور نبوت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ نبوت کے تمام اجزاء (جن میں تشریعی احکام بوحی ملکی بھی داخل ہے) علی وجہ الکمال والتمام متحقق نہ ہوں اور تشریع احکام بوحی ملکی نبی اور مقام نبوت کے لئے لازم ہے۔ بغیر تشریع کے نبوت متحقق نہیں ہوسکتی۔ نبوت کا اصل دارومدار تشریع پر ہے۔ جب تشریع نہ ہوتو نبوت بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک غیرتشریعی نبوت نبوت ہی نہیں بلکہ وہ اجزاء نبوت ہیں جن کو اصطلاح صوفیاء میں ولایت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ غیرتشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔ ان کے نزدیک تشریع نبوت کا جزولاینفک ہے بغیر تشریع کے ان کے نزدیک نبوت ہی متحقق نہیں ہوسکتی نہ یہ کہ نبوت تو ہے۔ مگر غیرتشریعی ہے اور جو اجزاء نبوت کے باقی ہیں نہ وہ نبوت ہیں اور نہ ان کی بناء پر نبوت اور نبی کا اطلاق جائز ہے اور اگر بالفرض یہ معنی تسلیم بھی کر لئے جائیں تو عجیب نہیں کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا نبوت غیرتشریعی کی بقاء سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد بھی نبی ہوں گے مگر وہ تشریعی نبی نہ ہوں گے۔ یعنی اپنی سابقہ شریعت پر عامل نہ ہوں گے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع اور ماتحت ہوں گے۔

علاوہ ازیں جب صدہا نصوص اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور کل علماء رحمۃ اللہ علیہم وطریقت کی تصریحات سے یہ معلوم ہوگیا کہ ختم نبوت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجماعی عقیدہ ہے اور خود شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار تصریحات نصوص اور فتوحات وغیرہ میں موجود ہیں کہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو پھر ان تصریحات کے بعد شیخ کی مجمل اور مبہم عبارات کو پیش کرنا اور ختم نبوت کے بارے میں شیخ کی صریح عبارات کو نظرانداز کر دینا اور نصوص شریعت اور اجماع امت کے خلاف راہ نکالنا کون سا دین اور عقل ہے۔

نبوت ورسالت کا انقطاع اور اختتام اور کمالات نبوت کا بقاء اور دوام اور حضرت صوفیاء کا کلام معرفت التیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر گز در بیش و کم نے بایدزد از حد بیرون قدم نے بایدزد
عالم ہمہ مرات جمال ازلی است مے باید دید و دم نے بایدزد

کل ما فی الکون و ہم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال

موجود حقیقی صرف ایک واجب جل مجدہ کی ذات ہے اور باقی سب معدوم۔ سوائے باری تعالیٰ کے کسی کا وجود حقیقی نہیں۔ سب کا وجود مجازی اور موہوم ہے۔ حقیقی وجود کی تو کسی ممکن نے خوشبو بھی نہیں سونگھی اور سونگھ بھی نہیں سکتے۔ جس طرح زمین اپنی اصل ذات کے اعتبار سے مظلم اور تاریک ہے اور جو روشنی ہے وہ آفتاب کا ایک عکس اور پرتو ہے۔ اسی طرح سارا جہان اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے نور وجود سے بالکل محروم اور عاری ہے۔ عدم اور فنا کے سوا اس عالم کی کوئی حقیقت نہیں۔ ’’کما قال تعالیٰ: کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام. وقال تعالیٰ: کل شی ھالک الا وجهه‘‘ عدم اور فناء کو ممکن کی عین حقیقت اور ذاتیات سے قرار دو کسی صورت میں عدم ممکن سے جدا نہیں ہوسکتا۔ ہر ممکن کو عدم کا ایک آئینہ سمجھو کہ جس میں واجب الوجود کے وجود ازلی اور صفات کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔ ’’نور السموٰت والارض‘‘ نے اپنے جمال جہاں آراء اور نور وجود کو کسی آئینے میں دیکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اس لئے اپنے بے چون وچگون وجہ کو اس آئینہ عدم کی طرف متوجہ فرمایا۔ ہر عدم نے اپنی اپنی استعداد اور فطرت کے مناسب اس کے وجود ازلی اور صفات کمال کے عکس کو قبول کیا جس عدم پر وجود واجب کا عکس پڑتا رہا وہ موجود کہلانے لگا۔ جس کے وجود کی حقیقت عکس اور پرتوہ سے زائد نہیں۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کل ما فی الکون وہم او خیال او عکوس فی المرایا او ظلال

ابتدائے آفرینش سے اسی طرح سلسلہ جاری رہا کہ وجود ازلی اور صفات قدیمہ کا عکس ممکنات کے عدمات پر وقتاً فوقتاً اور متفرقاً پڑتا رہا۔ یہاں تک کہ حق جل شانہ نے اس خلاصہ موجودات اور خلاصہ عالم یعنی انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرمایا تاکہ صفات الٰہیہ کا مجموعہ اور مظہر اور تجلی گاہ بن سکے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ’’**خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ**‘‘ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ تابود شاہیش را آئینہ

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت کے لئے اس لئے خاص فرمایا کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے جو کمالات تمام موجودات میں متفرقاً ہیں۔ وہ تنہا انسان میں مجتمعاً موجود ہیں۔ علوی اور سفلی، ارضی اور سماوی، روحانی اور حیوانی تمام کائنات کے نمونے اس میں موجود ہیں۔ انسان عالم امکان کا تو حقیقتاً خلاصہ اور اجمال ہے۔ مگر مرتبہ وجوب سے بطریق صورت (یعنی عکس) اس کو حصہ ملا ہے یعنی واجب جل شانہ کی صفات واجبہ کا مظہر اور تجلی گاہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ’’**ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ**‘‘ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی ذات اور صفات میں بے چون وچگون ہے اور روح آدم کو اپنی شان بے چونی وچگونی کی ایک تصویر اور نمونہ بنایا اور کسی کا خلیفہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کی صورت پر ہو اور چونکہ روح کو بے چون وچگون کی صورت پر پیدا کیا۔ اس لئے حقیقی بے چون وچگون کی گنجائش اس میں ہوسکی۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: ’’**لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدالمومن**‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن میرے مومن بندہ کا دل مجھ کو سما سکتا ہے۔ یعنی میرے عکس اور تجلی کو برداشت کر سکتا ہے۔

قلب مومن کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ بے چونی اور چگونی کی صورت پر مومن ہی کا قلب رہتا ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کا قلب چونی اور چندی میں گرفتار ہوکر وحوش اور بہائم کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے۔ ’’**کما قال تعالیٰ: اولئک کالانعام بل هم اضل. وقال تعالیٰ: ان شر الدوآب عند اللّٰہ الذین کفروا**‘‘ (کذافی المکتوبات ج۱ ص۳۹۰)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (المفتون به علی غیر اهله) میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں۔ ''لیس کمثله شئ'' لیکن اس کے لئے مثال ضرور ہے۔ ''کما قال تعالیٰ: وله المثل الاعلی'' اور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ''خلق الله آدم علی صورته'' اس سے مقصود حق جل وعلا کی مثال بیان کرنا ہے نہ کہ مثل۔ یعنی انسان حق تعالیٰ شانہ کی حیات اور علم اور قدرت اور سمع اور بصر اور ارادہ اور تکلم کی ایک مثال ہے اور انسان حق سبحانہ کی ان صفات سبعہ کا ایک عجیب نمونہ ہے کہ یہ تمام صفات انسان کے چہرہ سے بیک وقت نمایاں ہیں۔ انسان اگر ان صفات کے ساتھ متصف نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا کیسے سمجھتا۔ انتہی کلامہ!

مثال سے مقصود محض تعلیم وتفہیم ہوتی ہے۔ اس لئے بارگاہ خداوندی میں مثال دینے کی اجازت دی گئی۔ ورنہ اس کی ذات اس سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

اے بروں از وہم و قال و قیل من — خاک برفرق من و تمثیل من
رحم فرما بر قصور فہما — اے وراء عقلہا و وہمہا

آدم برسر مطلب! پس جس طرح خداوند ذوالجلال کی صفات کمال کا انعکاس ممکنات اور کائنات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کمالات نبوت کا انعکاس قلوب امم پر اپنی اپنی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ جس طرح آئینہ اور پتھر اپنی اپنی قابلیت اور ذاتی استعداد کے موافق آفتاب کی روشنی قبول کرتے ہیں۔ اس طرح امتی بھی اپنے استعداد کے موافق آفتاب نبوت کے شعاؤں کا عکس قبول کرتے ہیں۔

جس ذات بابرکات کو حق جل شانہ اپنی نبوت ورسالت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ وہ ذات ان صفات کمال کا معدن اور منبع ہوتی ہے کہ جو ذات ممکن کے لئے ممکن ہیں۔ نبی کی ذات صدیقت محدثیت اور تفہیم الٰہی اور امامت اور حکمت اور علم لدنی اور معرفت اور تزکیہ اور ہدایت اور تائید بروح القدس اور خلافت اور ہدی صالح اور سمت حسن اور رویائے صالحہ اور تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہوتی ہے۔ نبی کی ذات ان تمام کمالات کے ساتھ بالذات متصف ہوتی ہے اور باقی تمام امت اسی آفتاب کے انعکاس سے ان صفات سے بقدر اپنی استعداد کے بالفرض منور اور روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی مناسبت اور استعداد اور قابلیت

کے موافق آفتاب کے انوار وتجلیات کا عکس قبول کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے قلب پر آپ ﷺ کی شان صدیقیت کا عکس پڑا تو صدیق ہوگئے اور حضرت عمرؓ کے قلب پر شان تحدیث اور مکالمہ خداوندی کا عکس پڑا تو محدث اور ملہم ہوگئے۔ آپ کی شان امانت کا پرتوہ ابوعبیدہؓ پر پڑا تو امین الامت کہلائے۔ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) پر آپ ﷺ کی شان تعلیم الکتاب والحکمۃ کا عکس پڑا تو فقہاء امت کہلائے۔ ابوذر غفاریؓ پر حضور ﷺ کی شان زہد اور استغناء عن الدنیا کا عکس پڑا تو زاہد امت کہلائے۔ غرض یہ کہ ہر شخص نے اپنی اپنی فطرت اور طبیعت کے مناسب کمالات نبوت کے انعکاس کو قبول کیا اور اس رنگ میں رنگا گیا۔

خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کمالات صوریہ اور معنویہ اور احوال ظاہری اور باطنی دونوں کی جامع تھی۔ احوال باطنی کہ جس میں منجانب اللہ حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ لسان شریعت میں اس کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں اور احکام ظاہری کہ جس میں حلال وحرام کے احکام امت کو بتلائے جاتے ہیں۔ ان احکام کے مجموعہ کا نام شریعت ہے اور ظاہر ہے کہ ولایت کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے اور شریعت کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔ اس لئے احکام شریعت دوسروں پر حجت ہیں نہ کہ احکام ولایت، ولایت حجت لازمہ ہے۔ بشرطیکہ قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو اور شریعت حجت ملزمہ ہے۔ جس سے دوسروں پر الزام اور حجت قائم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ولایت اور شریعت دونوں نبوت ورسالت کے دو شعبے ہیں۔ اس لئے شیخ اکبرؒ نے شعبہ ولایت کو غیرتشریعی نبوت کے عنوان سے اور شعبہ شریعت کو تشریعی نبوت کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اولیاء امت پر نبوت کے شعبہ ولایت کا انعکاس ہوا۔ (جس کو شیخ اکبرؒ نبوت غیرتشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں) جس سے علم لدنی کے چشمے ان حضرات کے قلوب صافیہ میں جاری ہوگئے اور قلوب کے امراض اور ان کے اسباب وعلامات اور ان کی تشخیصات اور معالجات ان پر منکشف ہوئے اور اسی گروہ نے احوال باطنی کی محافظت کی اور علم الاحسان یعنی علم التصوف کو مدون کیا۔

اور فقہاء اور مجتہدین کے قلوب پر نبوت کے شعبہ شریعت کا عکس پڑا۔ (جس کو شیخ

اکبر رحمۃ اللہ علیہ نبوت تشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں) جس سے ان حضرات کی بصیرت اور عقل اور فراست ایسی روشن اور منور ہوگئی کہ دن ہی میں ستارے نظر آنے لگے اور ثریٰ سے ثریا تک ان کی دور بین نگاہیں پہنچنے لگیں۔ کتاب اور سنت کی عمق اور گہرائیوں میں جو علم کے یواقیت اور جواہر مستور تھے۔ غوطہ لگا کر نکال لائے۔ اس طبقہ نے آپ ﷺ کی شریعت کی محافظت اور نگرانی کی اور علم احکام اور علم فقہ کو مدون کیا اور احکام شریعت کے حقائق اور دقائق اور لطائف ومعارف کے بیان میں تحقیق وتدقیق کے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ گئے جن کو دیکھ کر عقل یہ کہتی ہے۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

جس طرح آنحضرت ﷺ نے وحی خداوندی سے امت کو حلال وحرام کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح ائمہ اجتہاد رحمۃ اللہ علیہم نے آپ ﷺ کی شریعت کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل میں اجتہاد فرمایا اور احکام حلال وحرام مستنبط فرمائے اور عوام کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ حضرات فقہاء کا اجتہاد اور استنباط تشریع انبیاء کا ایک عکس اور پرتوہ ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریع قطعی اور یقینی ہے اور مجتہدین کی تشریع جو بصورت استنباط ظنی ہے۔ انبیاء کی تشریع مستقل ہے اور مجتہدین کی تشریع انبیاء کرام علیہم السلام کے بتلائے ہوئے علوم میں اجتہاد کر سکتے ہیں۔ خود بخود ایزاد نہیں کر سکتے۔ تشریع انبیاء میں نسخ ہے اور تشریع مجتہدین میں رجوع عن الاجتہاد ہے اور چونکہ نبوت میں شریعت اور تشریع غالب ہوتی ہے اور ولایت مغلوب۔ اس لئے حدیث: ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' اور حدیث ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' میں علماء کی تخصیص فرمائی اور اسی وجہ سے علماء قیامت کے دن انبیاء ورسل کی صف میں ہوں گے اور ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کا ایک دو عالم یا زیادہ اس کے یمین ویسار میں کھڑا ہوگا اور جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں پر شہید ہوں گے۔ اسی طرح اس امت کے علماء تمام امم پر شہید ہوں گے۔

یہ تمام مضمون (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۸۷) سے ماخوذ ہے۔ حضرات اہل علم اصل سے مراجعت فرما سکتے ہیں۔

الحاصل حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں نبوت کے دو شعبے ہیں۔ ایک تشریعی شعبہ

اور ایک غیرتشریعی شعبہ۔ غیرتشریعی شعبہ کا عکس قلوب اولیاء پر پڑا جس کا ظہور الہام اور انکشاف معارف اور صدور کرامات وخوارق عادات کی شکل میں ہوا اور نبوت کے تشریعی شعبہ کا انعکاس قلوب مجتہدین پر برنگ اجتہاد ہوا اور یہ اجتہاد حاشا وکلا ثم حاشا وکلا شریعت اور تشریع نہیں بلکہ تشریع نبوی کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتوہ اور معمولی سا ظل اور سایہ ہے۔

پس جس طرح کمالات الٰہیہ اور صفات خداوندی کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا الہ اور خدا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کمالات نبوت کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور عارفین رحمۃ اللہ علیہم اس پر متفق ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی اور حضور ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اور عارفین رحمۃ اللہ علیہم نبوت کے غیرتشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں نبی نہیں، اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اور مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نبوت کے تشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں نبی نہیں، اور دنیا میں کوئی ولی اور صوفی اس کا قائل نہیں کہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم غیرتشریعی نبی ہیں اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اور مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم تشریعی نبی ہیں۔ اگر علماء امت کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' میں کاف تشبیہ داخل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ مغائر ہوتے ہیں۔ اگر علماء امت کو نبوت مل سکتی تو ''کانبیاء بنی اسرائیل'' نہ فرماتے۔ بلکہ جس طرح بنی اسرائیل کو ''وجعل فیکم انبیاء'' سے خطاب کیا گیا۔ اسی طرح اس امت کو بھی کہا جاتا اور حدیث میں ہے: ''من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی'' جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا کہ نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس حدیث میں لفظ ''کانما'' بھی اختتام نبوت کی مشیر ہے۔ ''واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم''

دلیل دوم

''قال تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا''

اس آیت شریفہ میں حق جل شانہ نے ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ کہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو ہر طرح سے کامل اور مکمل کر دیا۔'' قیامت تک کے لئے معاش اور معاد کی تمام ضرورتوں کے لئے ایک مکمل دستور العمل عطاء

فرمایا کہ جو حکمت علمیہ اور عملیہ اور سیاست ملکیہ اور مدنیہ اور عقائد واعمال اور احکام حرام وحلال کا جامع ہے۔کوئی حکمت ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کو صراحۃً یا اشارۃً بیان نہ کردیا ہو۔ جو علوم اور معارف ادیان سابقہ میں تھے۔ان سب کا عطر اور لب لباب اس دین متین میں لے لیا گیا۔جس چیز کا صراحۃً بیان کرنا مناسب تھا اس کو صراحۃً بیان کردیا اور جس کو اشارۃً بیان کرنا تھا۔اس کو اشارۃً بیان کردیا۔غرض یہ کہ کوئی شئے ایسی نہیں چھوڑی کہ ضرورت اور حاجت ہو اور اس کو بیان نہ کردیا گیا ہو۔لہٰذا اب اس میں نہ کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ کمی اور زیادتی ہوسکتی ہے۔اسی لئے آپ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہوا اور تمام ادیان کا ناسخ ہوا اور تمام ادیان دین اسلام سے منسوخ ہوگئے۔معلوم ہوا کہ یہ دین آخری دین ہے اور یہ امت آخری امت ہے اور یہ نبی آخری نبی ﷺ ہیں۔اس لئے کہ ناسخ وہی ہوگا کہ جو آخر ہوگا اور اس اکمال دین سے ''میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کردیا۔'' کہ تم کو ایسا کامل اور مکمل دین عطاء کیا کہ جو کسی کو نہیں عطاء کیا اور اسی دین اسلام کو ہمیشہ کے لئے تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔یعنی قیامت تک دین اسلام ہی کا دور دورہ رہے گا۔اب اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا جو اس دین کو منسوخ کرے۔پس تم کو چاہئے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کامل دین پر استقامت نصیب فرمائے اور تمہارا جینا مرنا اور قبر سے اٹھنا اسی دین پر ہو۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:''**ھذہ اکبر نعم اللہ تعالیٰ علی ھذہ الامۃ حیث اکمل تعالیٰ لھم دینھم فلا یحتاجون الیٰ دین غیرہ ولا الیٰ نبی غیر نبیھم صلوات وسلامہ علیہ ولھذا جعلہ اللہ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الانس والجن**''

(تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۷۹)

(ترجمہ)''حق تعالیٰ شانہ کی اس امت پر یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس امت کو مکمل دین عطاء فرمایا کہ جس کے بعد نہ ان کو کسی دین کی حاجت ہے اور نہ کسی نبی کی ضرورت ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن وانس کی طرف مبعوث کیا۔''

پس اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ کیا بتلائے گا ضرورت تو اب کوئی باقی

نہیں۔ بفرض محال اگر وہ نبی ہوگا تو یقیناً بے ضرورت اور فالتو ہوگا اور ادنی عقل والا جانتا ہے کہ فالتو اور بے کار آدمی کہ جس کی کسی کو ضرورت نہ ہو۔ وہ کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔

یہ آیت شریف جس میں اس نعمت عظیم یعنی اکمال دین کا ذکر فرمایا ہے۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن یوم جمعہ میں آنحضرت ﷺ پر عصر کے وقت نازل ہوئی جس وقت کہ میدان عرفات میں چالیس ہزار قدوسیوں کا مبارک اور رشک ملائک مجمع آپ ﷺ کی ناقہ مبارک کے اردگرد تھا۔ اسی مجمع میں جو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اس کے متعلق حدیث میں ہے: ''**عن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ فی خطبة یوم حجة الوداع ایها الناس لا نبی بعدی ولا امة بعدکم فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم وادوا زکوٰة اموالکم طیبة بها انفسکم واطیعوا ولاة امرکم تدخلوا جنة ربکم (کذافی منتخب الکنز حاشیه مسند امام احمد بن حنبل** رحمۃ اللہ علیہ **ج ۲ ص ۳۹۱)** '' ﴿حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اب وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے پروردگار کی عبادت اور بندگی میں لگے رہو اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے رہو اور خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے رہو اور اپنے امراء اور خلفاء کی اطاعت کرتے رہو۔ اگر ایسا کرتے رہے تو ان شاء اللہ! تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔﴾

جس زمان اور مکان میں اکمال دین کی آیت نازل ہوئی اسی زمان اور مکان میں آنحضرت ﷺ نے یہ خطبہ دیا جس میں یہ اعلان فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ کیونکہ دین مکمل ہوگیا اس لئے اب نئے نبی کی ضرورت نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو امت کہاں سے ہو؟ یہ خطبہ درحقیقت اکمال دین کی آیت کی تفسیر اور شرح ہے تاکہ صراحۃً اور بداہۃً معلوم ہوجائے کہ اکمال دین کے اعلان سے ختم نبوت کا اعلان مقصود ہے۔

دلیل سوم

''**قال تعالیٰ: وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم (سورة النور:۵۵)** ''

﴿جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ بلاشبہ ہم تم کو زمین کا خلیفہ اور حاکم بنائیں گے۔ جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو بنایا تھا۔﴾

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے امت محمدیہ ﷺ پر ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ انعام نبوت کی خلافت اور نیابت کا ہے جس کا ظہور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ہوا اور خلافت کے معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔ پس اس آیت میں امت سے نبوت کا وعدہ نہیں بلکہ نبوت کی خلافت اور نیابت کا وعدہ ہے۔ یہ کسی آیت اور حدیث میں نہیں کہ ہم کسی کو نبوت عطاء کریں گے۔ حالانکہ اس آیت میں اس کے ذکر کا موقعہ تھا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ، اپنا انعام اور احسان بیان فرمارہے ہیں۔ اگر آئندہ کسی کو نبوت دینی ہوتی تو بجائے خلافت اور حکومت کے نبوت ورسالت کا وعدہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ نبوت ختم ہوچکی صرف خلافت باقی ہے۔

اب ہم اس بارے میں چند احادیث نقل کرتے ہیں جس سے یہ امر ان شاء اللہ! بخوبی واضح ہوجائے گا۔

’’عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال كانت بنوا اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا فما تامرنا قال فوابيعة الاول فالاول اعطوهم حقهم ان الله سائلهم عما استرعاهم متفق عليه (رواه البخاری فی كتاب الانبياء ومسلم فی كتاب الامارة)‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا انتقال ہوجاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہوجاتا اور البتہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے جو مسلمانوں کی سیاست اور انتظام کریں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ یعنی جب خلفاء بہت ہوں تو اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے پہلے بیعت کر چکے ہو اس کی بیعت کو پورا کرو اور ان کا حق اطاعت اور فرمانبرداری ادا کرو اور اگر خلفاء تمہارا حق رعایت نہ ادا کریں تو تم ان کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے حق رعیت کے متعلق سوال کرے گا۔﴾ (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی شریعت مستقل نہ تھی۔ بلکہ شریعت موسویہ اور حکم توریت کے تابع تھی۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں غیر مستقل اور غیر تشریعی نبی آتے رہے اس امت میں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ پہلی امتوں میں سیاست اور انتظام اور اصلاح کے لئے نبوت تھی اور اس امت مرحومہ میں سیاست واصلاح کے لئے نبوت کے قائم مقام خلافت ہوگی۔ نبوت ختم ہوچکی ہے، اصلاح اور سیاست کے لئے خلافت باقی رہے گی۔

’’وعن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالٰی بدأ ھذا الامر نبوۃ ورحمۃ وکائنا خلافۃ ورحمۃ وکائنا ملکا عضوضا وکائنا عتوا وجبریۃ وفساداً فی الایۃ (رواہ الطبرانی فی الکبیر کذافی کنزالعمال ج۶ ص۲۹)‘‘ ﴿آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اس امر کو نبوت اور رحمت بنا کر شروع فرمایا۔ پھر بعد چندے نبوت تو نہ رہے گی، صرف خلافت اور رحمت رہ جائے گی اور پھر کاٹ کھانے والی سلطنت اور پھر تکبر اور تجبر اور امت میں فساد ہوگا۔﴾

’’وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لی النبوۃ ولکم الخلافۃ (رواہ ابن عساکر کذافی الکنز ج۶ ص۱۸۰)‘‘ ﴿ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے نبوت ہے اور تمہارے لئے خلافت ہے۔﴾ (ابن عساکر)

حق جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: ’’یایھا الذین اٰمنوا اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم‘‘ ﴿اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اولی الامر کی یعنی علماء اور خلفاء کی۔﴾

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم دیا:

۱...... اطاعت خداوندی۔

۲...... اطاعت رسول۔

۳...... اطاعت اولی الامر۔

اوراولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا: ’’**فان تنازعتم فی شی فردوہ الیٰ اللہ والرسول** (الآیۃ)‘‘ ﴿پس اگر تم میں اوراولی الامر میں کوئی اختلاف اورنزاع پیش آجائے تو اللہ اوراس کے رسول کی طرف رجوع کرنا یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا۔﴾

اورحدیث میں اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا: ’’**السمع والطاعۃ حق مالم یؤمر بمعصیۃ فاذا امر بمصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ**‘‘ ﴿علماء اورامراء کی بات سننا اوران کی اطاعت حق اور واجب ہے۔ جب تک معصیت کا امر نہ کریں اور جب معصیت کا امر کریں اورحکم دیں تو پھران کی بات کا سننا اوراطاعت کرنا جائز نہیں۔﴾

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد جن کی اطاعت واجب ہوگی وہ اولی الامر ہوں گے۔ نبی نہ ہوں گے کیونکہ نبی سے نزاع اور اختلاف جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے نبی کی تو بے چون چرا اطاعت فرض ہے۔ ’’**کما قال تعالیٰ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ**‘‘

نیز حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اولی الامر اگر معصیت کا حکم دیں تو سمع اور اطاعت جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ معصیت کا حکم وہی شخص دے سکتا ہے جو نبی نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ نبی اور رسول ہو اور پھر اللہ کی معصیت کا حکم دے۔ نیز اختلاف اورنزاع کے وقت اللہ اوراس کے رسول یعنی قرآن اورحدیث کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ نزاع تو پیش آئے گا۔ زمانہ آئندہ میں، مگر حکم یہ ہے کہ گزشتہ رسول اوراس پر نازل شدہ کتاب اوراس کی شریعت کی طرف رجوع کرو۔ آئندہ نبی اوراس کی شریعت اور وحی کی طرف رجوع کا حکم نہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی صاحب وحی نہیں کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ آئندہ زمانے میں جو بھی نزاع پیش آئے اسی قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ نیز احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت سے اتباع کا حکم دیا۔ کسی ایک بھی حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد آنے والے نبی کا اتباع کرنا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

دلیل چہارم

’’قال اللہ عزوجل: واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین. فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون‘‘ ﴿اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد اور میثاق لیا کہ قسم ہے میری ذات کی کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر اخیر میں تمہارے پاس ایسا عظیم الشان رسول آئے جو تمہاری کتاب اور حکمت کی تصدیق کرے۔ (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر اس عہد کے بعد فرمایا کہ کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور میرے اس پختہ عہد کو قبول کیا؟ سب بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا کہ اچھا اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہو۔﴾

تاکہ جب اقرار کے ساتھ شہادت بھی جمع ہو جائے تو انکار نہ کرسکو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں اور خوب سمجھ لو کہ اس عہد کے بعد جو اس عہد سے روگردانی کرے گا تو ایسے ہی لوگ حکم عدولی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں اس عہد اور میثاق کا ذکر ہے جو حق تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں لیا وہ یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو تمہارے سب کے بعد آئیں گے اگر تم میں سے کوئی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی اور یہ رسول آخری نبی اور آخری رسول ہوگا۔

’’وعن قتادة انہ اخذ اللہ میثاقھم بتصدیق بعضھم بعضا والاعلان بان محمداً رسول اللہ واعلان رسول اللہ بان لا نبی بعدہ (کذافی الدرالمنثور)‘‘ ﴿حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اس بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اپنے اپنے زمانے میں اس کا اعلان کریں کہ محمد ﷺ کے رسول ہیں اور آپ اس کا اعلان کریں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ (درمنثور)

دلیل پنجم

’’قال اللّٰہ عزوجل واذیرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم. ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم‘‘ ﴿اور یہ کہ جب اٹھاتے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل (علیہ السلام) اور دعا کرتے تھے اے پروردگار! ہمارے قبول کر ہم سے بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اے پروردگار! ہمارے، اور کر ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر۔ بے شک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔﴾

ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک امت مسلمہ کے ظہور کی ہے۔ جس کی مصداق یہ امت محمدیہ ہے جو آخری امت ہے اور دوسری دعا سرور دوعالم نبی اکرم ﷺ کے ظہور سراپا سرور کی ہے۔

’’وعن ابی العالیة فی قوله تعالٰی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یعنی امة محمد ﷺ فقیل له قد استجیب لک ھو کائن فی آخر الزمان وکذا قال السدی وقتادة (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۳۳۱)‘‘ ﴿ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی: ’’ربنا وابعث فیھم...... الخ‘‘ تو اللہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ یہ امت مسلمہ اور یہ پیغمبر آخری زمانہ میں ہوگا۔ ایسا ہی سدی اور قتادہ سے مروی ہے۔﴾

’’ھو کائن فی آخر الزمان‘‘ سے خاتم النّبیین ہونا مراد ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ: ’’انا دعوتی ابی ابراھیم‘‘ یعنی میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

اس طرف مشیر ہے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں لکھا ہوا ہے: ''انہ کائن من ولدک شعوب حتی یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء'' ﴿تیری اولاد میں بہت قبائل اور گروہ ہوں گے۔ یہاں تک وہ نبی امی ظاہر ہو کہ جو خاتم الانبیاء ہوگا۔﴾ (کذا فی الطبقات ابن سعد ج۱ ص۱۰۷، خصائص کبریٰ للحافظ السیوطی ج۱ ص۹)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ فرمایا: ''ربنا وابعث فیھم رسولا'' یعنی اے اللہ اس امت مسلمہ میں ایک عظیم الشان رسول بھیج۔

اور یہ نہیں فرمایا: ''ربنا وابعث فیھم رسلا'' یعنی اے اللہ ان میں بہت سے نبی اور رسول بھیج۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف ایک رسول کے مبعوث ہونے کی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور کسی رسول کی حاجت نہ رہے۔ یاد رہے کہ اس امت مسلمہ کے ظہور کی دعا اور اس امت کا نام یعنی اسلام اور مسلمان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے تجویز فرمایا۔ ''کما قال تعالیٰ ملة ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا'' اور اس امت مرحومہ کے لئے نبی آخرالزمان ﷺ کے ظہور اور بعثت کی دعاء بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی جو بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا امت محمدیہ ﷺ پر عظیم الشان احسان ہے۔ اس لئے بمقتضائے ''ھل جزاء الاحسان الا الاحسان'' امت محمدیہ ﷺ پر یہ لازم قرار دیا گیا کہ ''اللھم صل علی محمد'' کے بعد ''کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم'' پڑھا کریں تاکہ اس احسان کا کچھ حق ادا ہو۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا یہ فرمائی تھی: ''رب ھب لی حکما والحقنی بالصلحین واجعل لی لسان صدق فی الاخرین'' ﴿اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور ملا مجھ کو نیکوں میں اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں۔﴾

آخرین سے آخری امت مراد ہے۔ قرآن کریم میں جابجا امت محمدیہ ﷺ کو آخرین سے تعبیر کیا ہے تاکہ اس امت کا آخری امت ہونا معلوم ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول فرمائی کہ آخرین یعنی اس آخری امت میں ''کما صلیت علیٰ ابراھیم'' کے ذریعہ سے قیامت تک آپ ﷺ کا ذکر خیر جاری فرمایا۔

دلیل ششم

’’هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون. وقال تعالٰی هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفٰی باللہ شهیدا. وقال تعالٰی هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون ‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ﷺ سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تاکہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اس کو اوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے۔﴾

ان تینوں آیتوں سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ دین تمام ادیان کے بعد آیا ہے اور تمام ملل اور ادیان کے لئے ناسخ بن کر آیا ہے اور یہ دین آخری دین ہے۔ قیامت تک یہی دین رہے گا۔ یہ آیت نبوت تشریعہ کے اختتام کی صریح دلیل ہے اور مرزا قادیانی کا دعویٰ بھی نبوت تشریعہ کا ہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم

’’قال تعالٰی: اولم یکن لهم آیة ان یعلمه علماء بنی اسرائیل‘‘ کیا لوگوں کے لئے یہ کھلی ہوئی نشانی نہیں کہ اس کتاب اور اس نبی کو علماء بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں، کہ یہ وہی کتاب اور وہی پیغمبر ہیں کہ جس کی پہلے سے آسمانی صحیفوں میں خبر دی جاچکی ہے۔ اہل علم اور اہل فہم کے لئے صداقت اور حقانیت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اس کی حقانیت کا اقرار اور اعتراف کریں۔ چنانچہ بعض تو اپنی خصوصی مجلسوں میں اس کا اقرار کرتے تھے۔ مگر دنیاوی مصالح کی بناء پر حق کو قبول نہیں کرتے تھے اور بعضوں نے اعلانیہ اس کا اقرار کیا اور مشرف باسلام ہوئے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارات اور آپ ﷺ کی صفات اور سمات کتب سماویہ میں مذکور تھیں اور اب بھی باوجود کاٹ تراش کے بہت کچھ باقی ہے۔

''کما قال تعالٰی: الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورته والانجیل. وقال تعالٰی الذین اتینهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناء هم وان فریقا لیکتمون الحق وهم یعلمون. الحق من ربک فلا تکونن من الممترین'' ﴿وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں۔ لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر۔ حق وہی ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو نہ ہو شک لانے والا۔﴾

آمدم برسر مقصد

اب ہم روایات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ توریت اور انجیل اور تمام صحف سماویہ میں آپ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا لکھا ہوا تھا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد تمام علماء بنی اسرائیل صرف نبی آخرالزمان ﷺ کے منتظر تھے۔ چونکہ توریت اور انجیل محرف ہو چکی ہے اور ابھی سلسلہ تحریف کا جاری ہے۔ اس لئے ہم نے اس باب میں زیادہ تر احادیث نبویہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم پر اعتماد کیا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر توریت، انجیل اور علماء بنی اسرائیل کی شہادتیں اور بشارتیں

پہلی شہادت

''عن الشعبی قال فی مجلة ابراهیم علیہ السلام انه کائن من ولدک شعوب حتی یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۷)'' ﴿امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے کہ اے ابراہیم تیری اولاد میں بہت سے گروہ ہوں گے۔ یہاں تک وہ نبی امی ظاہر ہو کہ جو خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی ہوگا۔﴾ (طبقات ابن سعد)

دوسری شہادت

''عن محمد بن کعب القرظی قال اوحی الله الٰی یعقوب انی

ابعث من ذریتک ملوکا وانبیاء حتی ابعث النبی الامیی الذی تبنی امته هیکل بیت المقدس وھو خاتم الانبیاء واسمه احمد (طبقات ابن سعد ج ۱ ص۱۰۷) ’’ ﴿محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں تیری اولاد میں سے بہت سے بادشاہ اور بہت سے نبی بھیجوں گا۔ حتیٰ کہ نبی امی کو بھیجوں گا یعنی اسی کو جس کی امت بیت المقدس کا ہیکل بنائے گی اور وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا اور نام اس کا احمد ہوگا۔﴾

تیسری شہادت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا کہ جو تجارتی کاروبار کیا کرتا تھا۔ جس رات آپ ﷺ تولد ہوئے تو وہ یہودی قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ یکا یک قریش سے پوچھنے لگا کہ کیا اس رات تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا ہم کو علم نہیں۔ یہودی نے کہا: ’’**انظروا یا معشر قریش واحصوا ما اقول لکم ولد اللیلة نبی ھذه الامة احمد الاخربه شامة بین کتفیه**‘‘ ﴿اے گروہ قریش! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تحقیق وتفتیش کرو۔ اس رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے احمد ﷺ اس کا نام ہے۔ آخری نبی ہے مہر نبوت اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ہے۔﴾

لوگ یہ سن کر مجلس سے اٹھے تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ اس رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی کو آکر خبر دی۔ یہودی نے کہا مجھ کو ابھی لے چلو اور اس مولود کو دکھلاؤ۔ قریش کے لوگ اس کو لے گئے اور جاکر اس مولود کو دکھلایا۔ یہودی جب آپ ﷺ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہوکر گر پڑا اور بہت حسرت سے کہا کہ اب نبوت اور کتاب بنی اسرائیل سے چلی گئی اور اہل عرب نبوت سے فائز اور کامیاب ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۰۶)

چوتھی شہادت

پچیس سال کی عمر میں جب حضور پرنور ﷺ خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت لے کر میسرہ رضی اللہ عنہ غلام کی معیت میں شام گئے اور سطورا راہب سے ملاقات ہوئی تو سطورہ راہب

نے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بہت غور سے دیکھا اور دیکھ کر یہ کہا: ’’ھو ھو آخر الانبیاء الی آخر القصة‘‘ یہ شخص یہی شخص آخری نبی ہے۔ (طبقات ابن سعد ج۱ص۱۰۱)

پانچویں شہادت

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک نبی کا منتظر ہوں کہ جو بنی اسماعیل اور پھر بنی عبدالمطلب میں سے ہوگا۔ مجھے امید نہیں کہ میں اس نبی کو پاؤں۔ میں اس نبی پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی برحق ہیں۔ اے عامر! اگر تو اس نبی کو پائے تو میرا اسلام پہنچانا۔

’’وساخبرک مانعته حتی لا یخفی علیک قلت هلم قال هورجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیله ولیس تفارق عینیه حمرة وخاتم النبوة بین کفیه واسمه احمد وهذا البلد مولده ومبعثه ثم یخرجه قومه منها ویکرهون ماجاء به حتی یهاجر الیٰ یثرب فیظهره امره فایاک ان تخدع عنه فانی طفت البلاد کلها اطلب دین ابراهیم فکل من اسئل من الیهود والنصاری والمجوس یقولون هذا الدین وراءک وینعتونه مثل مانعته لک ویقولون لم یبق نبی غیره (طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۰۵)‘‘ ﴿اور میں تجھ کو اس نبی کے حلیہ سے ایسی خبر دوں گا کہ تجھ کو کوئی اشتباہ نہ رہے گا۔ میں نے کہا ضرور بتلایئے۔ زید نے کہا نہ وہ طویل القامت ہوں گے نہ قصیر القامت میانہ قد ہوں گے اور بال بھی ان کے زیادہ نہ ہوں گے۔ سرخی ان کی آنکھوں سے جدا نہ ہوگی۔ مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان ہوگی۔ نام ان کا احمد ہوگا اور یہ شہر (یعنی مکہ) ان کی جائے ولادت اور مقام بعثت ہے اور پھر ان کی قوم ان کو مکہ سے نکالے گی اور اس نبی کے دین کو ناپسند کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ نبی یثرب یعنی مدینہ کی جانب ہجرت کرے گا اور وہاں جاکر اس کو غلبہ حاصل ہوگا۔ پس تو اس نبی کے بارہ میں دھوکہ نہ کھانا۔ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں تمام شہروں کو چھان مارا۔ یہود اور نصاریٰ اور مجوس جس سے بھی پوچھا سب نے یہی کہا کہ وہ دین آگے آنے والا ہے اور سب نے اس نبی کے وہی اوصاف بیان کئے جو میں نے تجھ سے بیان کئے اور سب کے سب یہی کہتے تھے کہ اب اس نبی کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔﴾

حضرت عامرؓ کہتے ہیں کہ میں مشرف باسلام ہوا تو آپ ﷺ کے سامنے زید کا قول نقل کیا اور زید کا سلام پہنچایا۔ حضور ﷺ نے زید کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعا رحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ میں نے زید کو جنت میں دامن کھینچتے ہوئے دیکھا۔

چھٹی شہادت

تبعہ شاہ یمن نے ایک مرتبہ بلاد عرب کا دورہ کیا۔ جب مدینہ منورہ پر گزر ہوا تو کسی وجہ سے مدینہ کے باشندوں کے قتل کا حکم دیا۔ وہ یہودی عالم بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو منع کیا اور یہ کہا: ''**فانها مهاجر نبی یکون فی آخر الزمان**'' ﴿یہ شہر اس نبی کا دارالہجرۃ ہے جو اخیر زمانہ میں ہوگا۔﴾

بادشاہ نے اپنا ارادہ ترک کیا اور واپس ہوا۔ جب مکہ مکرمہ پر گزر ہوا تو خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ انہیں دو عالموں نے بادشاہ کو پھر منع کیا اور کہا یہ گھر ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے۔

''**وانه سیکون له شان عظیم علی یدی ذالک النبی المبعوث فی آخر الزمان**'' ﴿اور اس خانہ کعبہ کی آئندہ زمانہ میں ایک عجیب شان ہوگی کہ جو اس نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوگی جو اخیر زمانہ میں مبعوث ہوگا۔﴾

بادشاہ نے خانہ کعبہ کا احترام کیا اور اس کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا اور یمن کو واپس ہوا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے اس قصہ کو متعدد طرق کے ساتھ ابی بن کعب اور عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عباس اور کعب احبار اور وہب بن منبہ (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۱۶۴)

ساتویں شہادت

معجم طبرانی میں جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ میں تجارت کے لئے شام گیا۔ وہاں مجھ کو ایک شخص ملا جو اہل کتاب میں سے تھا۔ مجھ سے کہا کہ کیا تمہارے بلاد میں کوئی نبی ظاہر ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس نے کہا کہ تم اس شخص کی صورت بھی پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ وہ شخص مجھ کو اپنے گھر لے گیا۔

''فساعة مادخل فنظرت الی صورة النبی ﷺ واذا رجل آخذ بعقب النبی ﷺ قلت من ھذا الرجل القابس علی عقبه قال انه لم یکن نبی الاکان بعده نبی الا ھذا النبی فانه لا نبی بعده وھذا الخلیفة بعده واذا صفة ابی بکر رضی اللہ عنہ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۲۵۱)'' ﴿داخل ہوتے ہی نبی کریم ﷺ کی تصویر پر نظر پڑی اور ایک آدمی کی تصویر دیکھی کہ جو نبی کریم ﷺ کی ایڑی پکڑے ہوئے ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہ جو آپ کی ایڑی پکڑے ہوئے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس سے پیشتر کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ اس کے بعد نبی نہ ہوا ہو۔ مگر یہ نبی کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ شخص کہ جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہے وہ ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔ غور سے دیکھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔﴾

آٹھویں شہادت

ہرقل شاہ روم کے نام آنحضرت ﷺ نے دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجا جس کا مفصل قصہ صحیحین میں مذکور ہے اور عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ اسی قصہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ہرقل شاہ روم نے رات کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے وفد کو بلایا اور ایک سونے کا صندوقچہ نکالا۔ جس پر قفل بھی سونے ہی کا تھا۔ اس صندوقچہ میں بہت سے خانے تھے جن میں ریشمی پارچوں پر تصویریں تھیں۔ بادشاہ نے وہ تصویریں دکھلائیں اور اخیر میں آنحضرت ﷺ کی تصویر دکھلائی۔ ہم نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر ہے۔

''فذکر انھا صور الانبیاء وانه خاتم ﷺ (فتح الباری ج۱ ص۱۸۴)'' ﴿اس پر بادشاہ نے کہا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی تصویریں ہیں اور یہ آخری تصویر خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔﴾

حافظ عسقلانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''اعتماد ھرقل فی ذلک کان علی ماطلع علیه من الاسرائیلات وعلی طافتحه بان النبی الذی یخرج فی آخر الزمان من ولد اسمعیل...... الخ! (فتح الباری ج۱ ص۱۸۴)'' ﴿ہرقل کا اعتماد آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اسرائیلی روایتوں پر تھا اور تمام اسرائیلی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ وہ نبی جو آخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

سے ہوگا۔﴾

حدیث ہرقل میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے علماء روم کو محل میں جمع کر کے یہ خطاب کیا: ''یامعشر الروم هل لكم فی الفلاح والرشد آخر الابدوان يثبت لكم ملككم (الحديث) ''﴿اے گروہ روم کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم کو دائمی اور ابدی فلاح اور رشد حاصل ہوجائے اور تمہاری سلطنت باقی رہے۔﴾

حافظ عسقلانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ''لانه عرف من الكتاب ان لا امة بعد هذه الامة ولا دين بعد دينها وان من دخل فيه من على نفسه فقال لهم ذلك (فتح الباری ج۸ ص۱۲۸) ''﴿بادشاہ نے یہ بات اس بناء پر کہی کہ بادشاہ کو کتب سابقہ اور صحف سماویہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوچکی تھی کہ اس امت کے بعد کوئی امت نہیں اور اس دین کے بعد کوئی دین نہیں۔ یعنی یہ آخری امت اور آخری دین ہے جو اس دین میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا۔ اس بناء پر ان کو دین محمدی ﷺ میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔﴾

اور یہی واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ مستدرک حاکم اور دلائل نبوت بیہقی میں مذکور ہے جس کو حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''واسانده لاباس به'' (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۴۹، سورۂ اعراف)

نویں شہادت

سعد بن ثابت سے مروی ہے کہ یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر کے علماء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جب صفات بیان کرتے تو یہ کہا کرتے تھے۔ ''انه نبی وانه لا نبی بعده واسمه احمد (خصائص کبریٰ للسیوطی ج۱ ص۳۷) ''﴿بلاشبہ یہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت اور انجیل میں ان کا نام احمد ہے۔﴾

دسویں شہادت

زیاد رضی اللہ عنہ بن لبید راوی ہیں کہ ہم مدینہ کے ایک ٹیلہ پر تھے کہ یکایک یہ آواز سنادی: ''یااهل يثرب قد ذهبت والله نبوة بنی اسرائيل هذا نجم قد طلع

بمولد احمد وهو آخر الانبیاء ومهاجره الی یثرب (خصائص کبریٰ ج۱ ص۲۷)'' ﴿اے اہل یثرب خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی۔ یہ ستارہ ہے کہ جو احمد ﷺ کی ولادت کی وجہ سے طلوع ہوا ہے اور وہ نبی ہیں اور آخری نبی ہیں ان کا دار ہجرت یثرب یعنی مدینہ ہوگا۔﴾ (فتلک عشرۃ کاملة)

دلیل ہشتم

''قال الله عزوجل: سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ. وقال تعالیٰ: ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی. فاوحی الله عبده ما اوحی. ماکذب الفواد مارای. افتمرونه علی مایری (الآیات)''

ان آیات مبارکہ میں حق جل شانہ نے اجمالاً واقعہ اسراء اور معراج کو ذکر فرمایا ہے جس سے مقصود حضور پرنور ﷺ کی فضیلت اور سیادت کو ظاہر کرنا ہے کہ فرش سے لے کر عرش تک معراج سوائے سیدالاولین والآخرین اور خاتم الانبیاء والمرسلین کے کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں۔ واقعہ کی تفصیل کتب حدیث اور کتب سیر میں مذکور ہے۔ اس وقت ہم واقعہ اسراء کی چند روایتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے حضور پرنور ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

پہلی روایت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوکر جبرائیل آمین علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا، جنہوں نے آپ ﷺ کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ ''السلام علیک یا اوّل، السلام علیک یا اخر، السلام علیک یا حاشر'' جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کے سلام کا جواب دیجئے اور اس کے بعد بتلایا کہ جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

(رواہ البیہقی فی الدلائل تفسیر ابن کثیر ج۶ ص۸، سورۂ اسراء، زرقانی شرح مواہب ج۶ ص۴۰)

دوسری روایت

حضور ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو انتظار میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام موجود تھے اور ایک گروہ عظیم فرشتوں کا بھی تھا ایک موذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی گئی اور جبرائیل علیہ السلام کے اشارہ سے نبی اکرم ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہوگئی تو فرشتوں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے یہ جواب دیا: ’’هذا محمد رسول الله خاتم النّبيين‘‘ ﴿یہ محمد رسول اللہ خاتم النّبیین ہیں۔﴾

فوائد

۱...... حضور ﷺ کا تمام انبیاء کرام کی امامت فرمانا یہ آپ ﷺ کے سید الاولین والآخرین ہونے کی صریح دلیل ہے۔ بلکہ مقصد ہی امامت سے یہ تھا کہ تمام انبیاء پر حضور ﷺ کی سیادت اور افضلیت ظاہر ہو۔

۲...... ختم جماعت کے بعد فرشتوں کا سوال کرنا اور جبرائیل امین کا یہ جواب دینا کہ ہٰذا محمد رسول اللہ خاتم النّبیین اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کی محفل نورالتیام میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کا اعلان ہوجائے۔

۳...... حضرات انبیاء اور ملائکہ کرام نے حضور ﷺ کی اقتداء کی اور حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ظاہر یہی ہے کہ کسی نے آپ ﷺ کے پیچھے کوئی حرف فاتحہ وغیرہ کا نہیں پڑھا۔ سب نے نہایت خاموشی کے ساتھ حضور ﷺ کی قرأت کو سنا۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں بلکہ درحقیقت خلاف ادب ہے۔

عجب ست کہ بوجودت وجود من بماند　　　تو بگفتن اندر آئی مارا سخن بماند

تیسری روایت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ’’یا بنی انک لاق ربک اللیلة وان امتک آخر الامم واضعفها فان استطعت ان تکون حاجتک

کلها واجلها فی امتک فافعل آخرجه ابن عرفة فی جزء وابونعیم وابن عساکر (خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۶۲، تفسیر ابن کثیر ج۶ ص۲۸، سورۂ اسراء اور عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث وان امتک، آخرالامم تک فتح الباری ج۷ ص۱۶۹) ’’﴿اے بیٹے آج کی رات تم اپنے پروردگار سے ملو گے اور تیری امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے زیادہ کمزور اور ضعیف ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اپنی امت کی سہولت کے لئے کوشش کرنا۔﴾

چوتھی روایت

ابوہریرۃؓ سے معراج کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ جب حق جل وعلا نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے قرب اور مکالمہ سے سرفراز فرمایا تو اس میں یہ ارشاد فرمایا: ’’وجعلت امتک هم الاولین والآخرین وجعلت من امتک اقواما قلوبهم انا جیلهم وجعلتک اوّل النّبیین خلقا وآخرهم بعثا وجعلتک فاتحا وخاتما (خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۷۴، ابن کثیر ج۱ ص۳۴، سورۂ اسراء) ’’﴿اور میں نے تیری امت کو اوّل امم اور آخرامم بنایا۔ یعنی فضیلت اور مرتبہ کے اعتبار سے اوّل اور ظہور کے اعتبار سے آخری امت اور تیری امت میں ایک قوم ایسی بنائی کہ جن کے دل انجیل ہوں گے۔ یعنی حفاظ قرآن اور تم کو نورانی اور روحانی اعتبار سے پہلا نبی اور بعثت کے اعتبار سے آخری نبی بنایا اور تم کو ہی دورۂ نبوت کا فاتح اور خاتم بنایا۔﴾

پانچویں روایت

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کے بعد عرش تک پہنچے اور قرب خاص اور مکالمہ خداوندی سے مشرف ہوئے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرش کائنات کا آخری مقام ہے۔ آخری نبی کو آخری مقام تک سیر کرائی تاکہ ان کا آخری نبی ہونا خوب واضح اور آشکارا ہو جائے۔

دلیل نہم

’’قال اللہ عزوجل، عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا‘‘

﴿عنقریب تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔﴾

احادیث متواترہ اور جمہور اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ علیہم کے اقوال اس پر متفق ہیں کہ مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے اور احادیث متواترہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کی درخواست کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوگا اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر منتہی اور مختتم ہوگا۔ شفاعت کی طویل حدیث میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اوّلین اور آخرین جب شفاعت کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو یہ عرض کریں گے: ''انت الذی فتح اللہ بک وختم وغفرلک ما تقدم وما تاخر (رواہ ابن ابی شیبۃ فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۷۸)'' ﴿آپ ہی ہیں وہ کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نبوت کو شروع کیا اور آپ ﷺ پر نبوت کو ختم کیا اور اگلی پچھلی بھول چوک سب معاف کی۔ لہٰذا اب آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ کیونکہ جب آپ ﷺ کی لغزشیں سب معاف ہوچکی ہیں تو پھر شفاعت سے عذر کے لئے کوئی تصور ہی نہیں جس کی بناء پر عذر فرمائیں۔﴾

اور مسند احمد اور ابویعلی کی روایت میں ہے کہ جب اہل حشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں شفاعت کی درخواست لے کر حاضر ہوں گے تو عیسیٰ علیہ السلام جواب میں یہ فرمائیں گے: ''ان محمداً رسول اللہ خاتم النّبیین قد حضر الیوم وقد غفراللہ ماتقدم من ذنبہ وما تاخر (کذافی البدورالسافرہ الحافظ السیوطی ص ۶۸)'' ﴿خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ آج تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اگلی پچھلی لغزش سب معاف کردی ہیں۔ لہٰذا ان کے پاس جاؤ۔﴾

اور ایک حدیث میں ہے کہ اہل حشر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ کہیں گے۔ ''یا محمد ﷺ انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء وغفراللہ لک ما تقدم من ذنبک وماتاخر اشفع لنا الیٰ ربک (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱، بخاری)'' ﴿اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کی ہیں جب اللہ نے آپ کو یہ مرتبہ عطاء کیا ہے تو ہمارے لئے شفاعت فرمائیے۔﴾

مقام محمود کی وجہ تسمیہ

اس قام کو مقام محمود اس لئے کہتے ہیں کہ اوّلین اور آخرین سب اس روز آپ ﷺ کی حمد وثناء کریں گے۔ یا وجہ یہ ہے کہ اس روز حضور سجدہ میں گریں گے اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب حمد وثناء کریں گے جس کا اسی وقت منجانب اللہ الہام اور القا ہوگا اور حکم ہوگا کہ سجدہ سے سر اٹھاؤ جو مانگو گے وہی عطاء ہوگا اور ’’**ولسوف یعطیک ربک فترضی**‘‘ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ہر اذان کے بعد حضور ﷺ کے لئے مقام محمود کی دعا

احادیث میں ہے کہ ہر اذان کے بعد یہ دعا مانگا کرو۔’’**وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته انک لا تخلف المیعاد**‘‘ اے اللہ تو ہمارے نبی ﷺ کو مقام محمود عطاء فرما جس کو تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی وہ دن دکھلا جس میں آپ ﷺ کی سیادت اور افضلیت اور آپ ﷺ کی خاتمیت اور ختم نبوت روز روشن کی طرح واضح ہوگی اور تمام اوّلین اور آخرین آپ ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کریں گے۔ یاد رہے کہ اس وقت اقرار کرنے والوں میں مرزائی اور قادیانی بھی ہوں گے۔ مگر اس وقت کا اقرار مفید نجات نہیں اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر اس وقت کسی مسلمان کی نظر کسی قادیانی پر پڑ جائے اور اس سے یہ کہے کہ تم آج کس منہ سے’’**انت رسول اللہ خاتم النّبیین**‘‘ کہہ کر شفاعت کی درخواست کرتے ہو۔ تم تو ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ مرزا قادیانی کو ڈھونڈ ھ لو جو تمہارے نزدیک ہر شان میں تمام انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں تو قادیانی صاحب اس کا جواب سوچ لیں؟

دلیل دہم

’’**قال اللہ عزوجل، یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ**‘‘ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو محکم اور مضبوط قول پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت اور قائم رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت سوال قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی اہل

ایمان اللہ کی توفیق سے دنیا میں بھی اور قبر میں سوال نکیرین کے وقت بھی کلمہ حق پر قائم اور ثابت قدم رہتے ہیں۔

’’وعن تمیم الداری ؓ فی حدیث طویل فی سوال القبر فیقول ای المیت الاسلام دینی ومحمد نبی وھو خاتم النبیین فیقولان له لصدقت رواه ابن ابی الدنیا وابویعلی (تفسیر درمنثور ج۶ ص۱۶۵)‘‘ ﴿تمیم داری ؓ سے ایک طویل حدیث ذیل میں مروی ہے کہ مردہ نکیرین کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النّبیین ہیں۔ نکیرین کہتے ہیں تو نے سچ کہا۔﴾

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار بھی قول ثابت میں داخل ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ختم نبوت پر استدلال صحیح ہے۔

فتلک عشرة کاملة

الحمدللہ! کہ ختم نبوت کی یہ دس دلیلیں ختم ہوئیں۔ یہ دس دلیلیں فقط دس دلیلیں نہیں بلکہ دلائل کی دس قسمیں ہیں اور ہر قسم کے تحت اس کے افراد اور جزئیات ہیں۔ انواع اور اقسام کے تعین سے انضباط میں سہولت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس ناچیز نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

اب اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اہل ہدایت کے لئے موجب استقامت اور اہل ضلالت کے لئے موجب ہدایت بنائے اور اس آوارہ اور ناکارہ کے حق میں موجب شفاعت بنائے۔

آمین یا رب العلمین

✿ ...... ✿ ...... ✿

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

شرائط نبوت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی و الصلوٰۃ و السلام علٰی سید الاصفیاء و خاتم الانبیاء و علٰی اٰلہ و اصحابہ البررۃ الاتقیاء عد انفاس الخلائق اجمعین علینا معھم یا ارحم الراحمین. اما بعد!

سلاطین عالم کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر کس و ناکس کو اپنا وزیر اور سفیر نہیں بناتے۔ وزارت اور سفارت کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو عقل اور فہم میں یگانہ روزگار ہو۔ بادشاہ اور اس کی حکومت کا وفادار اور اطاعت شعار ہو۔ صادق اور راست باز ہو۔ امانتدار اور دیانتدار ہو۔ جھوٹا اور مکار نہ ہو۔ زیرک اور دانا ہو کہ احکام شاہی کے سمجھنے میں غلطی نہ کرتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ! جب تک اس قسم کے اوصاف فاضلہ اور صفات کاملہ نہ ہوں گی اس وقت تک اس کو منصب وزارت وسفارت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔

جب شاہان دنیا کی مجازی اور فانی حکومت کی وزارت اور سفارت کے لئے یہ شرائط ہیں تو اس احکم الحاکمین اور شہنشاہ حقیقی کی نبوت اور خلافت کے لئے اس سے ہزارہا درجہ بڑھ کر شرائط ہوں گی۔ حافظ تور بشتی رحمۃ اللہ علیہ ''**المعتمد فی المعتقد**'' میں فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام ہمیشہ فرمان الٰہی کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا نفس اطاعت خداوندی میں ہمیشہ ان کا تابع اور مطیع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگ حضرات خداتعالیٰ کی معصیت سے معصوم ہوتے ہیں۔ اگر انبیاء معصوم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی بے چون وچرا اطاعت ومتابعت کا حکم نہ دیتا۔ انبیاء کی عقل دوسرے لوگوں کی عقل سے ارفع اور اکمل ہوتی ہے۔ ان کے ادراکات دوسروں کے ادراکات سے بہت زیادہ سریع اور تیز ہوتے ہیں۔ خطا اور غلطی سے محفوظ اور مامون ہوتے ہیں۔ ان کی رائے دوسروں کی رائے سے زیادہ تیز اور قوی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم وحی کو جس طرح انبیاء سمجھتے ہیں۔ دوسروں سے ممکن نہیں۔ ان کا حافظہ سب سے قوی ہوتا ہے اور فصاحت اور بلاغت اور تاثیر سخن میں بھی انبیاء تمام ابناء عصر پر غالب رہتے ہیں۔ ان کی ظاہری اور باطنی قویٰ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہیں۔ ان کا خلق نہایت نیک اور ان کی صورت بڑی وجیہ اور ان کی آواز نہایت عمدہ اور خوش اور غایت درجہ مؤثر ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ انبیاء جس طرح سیرت اور معنی کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اسی طرح صورت اور ظاہر میں بھی خوب تر اور پسندیدہ تر ہوتے ہیں۔'' انتہی!

(مترجما من الفارسیۃ بالہندیۃ)

اس زمانہ میں لوگوں نے نبوت اور رسالت کو ایک کھیل بنالیا ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ وحی اور الہام کے اشتہار شائع کرنے شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم مختصر طور پر نبوت کے کچھ شرائط ذکر کرتے ہیں جو عین عقل سلیم کے مطابق ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ کسی عقل والے کو ان کے قبول کرنے میں تردد نہ ہوگا اور جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ! ان پر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی حقیقت خوب واضح ہو جائے گی کہ وہ صادق تھا یا کاذب۔'' **فاقول وباللہ التوفیق وبیدہ اذمة التحقیق ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''**

شرط اوّل

عقل کامل

نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ کامل العقل بلکہ اکمل العقل ہو۔ نبی کے لئے عقل کامل کی ضرورت اس لئے ہے کہ نبی وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی نہ کرے۔ نیز جب تک عقل کامل نہ ہو، اس پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔ نبوت غباوت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ غبی کا نبی ہونا عقلاً محال ہے۔ ایک عاقل اور دانا کو غبی اور ناقص العقل پر ایمان لانے کا حکم دینا سراسر خلاف عقل ہے۔ غبی اور ناقص العقل تو اپنا بھی ہادی اور راہنما نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ وہ عقلاء اور اذکیاء کی ہدایت کے لئے مبعوث ہو۔ بچے اور عورتیں چونکہ ناقص العقل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بغیر ولی اور سرپرست کے اپنے مال میں بھی تصرف کرنے کے مجاز نہیں۔ حتیٰ کہ ناقص العقل کو بغیر ولی کے نکاح کرنے کی بھی اجازت نہیں اور عقلاً یہ بھی محال ہے کہ کسی غبی اور ناقص العقل شخص کو فقط غبی اور ناقص العقل لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا جائے۔ اس لئے کہ نبی اور امت جب دونوں ہی ناقص العقل ہوں گے تو پھر وہ دین عجیب حماقتوں کا مجموعہ ہوگا اور ایسے احمقانہ دین سے کسی صلاح وفلاح کی توفیق تو درکنار، خرابی ہی میں اضافہ ہوگا۔

بلکہ نبی کے لئے فقط کامل العقل ہونا کافی نہیں بلکہ اکمل العقل ہونا ضروری ہے۔ یعنی عقل اور فہم میں اس درجہ بلند ہو کہ اس زمانہ میں کوئی اس کی نظیر نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ ناممکن

ہے کہ کسی امتی کی عقل کسی نبی کی عقل سے بڑھ کر ہو۔ نبوت کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نبی اپنی تمام امت سے عقل، اور دانائی میں بالا اور برتر ہو۔ کسی بڑے سے بڑے عاقل کی عقل اس کے ہم پلہ اور پاسنگ نہ ہو۔

دوسری شرط

حفظ کامل

نبوت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا حافظہ فقط صحیح اور درست ہی نہ ہو، بلکہ کامل الحفظ اور بلکہ اکمل الحفظ ہو۔ معاذ اللہ! اگر نبی کا حافظہ خراب ہوتو اس کو اللہ کی وحی بھی پوری یاد نہ رہے گی۔ بسا اوقات ایک لفظ کی کمی سے بھی حکم میں زمین وآسمان کا فرق ہو جاتا ہے اور جب نبی کا حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے بندوں تک اللہ کی وحی، اور اس کا حکم پورا پورا نہ پہنچے گا تو وہ بجائے ہدایت کے گمراہی کا سبب ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب ابتداء بعثت میں جبرائیل امین آنحضرتﷺ کے پاس وحی لے کر نازل ہوتے تو حضورﷺ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے۔ مبادا کوئی لفظ قرآن کا بھول جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

’’لا تحرک به لسانک لتعجل به. ان علینا جمعه وقرانه. فاذا قراناه فاتبع قرانه. ثم ان علینا بیانة القیامة‘‘ ﴿نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان شتاب، اس کو سیکھ لے۔ وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو سمیٹ رکھنا اور پڑھنا۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں، تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے۔﴾

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: **’’سنقرئک فلاتنسی. الا ماشاء الله (سورة اعلیٰ)‘‘** ﴿ہم پڑھا دیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا مگر جو چاہے اللہ۔﴾

اب ہم خود مرزا قادیانی کے اقرار سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی نہ عقل درست تھی اور نہ حافظہ۔

اقرار مراق

مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات اور اعلانات میں اپنے مراق اور مالیخولیا اور خرابی

حافظہ کا صاف اقرار کیا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا، تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔'' (ارشاد مرزا قادیانی مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ماہ جون ۱۹۰۶ء، ملفوظات ج۸ ص۴۴۵)

''مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب میں موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم اور سوء ہضم تھا۔''

(از رسالہ ریویو قادیان ص۱۰، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

خرابی حافظہ کا اقرار

''مکرمی اخویم سلمہ، میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ حافظہ کی یہ ابتری (یعنی بدترین حالت) ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔''

(خاکسار غلام احمد از صدر انبالہ احاطہ ناگ پھنی، مکتوبات احمدیہ ج۵، نمبر۳ ص۲۱، مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی)

مرزائے قادیان میں عقل اور حافظہ دونوں کا فقدان

مرزا قادیانی میں نبوت کی یہ دونوں شرطیں مفقود تھیں۔ مرزا قادیانی کو اپنے مراق (مالیخولیا) اور خرابی حافظہ کا خود اقرار اور اعتراف ہے۔ مرزا قادیانی حافظ قرآن نہ تھے۔ مسلمانوں کے بچوں کے برابر بھی حافظہ نہ تھا۔ حالانکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ میری بعثت (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ بلکہ اس سے بھی اکمل ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، ۲۷۲، ۲۷۷، خزائن ج۱۶ ص۱۷۱، ۲۷۲، ۲۷۷ ملخص)

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو بعثت ثانیہ میں قرآن یاد نہ رہا تھا، نیز مرزا قادیانی کے اختلافات اور متعارض اور متناقض اقوال مرزا قادیانی کی خرابی حافظہ کی دلیل ہیں۔ مرزا قادیانی کو یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا لکھ چکا ہوں اور ناسخ و منسوخ کی تاویل مرزا قادیانی کی من گھڑت ہے۔ احکام میں تو کچھ چل سکتی ہے۔ لیکن واقعات اور خبروں میں نسخ جاری نہیں ہوتا۔ لہٰذا واقعات کے بیان میں مرزا قادیانی کی جو متعارض عبارتیں ہوں گی

ان میں سوائے خرابی حافظہ یا چالاکی کے اور کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ چالاکی سے مراد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے ہر مسئلہ میں دو دو اور تین تین اور چار چار مختلف اقوال ان کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ کچھ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق ہیں اور بہت کچھ اسلامی عقائد کے خلاف ہیں۔ تاکہ جیسا موقع ہو ویسی ہی عبارت مرزا قادیانی کی کتاب سے پیش کر دی جائے۔ جب مرزا قادیانی کا اسلام ثابت کرنا ہو تو مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں دکھلا دی جائیں جو مسلمانوں کے اجتماعی عقائد کے مطابق دعویٰ نبوت سے پہلے لکھی ہیں اور جب اپنی مرزائیت اور نیا دین پیش کرنا ہو تو دعویٰ نبوت کے بعد کی عبارتیں دکھلا دی جائیں۔ غرض یہ کہ مرزا قادیانی کے تھیلے میں سب کچھ ہے۔ ختم نبوت بھی اور دعویٰ نبوت بھی۔ حیات مسیح بھی ہے اور وفات مسیح بھی۔ نزول مسیح بھی ہے، اور نزول مسیح کا انکار بھی۔ مرزا قادیانی کے اختلافات اور متعارض اقوال پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی شخص کے اقوال میں اتنا اختلاف نہیں، جتنا کہ مرزا قادیانی کے اقوال میں ہے۔

مرزا قادیانی کو یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور ہندوؤں کی بھی کتابیں یاد ہونی چاہیں

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں تمام انبیاء (حقیقت الوحی حاشیہ ص۷۳، خزائن ج۲۲ ص۷۶) اور کافروں اور ہندوؤں کے اوتاروں کا بروز ہوں۔

(لیکچر سیالکوٹ ص۳۴، خزائن ج۲۰ ص۲۲۸)

اس لئے مرزا قادیانی کو توریت اور انجیل اور زبور کے علاوہ چاروں وید وغیرہ بھی یاد ہونے چاہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کو توریت اور انجیل اور زبور اور وید کا ایک ورق بھی یاد نہ تھا۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تیس آیتوں سے صراحۃً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور ممات ثابت ہے۔ (ازالہ اوہام ص۵۹۸، خزائن ج۳ ص۴۲۳)

لیکن سوال یہ ہے کہ

مرزا قادیانی دعویٰ نبوت سے پہلے اگرچہ نبی نہیں بنے تھے لیکن مجدد اور محدث اور ملہم من اللہ تو بن چکے تھے اور اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی

حیات اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا اعلان فرمار ہے تھے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

کیا اس وقت یہ تیس آیتیں مرزا قادیانی کی نظر سے مخفی ہوگئی تھیں؟ ظاہر یہ ہے کہ مرزا قادیانی مجدد بنیں یا نبی، قرآن کی تلاوت ضرور فرماتے ہوں گے اور صلوٰۃ الاوابین کی بیس رکعتوں اور تہجد کی آٹھ رکعتوں میں قرآن کریم کے کئی کئی پارے ضرور پڑھتے ہوں گے۔ جن میں وفات مسیح کی آیتیں بھی گزرتی ہوں گی تو پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود مجدد اور ملہم من اللہ ہونے کے ان تیس آیتوں سے حضرت مسیح کی وفات کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کے برعکس اپنی الہامی کتاب میں حیات مسیح اور نزول مسیح کی اشاعت کررہے ہیں۔ کم عقلی کی یہ انتہاء ہے کہ جو مسئلہ قرآن کریم کی تیس آیتوں میں صراحۃً مذکور ہو، وہ باوجود مجدد اور ملہم من اللہ ہونے کے بھی نہ سمجھ میں آوے اور اگر غباوت نہیں تو صراحۃً مکر ہے اور جس طرح غبی اور بدعقل نبی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح صاحب مکر شخص نیک بھی نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ نبی ہو جائے۔

نبوت کی تیسری شرط

علم کامل

نبوت کی تیسری شرط یہ ہے کہ نبی کا علم ایسا کامل اور مکمل ہو کہ امت کے حیطہ ادراک سے بالا اور برتر ہو۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تمام اوّلین اور آخرین سے علوم میں بڑھا ہوا ہوں۔ (ازالہ اوہام ص۷۰۳، خزائن ج۳ ص۴۷۹)

لیکن یہ دعویٰ ایسا بدیہی البطلان ہے کہ جس کو سوائے نادان کے کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ مرزا قادیانی کی تصانیف کا علماء کی تصانیف سے موازنہ کر لیا جائے۔ نثر کا نثر سے اور نظم کا نظم سے، اردو کا اردو سے، فارسی کا فارسی سے اور عربی کا عربی سے اور انگریزی الہام کا انگریزی ادیبوں کے کلام سے موازنہ کر لیا جائے۔ ابھی مرزا قادیانی کا مبلغ علم معلوم ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں جو علماء تھے، ان کی تصانیف کو دیکھ لیا جائے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو سامنے رکھ کر مرزا قادیانی کی کتابوں کو دیکھا جائے۔ دو چار ہی ورق میں فرق معلوم ہو جائے گا۔

مرزا قادیانی کی تمام تصانیف میں...... سوائے اپنے کشف والہام اور تعلّی کے دعوؤں، دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص اور توہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گالیوں کے اور کیا ہے۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور آخرت کا شوق ورغبت نہیں حاصل ہوتی۔

میں مرزائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کا ترجمہ پڑھیں اور اس زمانہ کے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا خصوصاً مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کس طرح دل کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

قرآن کریم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام معجز نظام ہے اور حدیث نبی کریم ﷺ کا کلام فصاحت التیام ہے۔ جس کا درجہ فصاحت وبلاغت میں قرآن کریم کے بعد ہے۔ حضور پرنور ﷺ کے خطبات کا، عرب کے ادباء فصحاء اور بلغاء کے خطبات سے موازنہ کرلیا جائے۔ زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا اور حضور پرنور ﷺ کے جوامع الکلم اور کلمات حکمت وموعظت کا حکماء عالم کے کلمات حکمت سے موازنہ کرلیا جائے۔ حکماء عالم کی حکمت وموعظت کو حضور پرنور ﷺ کی حکمت وموعظت سے، وہ نسبت بھی نہ ملے گی جو قطرہ کو سمندر کے ساتھ یا ذرے کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اب مرزائی حضرات اپنے نبی پر نظر ڈالیں کہ جس کو وہ تمام انبیاء سابقین سے افضل اور نبی کریم ﷺ کا عین بلکہ آپ ﷺ سے شاید بہتر اور برتر سمجھتے ہیں۔ اس کی فصاحت وبلاغت پر نظر ڈالیں۔ کیا مرزا قادیانی اردو، فارسی ادب اور فصاحت وبلاغت میں ادباء زمانہ سے کچھ بڑھ کر تھے؟ مرزا قادیانی چونکہ ہوشیار تھے اس لئے اردو، فارسی ادب میں تو اعجاز کا دعویٰ نہ کیا کہ ابھی قلعی کھل جائے گی اور دنیا مذاق اڑائے گی۔ البتہ عربی زبان میں اعجاز کا دعویٰ کیا اور ''قصیدہ اعجازیہ'' لکھ کر اپنا معجزہ پیش کیا۔ علماء نے اس کے مقابل قصائد پیش کردیئے اور مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی عروضی اور صرفی اور نحوی اور ادبی غلطیاں شائع کردیں۔ جس کا اب تک مرزا قادیانی اور مرزائی حضرات سے جواب نہیں ہوسکا اور اگر ہوسکتا ہے تو اب جواب دیں۔

مرزا قادیانی کی فصاحت وبلاغت معلوم کرنے کا طریقہ

اگر کسی کو مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ پر ناز ہے تو ایک عام مجلس منعقد کر لی جائے۔ جس میں حجاز اور شام کے ادباء کو مدعو کیا جائے۔ اس میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کو پیش کیا جائے اور علمائے اسلام کی گرفتوں کو بھی پیش کیا جائے اور ادباء عرب سے دریافت کیا جائے کہ مرزا قادیانی کا قصیدہ اعجازیہ مصر کے مشہور شاعر شوقی اور حافظ ابراہیم کے قصائد کا پاسنگ بننے کے بھی قابل ہے یا نہیں؟

اور کوئی مرزائی دعویٰ کر کے تو دیکھے کہ مرزا قادیانی کے اردو شعر اکبر الہ آبادی کے اشعار کے پاسنگ بھی بن سکتے ہیں؟ مرزائی خوب جانتے ہیں کہ سارا ملک اردو زبان جانتا ہے۔ یہ دعویٰ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سنا جاسکتا۔ البتہ عربی زبان ایسی ہے کہ جس سے ملک کا اکثر طبقہ ناآشنا ہے۔ اس لئے عربی زبان میں دعویٰ اعجاز پر کمربستہ ہوئے اور قصیدہ اعجازیہ لکھ کر شائع کر دیا۔ جس پر قادیان کے کچھ نادان ایمان لے آئے جن کو نہ عربی کی خبر ہے نہ فارسی کی۔

مرزا قادیانی کے صحابی اور تابعی انگریزی زبان کے ماہر ہیں۔ مگر قرآن اور حدیث کی زبان کے ماہر نہیں۔ ماہر تو کیا ہوتے کافیہ اور علم الصیغہ کی بھی خبر نہیں۔ ایسے آدمیوں کی نہ تصدیق معتبر ہے اور نہ تکذیب۔

مرزا قادیانی اور ان کے صحابہ وتابعین کے امتحان کا طریقہ

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں تمام انبیاء کرام کا عموماً اور سرور دوعالم محمد عربی مصطفیٰ ﷺ کا ظل اور بروز بلکہ ان کا عین ہوں۔

(حقیقت الوحی ص۷۳ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۶ ملخص)

مرزا قادیانی کی عبارت کا احادیث نبویہ کی عربیت سے موازنہ کیا جائے اور مرزا قادیانی کے صحابہ اور تابعین کے عربی کلام کا نبی اکرم ﷺ کے صحابہ اور تابعین کے خطبات اور اشعار سے موازنہ کیا جائے بلکہ غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان محمد رسول اللہ ﷺ کی نثر اور نظم سے مقابلہ کرلیا جائے۔ ابھی مرزا قادیانی اور ان کے تابعین کا مبلغ علم معلوم ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کے خلیفہ ثانی

مرزا بشیر الدین محمود ربوہ میں موجود ہیں۔ ان کی عربی نثر ونظم کو کسی عربی ادیب کو دکھلایا جائے اور مرزا قادیانی کے خلیفہ ثانی تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے خطبوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ جس کا جی چاہے، امتحان کرے۔

نبوت کی چوتھی شرط

عصمت کاملہ ومستمرہ

شاہان دنیا کے تقرب کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضروری ہے۔ اپنے مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے۔ اسی طرح خداوند ذوالجلال کا مقرب اور پیغمبر وہی ہوسکتا ہے جو ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار ہو اور اس کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو۔

مرزا قادیانی اپنے اقرار سے بھی معصوم نہ تھے اور نہ اللہ کے دشمنوں سے بری اور بیزار تھے۔ یہود اور نصاریٰ سے جہاد اور قتال کو حرام سمجھتے تھے اور ان کے عروج اور ترقی کے لئے دعاگو تھے۔ (ازالہ اوہام حاشیہ ص۸۴۹، خزائن ج۳ ص۵۶۱ ملخص)

کافروں کے لئے دعا کا مطلب

کافروں کی حکومت اور سلطنت کے لئے دعا مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ کفر اور کافروں کو عزت اور عروج ہو اور اسلام اور مسلمان ذلیل اور خوار ہوں۔

سبحان اللہ! عجب پیغمبری ہے کہ جس کا مقصد ہی کفر کا عروج اور اسلام کا زوال ہے۔ نبوت کا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کافروں کی بات نیچی ہو۔ اللہ کا نام لینے والے عزیز اور سربلند ہوں اور اللہ کے دشمن ذلیل اور خوار ہوں اور کافر خدا کے دوستوں کے غلام اور باج گزار بن کر رہیں۔ مگر مرزا قادیانی کے دین میں معاملہ برعکس ہے۔ یہ عجب نبی ہے جو نصاریٰ کے لئے دعا کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے لئے بددعا۔

مرزا قادیانی سے یہ تو ممکن نہ ہوا کہ دنیا کو اپنی عصمت، طہارت اور نزاہت دکھلا سکیں۔ اس لئے انبیاء کرام کی عصمت ہی کا انکار کر دیا کہ نبی کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں تاکہ اپنی عصمت دکھلانی اور ثابت نہ کرنی پڑے۔ جس کا مطلب معاذ اللہ یہ ہوا کہ اے لوگو! میرے دعویٰ نبوت پر تم میری عصمت کو نہ جانچنا، کوئی نبی معصوم نہیں گزرا۔

اے مسلمانو! ذرا غور تو کرو کہ اگر نبی کے لئے عصمت لازم نہیں، تو پھر غیر معصوم کی اطاعت کیسے واجب ہوگی؟ اگر انبیاء کرام واجب العصمت نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت کا حکم نہ دیتا اور نہ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا۔

نبوت کی پانچویں شرط

صداقت اور امانت

نبوت کی ایک شرط یہ ہے کہ نبی صادق اور امین ہو۔ اس لئے کہ جھوٹا اور خائن کبھی نبی نہیں ہوسکتا اور مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں مرزا قادیانی کی پیشین گوئیوں کا جھوٹا ہونا ثابت کیا ہے۔

صادق اور کاذب کی تعریف

صادق اور سچا ہونے کے لئے ایک دو پیشین گوئیوں کا سچا ہو جانا کافی نہیں۔ کاہنوں اور نجومیوں کی بھی تمام پیشین گوئیاں جھوٹی نہیں نکلتیں۔ سچا وہ ہے کہ جس کی سب باتیں سچی ہوں اور جھوٹا وہ ہے کہ جس کی سب باتیں سچی نہ ہوں۔ اگرچہ اس کی بہت باتیں بلکہ اکثر باتیں سچی ہوں۔

اس زمانے میں جو لوگ جھوٹ کے مصنف ہیں یعنی پراپیگنڈے کے امام ہیں ان کی بھی تمام باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کی بھی اکثر باتیں سچی ہی ہوتی ہیں۔ مگر بایں ہمہ وہ جھوٹے ہی ہیں۔ پردہ پوشی کے لئے جھوٹ کا نام پراپیگنڈہ رکھ لیا ہے۔ مگر حقیقت اس کی ایسا اعلیٰ درجہ کا جھوٹ ہے کہ جس کو سننے کے بعد بڑے سے بڑا ہوشیار بھی سچی سمجھنے لگے۔

اسی طرح مرزائی حضرات کو یہ دیکھنا چاہئے کہ مرزا قادیانی کی کتنی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ چند پیش گوئیوں کے سچا ہونے سے کسی کا صادق اور راست باز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور اگر جھوٹے کے یہ معنی ہوں کہ اس کی کوئی بات بھی سچی نہ ہو، تو اس معنی کو، دنیا میں کوئی بھی جھوٹا نہیں نکلے گا۔ بلکہ اس معنی کو جھوٹا ہونا عقلاً محال ہے۔ اس لئے کہ یہ عقلاً ناممکن ہے کہ کسی شخص کی ہر بات جھوٹی ہو اور کوئی بات بھی اس کی سچی نہ ہو۔ خوب سمجھ لو۔ شیطان کی بھی ساری باتیں جھوٹی نہیں۔

مرزا قادیانی سے جب اپنا سچا ثابت کرنا ممکن نہ ہوا تو دوسرے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں کو جھوٹا ثابت کرنا شروع کیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو کہ جھوٹ بولنے سے نبوت میں فرق نہیں آتا اور معاذاللہ! میں (یعنی مرزا قادیانی) ہی جھوٹا نہیں۔ بلکہ اور پیغمبر بھی جھوٹے گزرے ہیں۔

نبوت کی چھٹی شرط

عدم توریث

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ کسی کی زمین اور جائیداد اور مال و دولت کا وارث ہو اور نہ اس کے بعد کوئی اس کا وارث ہو۔ حدیث متواتر سے ثابت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: ''**نحن معاشر الانبياء لا نرث ولا نورث ما تركنا صدقة**'' ہم گروہ انبیاء، نہ ہم کسی کے وارث اور نہ ہمارا کوئی وارث ہے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خدا کے لئے وقف ہوتا ہے۔

مگر مرزا قادیانی کے یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ خود بھی اپنے باپ کی زمین وجائیداد کے وارث ہوئے اور دعویٰ پیغمبری سے جو زمین اور جائیداد فراہم کی، انگریزی کچہری سے اس کی باضابطہ رجسٹری اپنی اولاد کے نام کرائی۔ جب سب کو معلوم ہوا اور قادیانی حضرات کو ہم سے ہزار درجہ بڑھ کر معلوم ہے۔ عیاں راچہ بیاں!

نبوت کی ساتویں شرط

زہد

نبوت کی ایک شرط زہد یعنی دنیا کی شہوات اور لذات سے بے تعلقی ہے۔ نبوت کا مقصد بندوں کو خدا تک پہنچانا ہے اور ظاہر ہے کہ شہوت پرستی بندوں کو خدا پرست نہیں بناسکتی۔ مگر مرزا قادیانی میں یہ شرط بھی مفقود ہے۔ مرزا قادیانی نے حطام دنیا کے جمع کرنے میں کوئی دقیقہ اور حیلہ نہیں چھوڑا۔ جس جس تدبیر اور حیلہ سے روپیہ جمع کر سکتے تھے وہ سب کچھ کیا۔ حتیٰ کہ اپنی تصویر تک فروخت کی اور کنچنی عورت (کسبی عورت) کے مال پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے فکر مند رہے۔ (سیرۃ المہدی ج۱ ص۲۶۱،۲۶۲)

اسے استعمال میں لانے کی دلیل بھی دی۔ (آئینہ کمالات ص۶۶۰،۶۰۱)

نبوت کی آٹھویں شرط

اعلیٰ حسب ونسب

نبوت کی ایک شرط یہ ہے کہ نبی حسب ونسب کے اعتبار سے اعلیٰ اور برتر ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے دریافت کیا: ’’**کیف نسبه فیکم**‘‘ محمد رسول اللہ ﷺ کا حسب ونسب کیسا ہے۔

ابوسفیان نے جواب دیا: ’’**هو فی حسب مالا نفضل علیه غیره**‘‘ یعنی وہ حسب ونسب میں سب سے بڑھ کر ہے۔

شاہ روم نے کہا: ’’**وکذلک الرسل تبعث فی احساب قومها**‘‘ یعنی انبیاء ہمیشہ بہترین خاندان میں سے مبعوث ہوتے ہیں تاکہ لوگ حسب ونسب کے لحاظ سے ان کو حقیر نہ سمجھیں۔

مرزا قادیانی میں یہ شرط بھی مفقود ہے۔ مرزا قادیانی مغل اور پٹھان تھے۔

(کتاب البریہ ص۱۴۴، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲)

سید اور ہاشمی تو کیا، شیخ زادہ بھی نہ تھے۔ خصوصاً مرزا قادیانی کا جیسا یہ دعویٰ ہے کہ میں عین رسول اللہ ہوں اور امام مہدی بھی ہوں تو عین رسول اللہ ہونے کی وجہ سے ہاشمی ہونے چاہئے تھے اور مہدی ہونے کی وجہ سے فاطمی یعنی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ کی اولاد سے ہونے چاہئے تھے۔ مگر نہ ہاشمی تھے نہ فاطمی بلکہ مغل تھے۔

نبوت کی نویں شرط

مرد ہونا

نبوت کی ایک شرط یہ ہے کہ نبی مرد ہو۔ ’’**قال اللہ تعالیٰ: وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیهم**‘‘ نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرد ہو۔ اس لئے کہ عورتیں ناقص العقل والدین ہوتی ہیں۔ پس اگر عورت کا نبی ہونا جائز رکھا جائے تو نبی کے عقل اور دین کا ناقص ہونا لازم آئے گا اور نبی کے دین اور عقل کا ناقص ہونا محال ہے۔ اس لئے کہ جب نبی ہی کی عقل اور نبی کا دین ناقص ہوگا تو امت کی عقل اور امت کا دین کیسے کامل ہوگا۔

نیز عورت کے لئے پردہ واجب ہے۔ کیونکہ بے پردگی موجب فتنہ ہے۔ لہٰذا اگر عورت نبی ہوتو دو حال سے خالی نہیں کہ پردہ کرے گی یا نہیں۔ اگر وہ پردہ کرے تو اس سے استفادہ کیسے ہوگا۔ نیز نبیہ کو بغیر دیکھے لوگ صحابہ کیسے بنیں گے۔ بغیر دیکھنے صحابیت کا شرف حاصل نہ ہوگا اور اگر پردہ نہ کرے تو موجب فتنہ ہوگی۔ خصوصاً جب کہ نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ حسین وجمیل اور حسن الصوت یعنی خوش آواز بھی ہو۔ (جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے) تو ایسی صورت میں حسین وجمیل اور خوش آواز (عورت) کا نبی ہونا، ہدایت کے بجائے فتنہ کا دروازہ کھولے گی۔

نبوت کی یہ شرط بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا ایک دعویٰ مریم ہونے کا اور حاملہ ہونے کا بھی تھا۔ (کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

اور ظاہر ہے کہ مریم اور حاملہ تو عورت ہی ہوسکتی ہے نہ کہ مرد۔ لہٰذا مرزا قادیانی اپنے اس اقرار کے بموجب مرد نہ ہوئے تو پھر نبی کیسے بنے۔

نبوت کی دسویں شرط

اخلاق کاملہ

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ صاحب نبوت اخلاق کاملہ اور کمالات فاضلہ کے ساتھ موصوف ہو۔ بدخلق اور بدزبان نہ ہو۔ یہ شرط بھی مرزا قادیانی میں مفقود ہے۔ ناظرین اور طالبین حق کے لئے ہم مرزا قادیانی کے اخلاق کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین اور قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کس درجہ کے اخلاق والے تھے۔ ناظرین کرام کی سہولت کے لئے مرزا قادیانی کی گالیوں کا حروف تہجی کے اعتبار سے نقشہ پیش کرتے ہیں۔

’’فتلک عشرة کاملة‘‘

مرزا قادیانی کی گالیوں کا حروف تہجی کے لحاظ سے نقشہ

الف

’’اے زود رنج‘‘	خزائن ج۱۴ ص۳۲۰	ایام الصلح ص۸۴
’’ان حاسد‘‘	خزائن ج۱۴ ص۳۲۲	ایام الصلح ص۸۶

’’اے بدقسمت، بدگمانو‘‘	خزائن ج۱۴ ص۳۴۱	ایام الصلح ص۱۰۳
’’اے مردارخور مولویو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱
’’اندھیرے کے کیڑو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱
’’اندھے‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۰۶	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۲
’’اے اندھو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۱۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۶
’’اے بدذات‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۲۹	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۵
’’اے خبیث‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۲۹	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۵
’’اے پلید دجال‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’ان احمقو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’اے نادانو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’آنکھوں کے اندھو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’اسلام کے عار‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۸
’’احمق‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۹
’’اے نابکار‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰
’’اومیرے مخالف‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۴۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۶۳
’’اے بدذات فرقہ‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۱	انجام آتھم ص۲۱
’’اعدی الاعداء‘‘	خزائن ج۱۱ ص۵۹	انجام آتھم ص۵۹
’’امام المتکبرین‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’اعمٰی‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۵۲	انجام آتھم ص۲۵۲
’’اغوی‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۵۲۱	انجام آتھم ص۲۵۲
’’الانام‘‘ (کالانعام)	خزائن ج۱۱ ص۲۶۵	انجام آتھم ص۲۶۵
’’استخوان فروش‘‘	خزائن ج۵ ص۳۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۸
’’اے بدبخت قوم‘‘	خزائن ج۲۱ ص۳۱۲	براہین احمدیہ پنجم ص۱۴۴
’’اے سست ایمانو‘‘	خزائن ج۲۱ ص۳۱۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۴۴
’’الو‘‘	خزائن ج۲۱ ص۳۳۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۶۵
’’ایہا الغوی‘‘	خزائن ج۱۹ ص۳۵۹	مواہب الرحمٰن ص۱۳۸

’’ایمانی ودیانت سے عاری‘‘	خزائن ج۸ص۵	نورالحق ج۱ص۳
’’اس فرومایہ‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۸۸	اعجاز احمدی ص۷۶
’’اے دیو‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۸۹	اعجاز احمدی ص۷۶
’’ان شریروں‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۶۰	الہدیٰ التبصرہ ص۱۶
’’آگ کے لادوٹٹوؤں‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۶۱	الہدیٰ التبصرہ ص۱۶
’’اے دروغ گو‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۰	نورالحق ج۱ص۸۹
’’ابلہ‘‘	خزائن ج۲۳ص۱۱	چشمہ معرفت ج۱ص۳
’’اے مردار‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	انجام آتھم ص۲۱
’’اے احمق‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۷۸	اشتہار انعامی ص۱۳
’’اسلام کے دشمنو‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۶۹	اشتہار انعامی ص۵
’’ابولہب‘‘	خزائن ج۹ص۲۹۴	ضیاءالحق ص۳۴
’’اسلام کے لے جائے عار‘‘	خزائن ج۸ص۳۰۳	اتمام الحجہ ص۲۳
’’امام الفتن‘‘	خزائن ج۸ص۳۰۳	اتمام الحجہ ص۲۴
’’اوّل درجہ کا متکبر‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲۱	ست بچن ص۹
’’انسانوں سے بدتر اور پلید تر‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص۱۶۶
’’اسلام کے دشمن‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص......
’’اسلام کے بدنام کرنے والے‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
’’اے بدبخت مفتریو‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
’’اے ظالم‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۱	انجام آتھم ص۲۱
’’ایہاالمکذبون الغالون‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۲۴	انجام آتھم ص۲۲۴
’’اے شیخ احمقاں‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’ایہاالشیخ الضال‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’اے بدقسمت انسان‘‘	خزائن ج۵ص۳۰۶	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۶
’’اوّل درجہ کے کاذب‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص د
’’اے اس زمانہ کے ننگ اسلام‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص د
’’اے کوتاہ نظر‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص د

’’اے نفسانی‘‘	خزائن ج۳ص۱۰۵	ازالہ اوہام ج اص۵
’’اے خشک‘‘	خزائن ج۳ص۱۵۷	ازالہ اوہام ص۴۹
’’اے اندھے‘‘	خزائن ج۲۱ص۱۶۶	ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۳، ۲۷
’’اے دیوانہ‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۲۴	ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۵۶
’’اے دروغ آراستہ کرنے والے‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۳۲	براہین احمدیہ پنجم ص ۱۶۵
’’اے غبی‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۲	مواہب الرحمٰن ص۱۳۱
’’اے مسکین‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۹	مواہب الرحمٰن ص ۱۳۸
’’انسانیت کے پیرایہ سے بے بہرہ اور برہنہ‘‘	خزائن ج۸ص۴	نور الحق ج اص۳
’’اغوا کرنے والے محمد حسین‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۶۹	اعجاز احمدی ص۵۷
’’اکڑباز‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۵۳	الہدیٰ والتبصرۃ ص ۸
’’اے بے ایمانو‘‘	مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۶۹	اشتہار انعامی تین ہزار ص۵
’’اندھے پادریوں‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۰۸	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۴

ب، پ

’’پلید ملاؤں‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۵
’’پلید جاہلوں‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۴	ایام الصلح ص ۱۶۶
’’پلید طبع مولوی‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۵
’’بداخلاقی اور بدظنی میں غرق ہونے والو‘‘	خزائن ج۱۴ص۳۲۰	ایام الصلح ص ۸۴
’’بدقسمت بدگمانو‘‘	خزائن ج۱۴ص۳۴۱	ایام الصلح ص ۱۰۳
’’بدتر‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۶
’’پلیدتر‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۶
’’پلید ملاؤں‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۶
’’پلید دل‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۸۸	ضمیمہ انجام آتھم ص۴
’’بے ایمانی اور بددیانتی‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۰

’’بدبخت‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۱
’’بےوقوف اندھے‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۶	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۳
’’بےایمان اور اندھے‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۶	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۳
’’بدذات‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۲۹	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۵
’’پلید دجال‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’بےنصیب‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۱	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۷
’’بےبہرہ‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۱	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۷
’’بدگوہری‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’بےوقوفوں‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’بندروں‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’باطل پرست بطالوی‘‘	خزائن ج۱۱ص۵۹	انجام آتھم ص۵۹
’’بطال‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’بدذات‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۰	انجام آتھم ص۶
’’بےہودہ‘‘	خزائن ج۵ص۳۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۱
’’بلید آدمی‘‘	خزائن ج۵ص۳۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص۲۰۸
’’بےچارہ‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۰	آئینہ کمالات اسلام ص۶۰۰
’’بدقسمت ایڈیٹر‘‘	خزائن ج۱۸ص۳۹۰	نزول المسیح ص۱۲
’’بےحیا‘‘	خزائن ج۱۸ص۴۴۰	نزول المسیح ص۶۲
’’پاگل‘‘	خزائن ج۱۸ص۴۴۲	نزول المسیح ص۶۴
’’پر بدعت زاہدو‘‘	خزائن ج۳ص۱۵۷	ازالہ اوہام ص۴۹
’’بدذاتی اور بدمعاشی اور بےایمانی‘‘	خزائن ج۲۲ص۲۲۲	حقیقت الوحی ص۲۱۲
’’بدگو‘‘	خزائن ج۲۲ص۴۴۵	حقیقت الوحی ص۱۴
’’بدکار آدمی‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۰	شہادۃ القرآن ص۱۰
’’برہنہ‘‘	خزائن ج۸ص۵	نور الحق ج۱ص۳
’’بھیڑیے‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۵۰	اعجاز احمدی ص۲۹
’’پلنگ‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۵۴	اعجاز احمدی ص۴۳

''بچھو''	خزائن ج۱۹ص ۱۸۸	اعجاز احمدی ص ۷۵
''بے حیاء''	خزائن ج۲۰ص ۴۰	تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸
''بالکل جاہل''	خزائن ج۷ص ۴۵	کرامات الصادقین ص ۳
''بالکل بے بہرہ''	خزائن ج۷ص ۴۵	کرامات الصادقین ص ۳
''پلیدوں''	خزائن ج۱۱ص ۳۰۸	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۴
''بے باک اور بے شرم''	خزائن ج۱۱ص ۱۸	انجام آتھم ص ۱۸
''پلید فطرت''	خزائن ج۱۱ص ۳۶	انجام آتھم ص ۳۶
''بداطوار''	خزائن ج۱۱ص ۲۰۴	انجام آتھم ص ۲۰۴
''بخیل''	خزائن ج۹ص ۳۰۰	ضیاءالحق ص ۳۸
''بدخلق''	خزائن ج۸ص ۸۸	نورالحق ج۱ص ۶۴
''بے ایمانو''	مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۶۹	اشتہار انعامی تین ہزار ص ۵
''بے عزتوں''	مجموعہ اشتہارات ج۱ص ۱۲۵	تبلیغ رسالت ج۱ص ۸۴
''بخیل طبع''	خزائن ج۹ص ۳۰۰	ضیاءالحق ص ۳۸
''بدبخت''	خزائن ج۱۱ص ۲۸	انجام آتھم ص ۲۸
''بڑا خبیث''	خزائن ج۲۲ص ۵۴۳	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۰۷
''بخیلوں''	خزائن ج۸ص ۳۰۶	اتمام الحجہ ص ۲۶
''بدبخت جھوٹوں''	خزائن ج۱۱ص ۲۸	انجام آتھم ص ۲۸
''بے راہ''	خزائن ج۲۲ص ۳۰۱	حقیقت الوحی ص ۲۸۸
''بے خوف''	خزائن ج۲۲ص ۵۹۴	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۵۶

ت

''تفقہ سے سخت بے بہرہ''	خزائن ج۵ص ۳۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص ۳۰۸
''تجھ سے زیادہ بدبخت اور کون''	خزائن ج۲۱ص ۳۲۵	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۵۷
''تو صبح کو الّو کی طرح اندھا ہو جاتا ہے''	خزائن ج۲۱ص ۳۳۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۶۵
''تو ملعون''	خزائن ج۱۹ص ۱۸۸	اعجاز احمدی ص ۷۵
''تجھ پر ویل''	خزائن ج۱۹ص ۱۹۳	اعجاز احمدی ص ۸۱

’’تکبر کا کیڑا‘‘	خزائن ج ۷ص ۶۳	کرامات الصادقین ص ۲۱
’’تمہاری ایسی تیسی ہے‘‘	مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۷۰	اشتہار انعامی تین ہزار ص ۵
’’تکفیر کا بانی‘‘	خزائن ج ۱۸ص ۲۳۸	دافع البلاء ص ۱۸
’’تقویٰ اور دیانت سے دور‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۳۰۷	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۳
تزویر و تلبیس	خزائن ج ۱۱ص ۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰

ث

’’ثناء اللہ کو علم اور ہدایت سے ذرہ مس نہیں‘‘	خزائن ج ۱۹ص ۱۵۵	اعجاز احمدی ص ۴۳
’’ثناء اللہ تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا‘‘	خزائن ج ۱۹ص ۱۶۳	اعجاز احمدی ص ۵۱

ج، چ

’’جاہل‘‘	خزائن ج ۱۴ص ۳۵۴	ایام الصلح ص ۱۱۶
’’چارپائے ہیں نہ آدمی‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۲۹۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۰
’’جاہل سجادہ نشین‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۸
’’جہلاء‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۸ حاشیہ
’’جھوٹے‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۲۸	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸ حاشیہ
’’جنگل کے وحشی‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۳۳۳	ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۹
’’جھوٹا‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰
’’جارغوی‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۲۴۱	انجام آتھم ص ۲۴۱
’’جاہلین‘‘	خزائن ج ۱۱ص ۲۵۴	انجام آتھم ص ۲۵۴
’’جانور‘‘	خزائن ج ۱۸ص ۳۸۶	نزول المسیح ص ۸
’’جاہل مخالف‘‘	خزائن ج ۸ص ۶۶	نور الحق ج ۱ص ۴۸
’’جنگلوں کے غول‘‘	خزائن ج ۱۹ص ۱۹۳	اعجاز احمدی ص ۸۱
’’چارپایوں‘‘ (درندوں)	خزائن ج ۷ص ۳۰۸	حمامتہ البشریٰ ص ۸۶ حاشیہ
’’چال باز‘‘	خزائن ج ۷ص ۶۵	کرامات الصادقین ص ۲۲
’’جلد باز مولویوں‘‘	خزائن ج ۴ص ۳۴۱	آسمانی فیصلہ ص ۳۱

’’جنگجو‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۰	نورالحق ص۸۹
’’چوروں‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲	آریہ دھرم ص۱۱
’’جاہل اخبار نویس‘‘	خزائن ج۹ص۲۹۶	ضیاءالحق ص۳۵
’’چالاک حاسدوں‘‘	خزائن ج۸ص۳۰۶	اتمام الحجہ ص۲۶
’’جھوٹ کا گوہ کھایا‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰
’’جاہلون‘‘	خزائن ج۵ص۴۰۲	آئینہ کمالات اسلام ص۴۰۲
’’جھوٹ بولنے کا سرغنہ‘‘	خزائن ج۱۸ص۳۸۷	نزول المسیح ص۹

ح

’’حاسد‘‘	خزائن ج۱۴ص۳۲۲	ایام الصلح ص۸۶
’’حرامی‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۰	شہادۃ القرآن ص۳
’’حرامزادہ‘‘	خزائن ج۹ص۳۲	انوارالاسلام ص۳۰
’’حرامی لڑکے‘‘ (یا ابن بغا)	خزائن ج۲۲ص۴۴۶	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴
’’حق پوش‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۳	شہادۃ القرآن ص۶
’’حیوانات‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۳۱	اعجاز احمدی ص۲۲
’’حاسدوں‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۵۳	الہدیٰ والتبصرہ ص۸
’’حریص‘‘	خزائن ج۸ص۸۸	نورالحق ج۱ص۶۴
’’حرص کے جنگل کے شیطان‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۰	نورالحق ج۱ص۸۹
’’حرص کی وجہ سے مکار‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۴	نورالحق ج۱ص۹۲
’’حلال زادہ نہیں‘‘	خزائن ج۹ص۳۱	انوارالاسلام ص۳۰
’’حاطب اللیل‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۰	آئینہ کمالات اسلام ص۶۰۰
’’حق کے مخالف‘‘	خزائن ج۸ص۳۰۴	اتمام الحجہ ص۲۵

خ

’’خبیث طبع‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’خنزیر سے زیادہ پلید‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’خالی گدھے‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۱	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۷

’’خشک زاہدو‘‘	خزائن ج۳ص۱۰۵	ازالہ اوہام کلاں ج۱ص۵
’’خشک ملاؤں‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۱۰	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۴۲
’’خبیث نفس‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۲	شہادۃ القرآن ص۵
’’خون پسند‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۱	شہادۃ القرآن ص۴
’’خیانت پیشہ‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲	آریہ دھرم ص۱۱
’’خبیث طینت‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۸
’’خبیث فرقہ‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۹ حاشیہ
’’خناسوں‘‘	خزائن ج۱۱ص۱۷	انجام آتھم ص۱۷ حاشیہ
’’خسیس ابن خسیس‘‘	خزائن ج۸ص۸۷	نورالحق ج۱ص۶۴
’’خراب عورتوں اور دجال کی نسل‘‘	خزائن ج۸ص۱۶۳	نورالحق ج۱ص۱۲۳
’’خبیث النفس‘‘	خزائن ج۹ص۲۵۹	ضیاءالحق ص۹
’’خودغرض مولویوں‘‘	خزائن ج۹ص۲۷۸	ضیاءالحق ص۲۲
’’خبیث القلب‘‘	خزائن ج۹ص۲۳	انوارالاسلام ص۲۱
’’خشک دماغ‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲۱	ست بچن ص۹
’’خدا کا ان مولویوں پر غضب ہوگا‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص۱۶۵
’’خسر الدنیا والآخرۃ‘‘	خزائن ج۸ص۳۰۴	اتمام الحجہ ص۲۵
’’خبیث فطرت‘‘	خزائن ج۲۲ص۵۹۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۵۶
’’خشک معلم‘‘	خزائن ج۵ص۶۱۱	آئینہ کمالات اسلام ص ز

د،ذ

’’ذلیل‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص۱۶۵
’’دل کے مجذوم‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’دشمن‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’دجال‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’دشمن اللہ، رسول‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰
’’ذلت کے سیاہ داغ‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳

’’دیانت ودین سے دور‘‘	خزائن ج۱۱ص ۱۹۸	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۹۸
’’دشمن عقل ودانش‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۴۱	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۴۱
’’دشمن انصار دین‘‘	خزائن ج۵ص ۶۱۰	آئینہ کمالات اسلام ص ہ
’’دروغ گو‘‘	خزائن ج۱۸ص ۳۹۰	نزول المسیح ص ۱۲
’’دیوانہ‘‘	خزائن ج۱۸ص ۴۴۲	نزول المسیح ص ۶۴
’’دنیا کے کیڑے‘‘	خزائن ج۲۱ص ۳۱۱	براہین احمدیہ پنجم ص ۱۴۳
’’دلوں کے اندھو‘‘	خزائن ج۲۱ص ۳۱۲	براہین احمدیہ پنجم ص ۱۴۴
’’دروغ گو مخبر‘‘	خزائن ج۶ص ۳۸۲	شہادۃ القرآن ص ھ
’’دورنگی اختیار کرنے والا‘‘	خزائن ج۶ص ۳۸۳	شہادۃ القرآن ص و
’’دیو‘‘	خزائن ج۱۹ص ۱۸۹	اعجاز احمدی ص ۷۶
’’ذریۃ البغایا‘‘	خزائن ج۵ص ۵۴۸	آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸
’’درندوں‘‘	خزائن ج۷ص ۳۰۸	حمامتہ البشریٰ ص ۸۶
’’دابۃ الارض‘‘	خزائن ج۳ص ۳۷۳	ازالہ اوہام کلاں ج۲ص ۵۱۰
’’ذئاب‘‘ (کالذئاب)	خزائن ج۱۸ص ۳۴۶	الہدیٰ والتبصرہ ص ۹۶
’’دنیا کے کتے‘‘	خزائن ج۱۲ص ۱۲۸	استفتاء ص ۲۰
’’دشمن حق‘‘	خزائن ج۱۲ص ۱۳۵	استفتاء ص ۲۷ حاشیہ
’’ذریت شیطان‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۰۸	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۴ حاشیہ
’’دجال اکبر‘‘	خزائن ج۱۱ص ۴۷	انجام آتھم ص ۴۷
’’دشنام دہ‘‘	خزائن ج۸ص ۱۲۰	نور الحق ج۱ص ۸۸
’’دل کے اندھے‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۷۸	اشتہار انعامی تین ہزار ص۵ حاشیہ
’’دجال کے ہمراہیو‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۶۹	اشتہار انعامی تین ہزار ص۵ حاشیہ
’’دیوثوں‘‘	مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۲۵	تبلیغ رسالت ج۱ص ۸۴
’’دنیا پرست‘‘	خزائن ج۹ص ۲۸۵	ضیاء الحق ص ۲۷
’’دین فروش‘‘	خزائن ج۹ص ۲۹۱	ضیاء الحق ص ۲
’’دیوانہ درندوں‘‘	خزائن ج۹ص ۲۹۶	ضیاء الحق ص ۳۵
’’ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۴۳	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۹

’’درندہ طبع‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۵۵	الہدیٰ والتبصرہ ص۱۸
’’دجال فربہ‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۰۴	انجام آتھم ص۲۰۴
’’دروغ آراستہ کرنے والے‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۳۲	ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ص۱۶۵
’’دل کے اندھے‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۷۸	اشتہار انعامی تین ہزار ص۵ حاشیہ
’’دجال کمینہ‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۰۶	انجام آتھم ص۲۰۶

ر،ز

’’ژاژخا‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۹ حاشیہ
’’زیادہ پلید‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’رئیس الدجالین‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’رئیس المعتدین‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’رأس الغاوین‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’رئیس المتصلفین‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’رنڈیوں کی اولاد‘‘	خزائن ج۵ص۵۴۸	آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸
’’رئیس المتکبرین‘‘	خزائن ج۵ص۵۹۹	آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۹
’’زودرنج‘‘	خزائن ج۱۴ص۳۲۰	ایام الصلح ص۸۴
’’زمانہ کے ظالم‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۰	ایام الصلح ص۸۴
’’زمانہ کے بدذات‘‘	خزائن ج۵ص۲۱۶	آئینہ کمالات اسلام ص۲۱۶ حاشیہ
’’رسول اللہ کے دشمن‘‘	خزائن ج۵ص۱۱۱	آئینہ کمالات اسلام ص۱۱۱
’’زمانہ کے ننگ اسلام‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص و
’’زیادہ بدبخت‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۲۵	براہین احمدیہ پنجم ص۱۵۷
’’روحانیت سے بے بہرہ‘‘	خزائن ج۱۲ص۱۰۸	ضمیمہ استفتاء ص۲

س،ش

’’شیطان‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۸۸	ضمیمہ انجام آتھم ص۴
’’شترمرغ‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۸
’’شیاطین الانس‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۸ حاشیہ

’’سؤروں‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’سیاہ داغ‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’شریر‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۴۱	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷
’’سیاہ دل‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
’’شیخ نجدی‘‘	خزائن ج۱۱ص ۱۹۸	انجام آتھم ص۱۹۸
’’سگان قبیلہ‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۲۹	انجام آتھم ص۲۲۹
’’شیخ احمقان‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’شیخ الضال‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’سلطان المتکبرین‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’شقی‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۲	انجام آتھم ص۲۵۲
’’سفہاء‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۳	انجام آتھم ص۲۵۳
’’شغال‘‘	خزائن ج۵ص ۲۹۵	آئینہ کمالات اسلام ص۲۰۴
’’شیطنت کی بدبو‘‘	خزائن ج۵ص ۳۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۱
’’سفلہ پن‘‘	خزائن ج۵ص۳۰۴	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۴
’’شیخ نامہ سیاہ‘‘	خزائن ج۵ص ۳۰۶	آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۶
’’سفیہوں کا نطفہ‘‘	خزائن ج۲۲ص ۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴
’’شریر‘‘	خزائن ج۲۲ص ۵۶۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۲۸ حاشیہ
’’سخت دل ظالم‘‘	خزائن ج۲۱ص ۲۷۵	ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ ص۱۱
’’سانپوں‘‘	خزائن ج۸ص۳۲	نورالحق ج۱ص۲۳
’’سادہ لوح‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۳۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۹
’’سخت جاہل‘‘	خزائن ج۳ص۳۷۳	ازالہ کلاں ج۲ص۲۱۱ص ۵۰۹
’’سخت نادان‘‘	خزائن ج۳ص۳۷۳	ازالہ کلاں ج۲ص۲۱۱ص ۵۰۹
’’سخت نالائق‘‘	خزائن ج۳ص۳۷۳	ازالہ کلاں ج۲ص۲۱۱ص ۵۰۹
’’شیخ مضل‘‘	خزائن ج۷ص ۶۹	کرامات الصادقین ص۲۷
’’شیخ مزور‘‘	خزائن ج۷ص۷۲	کرامات الصادقین ص۳۰
’’شیخی باز‘‘	خزائن ج۱۸ص ۲۵۵	الہدیٰ والتبصرۃ ص۱۰

''سفلہ دشمن''	خزائن ج۱۸ص۲۵۸	الہدیٰ والتبصرۃ ص۱۳
''شریر بھیڑیے''	خزائن ج۱۱ص۹	انجام آتھم ص۹
''سفیہ''	خزائن ج۸ص۹۶	نورالحق ج۱ص۷۲
''شرابیوں''	خزائن ج۸ص۱۳۲	نورالحق ج۱ص۹۹
''سخت دل مولویو اور منشیو''	خزائن ج۹ص۲۶	انوارالاسلام ص۲۵
''شیخ چلی کے بڑے بھائی''	خزائن ج۹ص۴۰	انوارالاسلام ص۳۹
''شریر مولویو''	خزائن ج۹ص۲۹۱	ضیاءالحق ص۳۲
''سخت ذلیل''	خزائن ج۱۱ص۲۴	انجام آتھم ص۲۴ حاشیہ
''شیخ ضال بطالوی''	خزائن ج۱۱ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
''سخت دروغ گو''	خزائن ج۱۸ص۴۴۴	نزول المسیح ص۶۶
''سست ایمانو''	خزائن ج۲۱ص۳۱۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۴۴
''شیخ الضلالۃ''	خزائن ج۱۹ص۱۸۸	اعجاز احمدی ص۷۶
''شیخ چال باز''	خزائن ج۷ص۶۵	کرامات الصادقین ص۲۲
''سوادالوجہ فی الدارین'' (دنیا آخرت میں روسیاہ)	خزائن ج۸ص۳۰۴	اتمام الحجہ ص۲۵
''سڑے گلے مردہ''	خزائن ج۱۱ص۳۴۶	ضمیمہ انجام آتھم ص۶۲
''سخت بدذات''	خزائن ج۱۱ص۹	ضمیمہ انجام آتھم ص۹
''سخت بے باک''	خزائن ج۱۱ص۱۸	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۸ حاشیہ
''سودائی''	خزائن ج۹ص۱۰	انوارالاسلام ص۱۰
''شیاطین''	خزائن ج۱۸ص۳۸۹	نزول المسیح ص۱۱
''سخت دل قوم''	خزائن ج۲۲ص۵۹۴	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۵۶
''شریرالنفس''	خزائن ج۱۰ص۳۱	آریہ دھرم ص۳۱
''شریر پنڈت''	خزائن ج۱۰ص۳۴	آریہ دھرم ص۳۱

ص، ض

''ضال بطالوی''	خزائن ج۱۱ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱

''ضال''	خزائن ج۸ص۹۶	نورالحق ج اص۷۲
''ضلالت پیشہ''	خزائن ج۲۲ص۳۲۴	حقیقت الوحی ص۳۱۱
''صریح بے ایمانی''	خزائن ج۱۴ص۳۲۶	ایام الصلح ص۸۹ حاشیہ

ط، ظ

''ظالم طبع''	خزائن ج۱۸ص۲۳۸	دافع البلاء ص۱۸
''ظالم''	خزائن ج۱۱ص۳۳۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۸
''ظالم مولوی''	خزائن ج۱۱ص۲۱	انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
''ظالم معترض''	خزائن ج۲۱ص۱۸۲	براہین احمدیہ پنجم ص۱۳
''ظالموں''	خزائن ج۱۲ص۱۲۸	استفتاء ص۲۰
''طوائف''	خزائن ج۱۱ص۳۰۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۳ حاشیہ
''ظالم طبع مخالفوں''	خزائن ج۱۸ص۳۸۶	نزول المسیح ص۸

ع، غ

''علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ''	خزائن ج۱۱ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
''عبدالشیطان''	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
''غالون''	خزائن ج۱۱ص۲۲۴	انجام آتھم ص۲۲۴
''غوی فی البطالۃ''	خزائن ج۱۱ص۲۳۰	انجام آتھم ص۲۳۰
''غاوین''	خزائن ج۱۱ص۲۵۴	انجام آتھم ص۲۵۴
''غول''	خزائن ج۱۱ص۲۵۲	انجام آتھم ص۲۵۲
''غبی''	خزائن ج۱۱ص۳۱۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۳۳
''عجب ناداں''	خزائن ج۲۲ص۵۵۱	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۱۵
''عجیب بے حیاء''	خزائن ج۲۲ص۵۸۷	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۹ حاشیہ
''غدار زمانہ''	خزائن ج۱۹ص۱۹۰	اعجاز احمدی ص۷۷
''عورتوں کے عار''	خزائن ج۱۹ص۱۹۶	اعجاز احمدی ص۸۳
''غول البراری''	خزائن ج۷ص۱۵۲	کرامات الصادقین ص و

''عدواللہ''	مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۷۹	اشتہار انعامی تین ہزار ص ۱۲
''غزنی کے ناپاک سکھو''	خزائن ج ۹ ص ۲۹۱	ضیاء الحق ص ۳۲
''عبدالحق کا منہ کالا''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۸
''غزنویوں کی جماعت پر لعنت''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۸
''علم اور درایت اور تفقہ سے سخت بے بہرہ''	خزائن ج ۵ ص ۳۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص ۳۰۸

ف،ق

''فقیری اور مولویت کے شتر مرغ''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۸
''فرعون''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۰	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶
''فمت یا عبدالشیطان''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۲	ضمیمہ انجام ص ۵۸
''فاسق آدمی''	خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴
''فریبی''	خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۰	اعجاز احمدی ص ۴۸
''فرومایہ''	خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸	اعجاز احمدی ص ۷۶
''قوم کے خناسوں''	خزائن ج ۱۱ ص ۱۷	انجام آتھم ص ۱۷ حاشیہ
''فتنہ انگیز''	خزائن ج ۸ ص ۳۰۳	اتمام الحجہ ص ۲۳

ک، گ

''کوتاہ اندیش علماء''	خزائن ج ۱۴ ص ۳۱۶	ایام الصلح ص ۸۰
''گندے اخبار نویس''	خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵
''گندی روحو''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱ حاشیہ
''کیڑو''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱ حاشیہ
''کتے''	خزائن ج ۱۲ ص ۱۲۸	استفتاء ص ۲۰
''گدھے''	خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱	ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۷
''کاذب''	خزائن ج ۵ ص ۶۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۱
''کج طبع''	خزائن ج ۵ ص ۳۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص ۳۰۱

’’گرفتار عجب و پندار‘‘	خزائن ج۵ص۶۰۰	آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۰
’’کوتہ نظر مولوی‘‘	خزائن ج۵ص ۶۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص و
’’کوڑ مغزی‘‘	خزائن ج۱۸ص۴۴۴	نزول المسیح ص ۶۶
’’گمراہ‘‘	خزائن ج ۲۲ص۵۵۱	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۱۵
’’کذاب‘‘	خزائن ج ۲۲ص ۵۶۵	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۲۸ حاشیہ
’’گدھوں‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۲۰	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۵۲
’’کیڑا‘‘	خزائن ج۲۱ص۳۳۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۶۵
’’کینہ ور‘‘	خزائن ج ۲۳ص ۳۳۶	چشمہ معرفت ج ۲ص ۱۳۱
’’گندہ زبان‘‘	خزائن ج ۲۳ص ۳۳۶	چشمہ معرفت ص ۳۲۱
’’گرگ‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۲	مواہب الرحمٰن ص ۱۳
’’کمینگی‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۲	مواہب الرحمٰن ص ۱۳
’’کم سمجھ‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۲۶	اعجاز احمدی ص ۱۸
’’کرگس‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۵۵	اعجاز احمدی ص ۴۳
’’گندا پانی‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۶۹	اعجاز احمدی ص ۵۷
’’کج دل‘‘	خزائن ج ۷ص ۴۸	کرامات الصادقین ص ۶
’’کمینوں‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۶۲	الہدیٰ والتبصرہ ص ۱۸
’’کمینہ‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۰۶	انجام آتھم ص ۲۰۶
’’گمراہی اور حرص کے جنگل کے شیطان‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۰	نورالحق ج۱ص ۸۹
’’کمینہ طبع‘‘	خزائن ج۱۰ص ۴۷	آریہ دھرم ص ۴۷
’’کتوں‘‘	خزائن ج۱۱ص ۳۰۹	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵
’’کالانعام‘‘	خزائن ج۱۱ص ۲۶۵	انجام آتھم ص ۲۶۵
’’کاذب‘‘	خزائن ج ۵ص ۶۰۱	آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۱
’’گمراہ‘‘	خزائن ج ۲۲ص۳۲۳	حقیقت الوحی ص ۳۱۰ حاشیہ

ل، م

’’مغرور فقرا‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۹۶	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۲
’’مردار خوار‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
’’مولوی جاہل‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۱۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۶
’’مولویت کے بدنام کرنے والو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶
’’منحوس چہروں‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳
’’مفتریو‘‘	خزائن ج۱۱ ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
’’منافق مولوی‘‘	خزائن ج۱۱ ص۴۹	انجام آتھم ص۴۹
’’مولویان خشک‘‘	خزائن ج۱۱ ص۶۹	انجام آتھم ص۶۹ حاشیہ
’’مستکبرین‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’معتدین‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۴۱	انجام آتھم ص۲۴۱
’’ملعونین‘‘	خزائن ج۱۱ ص۲۵۲	انجام آتھم ص۲۵۲
’’مخنثوں‘‘	خزائن ج۵ ص۴۰۲	آئینہ کمالات اسلام ص۴۰۲
’’معلم الملکوت‘‘	خزائن ج۵ ص۵۹۸	آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۸
’’مفتری‘‘	خزائن ج۱۸ ص۳۹۰	نزول المسیح ص۱۲
’’مردار‘‘	خزائن ج۱۸ ص۶۰۲	نزول المسیح ص۲۲۴
’’لئیموں‘‘	خزائن ج۲۲ ص۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴، ۱۵ حاشیہ
’’ملعون‘‘	خزائن ج۲۲ ص۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴، ۱۵ حاشیہ
’’مفسد‘‘	خزائن ج۲۲ ص۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴، ۱۵ حاشیہ
’’متعصب نادان‘‘	خزائن ج۲۱ ص۱۸۲	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۲۷
’’مفتری نابکار‘‘	خزائن ج۲۱ ص۲۷۵	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۱۱
’’لاف وگزاف کے بیٹے‘‘	خزائن ج۲۱ ص۳۱۷	ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۴۹
’’متعفن‘‘	خزائن ج۱۷ ص۲۰۵	تحفہ گولڑویہ ص۱۱۲

’’مسکین‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۹	مواہب الرحمٰن ص۱۳۸
’’مارسیرت‘‘	خزائن ج۸ص۳۲	نورالحق ج۱ص۲۳
’’مضل جماعت‘‘	خزائن ج۸ص۷۳	نورالحق ج۱ص۵۳
’’مچھر‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۵۵	اعجاز احمدی ص۴۳
’’مٹی سیاہ‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۶۹	اعجاز احمدی ص۵۷
’’متعصب‘‘	خزائن ج۷ص۴۸	کرامات الصادقین ص۲-۶
’’متکبر مولویوں‘‘	خزائن ج۷ص۶۷	کرامات الصادقین ص۲۴،۲۵
’’مضل‘‘	خزائن ج۷ص۶۹	کرامات الصادقین ص۲۷
’’مزور‘‘	خزائن ج۷ص۷۲	کرامات الصادقین ص و
’’مگس طینت مولویوں‘‘	خزائن ج۴ص۳۴۲	آسمانی فیصلہ ص۲۲
’’لادوٹٹوؤں‘‘	خزائن ج۱۸ص۲۶۱	الہدیٰ والتبصرہ ص۱۶
’’مخبط الحواس‘‘	خزائن ج۱۲ص۱۲۸	استفتاء ص۲۰
’’مردہ پرست‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۹ حاشیہ
’’مردار‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۹۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۹ حاشیہ
’’مکار‘‘	خزائن ج۸ص۱۲۴	نورالحق ج۱ص۹۲
’’معذول‘‘	خزائن ج۸ص۱۳۴	نورالحق ج۱ص۱۰۱
’’ناقص الفہم‘‘	خزائن ج۷ص۴۵	کرامات الصادقین ص۳
’’ناحق شناس‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲۰	ست بچن ص۸
’’موٹی سمجھ‘‘	خزائن ج۱۰ص۱۲۱	ست بچن ص۹
’’مولوی تمام روئے زمین کے انسانوں سے بدتر اور پلیدتر‘‘	خزائن ج۱۴ص۴۱۳	ایام الصلح ص۱۲۶
’’مخالفوں کی ذلت‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۱۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۸ حاشیہ
’’مولویوں کو ذلت‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴	انجام آتھم ص۲۴
’’مولوی سخت ذلیل‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴	انجام آتھم ص۲۴ حاشیہ

''مکذبوں''	خزائن ج ۱۱ص ۲۲۴	انجام آتھم ص ۲۲۴
''منحوس''	خزائن ج ۲۲ص ۴۴۵	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴
''مغرور''	خزائن ج ۲۲ص ۵۵۱	تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۱۵
''معمولی انسان''	خزائن ج ۳ص ۴۲۲	ازالہ خورد ج ۲ص ۹۶
''مجنون درندہ''	خزائن ج ۴ص ۳۲۴	آسمانی فیصلہ ص ۱۴
''محجوب مولوی''	خزائن ج ۴ص ۳۴۱	آسمانی فیصلہ ص ۱۹

ن

''نادان علماء''	خزائن ج ۱۴ص ۳۵۵	ایام الصلح ص ۱۱۷
''ناپاک طبع''	خزائن ج ۱۴ص ۴۱۳	ایام الصلح ص ۱۶۵
''نااہل''	خزائن ج ۱۱ص ۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱ حاشیہ
''ناسمجھ''	خزائن ج ۱۱ص ۳۱۷	ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۳
''نابکار''	خزائن ج ۱۱ص ۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰
''نادان''	خزائن ج ۱۱ص ۳۳۷	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳
''نابینا علماء''	خزائن ج ۱۱ص ۳۴۵	ضمیمہ انجام آتھم ص ۶۱
''نادان بطالوی''	خزائن ج ۱۱ص ۲۰	انجام آتھم ص ۲۰ حاشیہ
''نالائق''	خزائن ج ۱۱ص ۲۴	انجام آتھم ص ۲۴ حاشیہ
''نفاق زدہ''	خزائن ج ۱۱ص ۲۴	انجام آتھم ص ۲۴ حاشیہ
''نالائق نذیر حسین''	خزائن ج ۱۱ص ۴۵	انجام آتھم ص ۴۵
''نیم ملا''	خزائن ج ۵ص ۶۰۰	آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۰
''ننگ اسلام''	خزائن ج ۵ص ۶۰۸	آئینہ کمالات اسلام ص د
''نجاست خور''	خزائن ج ۱۸ص ۳۸۶	نزول المسیح ص ۸
''نفسانی مولویو''	خزائن ج ۳ص ۱۰۵	ازالہ اوہام ج ۱ص ۳
ناواقف	خزائن ج ۲۰ص ۳۳۵	مقدمہ چشمہ مسیحی ص ب
''نادانوں''	خزائن ج ۲۰ص ۳۸۹	مقدمہ چشمہ مسیحی ص ۷۵

’’نابکاروں‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۸	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۴ حاشیہ
’’نیم عیسائیو‘‘	مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۶۹	اشتہار انعامی تین ہزار ص ۵ حاشیہ
’’ناخدا ترس‘‘	مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۲۵	تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۸۴
’’نادان ہندوزادہ‘‘	خزائن ج ۹ ص ۲۷	انوار اسلام ص ۲۶ حاشیہ
’’نہایت پلید طبع‘‘	خزائن ج ۹ ص ۲۹۸	ضیاء الحق ص ۳۶
’’ناسعادت مند شاگرد محمد حسین‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۴۵	انجام آتھم ص ۴۵
’’نابینا‘‘	خزائن ج ۱۰ ص ۱۳۱	ست بچن ص ۱۹
’’نذیر حسین خشک معلم‘‘	خزائن ج ۵ ص ۶۱۱	آئینہ کمالات اسلام ص ز
’’نادان صحابی‘‘	خزائن ج ۲۱ ص ۲۸۵	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۲۰
’’نادان قوم‘‘	خزائن ج ۲۱ ص ۳۱۳	ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۴۵
’’ناقص العقل چیلوں‘‘	خزائن ج ۹ ص ۵۰	انوار الاسلام ص ۴۸
’’نالائق چیلوں‘‘	خزائن ج ۹ ص ۲۸۵	ضیاء الحق ص ۲۷
’’نادان غبی‘‘	خزائن ج ۸ ص ۳۰۱	اتمام الحجہ ص ۲۲
’’ناپاک فرقہ‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۷	ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۳ حاشیہ
’’نادان پادریوں‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۲	انجام آتھم ص ۲
’’نالائق متعصب‘‘	خزائن ج ۵ ص ۴۳	آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳

و، ہ

’’وہ گندے اخبار نویس‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵
’’وہ گدھا ہے نہ انسان‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱	ضمیمہ انجام ص ۴۷
’’وحشی‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۳	ضمیمہ انجام ص ۴۹
’’وہ بذات‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۴	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰
’’ہامان‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۰	ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶
’’ہندوزادہ‘‘	خزائن ج ۱۱ ص ۵۹	انجام آتھم ص ۵۹ حاشیہ
’’ہوا و ہوس کا بیٹا‘‘	خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۴	اعجاز احمدی ص ۴۳

’’واشی‘‘	خزائن ج۸ص۹۶	نورالحق ج۱ص۷۲
’’والغبی المعذول‘‘	خزائن ج۸ص۱۳۴	نورالحق ج۱ص۱۰۱
’’ولدالحرام‘‘	خزائن ج۹ص۳۱	انوارالاسلام ص۳۰
’’ہزارلعنت کارسہ‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۷۷	اشتہارانعامی تین ہزارص۱۰
ولدالحلال نہیں	خزائن ج۹ص۳۱	انوارالاسلام ص۲۹
’’واہ رے شیخ چلی کے بڑے بھائی‘‘	خزائن ج۹ص۴۰	انوارالاسلام ص۳۰
’’ہٹ دھرمی‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۷۶	اشتہارانعامی تین ہزارص۱۰
’’والدجال البطال‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۵۱	انجام آتھم ص۲۵۱
’’آنکھوں کے اندھے‘‘	مجموعہ اشتہارات ج۲ص۷۶	اشتہارانعامی چار ہزارص۱۰
’’ہیچو گرگ‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۲	مواہب الرحمٰن ص۱۳۱
’’ہیچو جنین‘‘	خزائن ج۱۹ص۳۵۹	مواہب الرحمٰن ص۱۳۸

ی، ے

’’یہودی صفت‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۸۷	ضمیمہ انجام آتھم ص۳
’’یاوہ گوہ‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۳	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۹ حاشیہ
’’یہودی سیرت‘‘	خزائن ج۱۱ص۲۴	انجام آتھم ص۲۴ حاشیہ
’’یہ شخص منافق‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۳	شہادۃ القرآن ص و
’’یہ نادان خون پسند‘‘	خزائن ج۶ص۳۸۱	شہادۃ القرآن ص و
’’یہ لوگ حیوانات‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۳۱	اعجازاحمدی ص۲۲
’’یہودی‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۲۹	ضمیمہ انجام آتھم ص۴۵
’’یا شیخ الضلالۃ‘‘	خزائن ج۱۹ص۱۸۸	اعجازاحمدی ص۷۶
’’یک چشم‘‘	خزائن ج۱۱ص۳۰۸	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۴ حاشیہ
’’یاجوج ماجوج اور دجال یہ یورپین قومیں‘‘	خزائن ج۲۳ص۸۶	چشمہ معرفت ج۱ص۸۷ حاشیہ

''یہ جہلاء''	خزائن ج۱۱ص۳۰۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۱۸ حاشیہ
''یہودیت کا خمیر''	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
''یہ دل کے مجذوم''	خزائن ج۱۱ص۳۰۵	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ
''یہ سب مولوی جاہل''	خزائن ج۱۱ص۳۱۰	ضمیمہ انجام آتھم ص۲۶
''یہ شریر''	خزائن ج۱۱ص۳۴۱	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷
''یہ سیاہ دل''	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
''یہ جاہل''	خزائن ج۱۱ص۳۴۲	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸
''یہ منافق''	خزائن ج۱۱ص۴۹	انجام آتھم ص۴۹
''یاغول البراری''	خزائن ج۷ص۱۵۲	کرامات الصادقین ص د(۴)

مرزا قادیانی کی نبوت کی دلیل

مرزا قادیانی کی نبوت کی دلیل نہ تو علم ہے اور نہ عقل اور نہ حافظہ اور نہ فہم اور نہ زہد اور نہ تقویٰ اور نہ صداقت اور نہ امانت اور نہ عصمت اور نہ عفت اور نہ حسب اور نہ نسب اور نہ اخلاق فاضلہ اور نہ معجزات اور نہ کرامات۔ کچھ بھی نہیں سب صفر ہے۔

دلیل صرف یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ سبحان اللہ! عجیب دلیل ہے۔ کیا محض کسی نبی کا فوت ہو جانا کسی مدعی کے نبی ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ لیکن آپ اپنے نبی ہونے کی مستقل دلیل بیان کیجئے۔ خاتم الانبیاء سے پہلے ایک نبی کی زندگی میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔

اگر کسی گاؤں کا دہقان یہ دعویٰ کرے کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں اور چوہدری اور دلیل یہ بیان کرے کہ چونکہ اس ملک کا بادشاہ مر چکا ہے اور میں اس فوت شدہ بادشاہ کا مثیل ہوں اور شبیہ اور ہم نام ہوں اور میرا گاؤں اسی کے دارالسلطنت کے سمت پر واقع ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں تو کیا اہل عقل کے نزدیک اس طرح سے اس شخص کی بادشاہت ثابت ہو جائے گی؟ اہل عقل کے نزدیک جو شخص اس کی بادشاہت تسلیم کرے گا وہ بھی پاگل اور دیوانہ سمجھا جائے گا اور اگر اس قسم کے چند پاگل مل کر عقلاء کو مناظرہ

اور مباہلہ کا چیلنج دیں کہ آؤ ہم اس بادشاہ کی وفات ثابت کریں گے تاکہ اس وقت سے اس مدعی کی بادشاہت ثابت ہو جائے تو عقلاء کو جائز ہے کہ تفریحی طور پر ان احمقوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے دعوت مناظرہ منظور کرلیں۔ ورنہ مناظرہ فی الحقیقت نظری امور میں ہوتا ہے۔ ایسے بدیہی البطلان امور میں تو مناظرہ نہیں ہوتا مرزاقادیانی کا دعویٰ آریوں کے بادشاہ ہونے کا بھی ہے۔ مگر کسی آریہ کے حلق کے نیچے نہیں اترا۔

جس کا جی چاہے موسیٰ بنے اور جس کا جی چاہے فرعون بنے۔ مگر موسیٰ بن عمران بننے کے لئے بھی کوئی ظاہری اور مادی سامان چاہئے۔ ورنہ فرعون بے سامان اور نواب بے ملک کہلائے گا اور مرزاقادیانی کے پاس نہ کوئی نشان ہے اور نہ کوئی سامان ہے۔ مرزاقادیانی اگر موسیٰ تھے تو بتلائیں کہ وہ کون سا فرعون غرق ہوا اور اگر نوح تھے تو وہ کون سی دنیا غرق ہوئی اور اگر مسیح تھے تو کون سے مسیح جیسے معجزے دکھلائے؟

مرزاقادیانی کا دس لاکھ معجزات کا دعویٰ

آنحضرت ﷺ کے معجزات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ہر ہر معجزہ کو علیحدہ علیحدہ سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مرزاقادیانی کے مریدین کو بھی چاہئے کہ مرزاقادیانی کے دس لاکھ معجزات (براہین احمدیہ ج۵ ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) پر کوئی کتاب لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کریں تاکہ دنیا کو مرزاقادیانی کے معجزات کا علم ہو سکے کہ آخر وہ کیا کیا معجزے تھے؟

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور اﷲتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس تحریر کو قبول فرمائے اور لوگوں کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین!

’’واخر دعوانا ان الحمد ﷲ رب العلمین‘‘

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

حضرات صوفیاء کرام

اور

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

پر

مرزائیوں کا بہتان وافتراء

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ. اما بعد!

بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو للہ آمین۔ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم اور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اور متکلمین رحمۃ اللہ علیہم کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے کی گنجائش نہیں ملتی۔ اس لئے یہ گروہ حضرات اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور عارفین رحمۃ اللہ علیہم کے ناتمام اقوال قطع وبرید کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ عوام ان حضرات اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ ان کی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے۔ اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے۔ البتہ بزرگوں کے ان مبہم اور مجمل کلام کو نقل کر دیتے ہیں کہ جو ان بزرگوں سے ایک خاص حالت سکر میں نکلا ہے جو باتفاق علماء حجت نہیں۔ جیسا کہ منصور نے ایک خاص بے خودی کی حالت میں انا الحق کہہ دیا۔ مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو تائب ہوئے تو کیا کوئی عاقل منصور کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندہ کو بھی مل سکتی ہے اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہو سکتا۔ البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے۔ حاشا وکلا یہ صریح کفر اور ارتداد ہے اسی طرح ''لا نبی بعدی'' میں یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔

اسی سلسلہ میں آج کل مرزائی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی لے رہے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی خاتم الانبیاء کے بعد نئے نبی کا آنا جائز رکھتے ہیں۔ یہ مولانا پر صریح بہتان اور افتراء ہے۔ اس بارہ میں حضرت مولانا کا تحذیر الناس کے نام سے ایک مختصر رسالہ ہے جو عجیب وغریب حقائق ومعارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مشتمل ہے۔ ناظرین تو قصور فہم کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور زائغین اور ملحدین

نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس رسالہ کی ناتمام عبارتیں، ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ جس سے عوام اور سادہ لوح، تردّد اور تحیّر میں پڑ گئے۔ اس لئے بہ تقاضائے اصلاح یہ ضروری سمجھا کہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ سلیس عبارت میں پیش کر دیا جائے تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ ہو جائیں۔'' فاقول وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو الھادی الٰی سواء الطریق''

خاتمیت ایک جنس ہے، جس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زمانی اور دوسری رتبی۔ خاتمیت زمانیہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور خاتمیت رتبیہ کے معنی یہ ہیں کہ نبوت ورسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر ختم ہیں اور نبوت چونکہ کمالات علمیہ میں سے ہے اس لئے خاتم النّبیین کے معنی یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لئے ممکن ہے وہ آپ ﷺ پر ختم ہوگیا اور حضور ﷺ پرنور دونوں اعتبار سے خاتم النّبیین ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور ﷺ کی خاتمی فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں قسم کی خاتمیت حضور ﷺ کو حاصل ہے۔ اس لئے کمال مدح جب ہی ہوگی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے اور حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔

چنانچہ (تحذیر الناس ص۱۰) پر تحریر فرماتے ہیں: ''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور ہر تصریحات نبوی مثل ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال'' جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النّبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکور بسند

متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ تواتر اعداد رکعات فرائض، وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے۔ ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔‘‘

اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے۔

مولانا مرحوم اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضورﷺ کے لئے ایک اور معنی کر کے خاتمیت ثابت فرماتے ہیں۔ جس سے حضورﷺ کا تمام اوّلین اور آخرین سے افضل واعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضورﷺ پرنور کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں اور علوم اوّلین وآخرین کے معدن اور منبع ہیں۔ جس طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام علوم اور کمالات کا سلسلہ حضورﷺ پر ختم ہوتا ہے۔

معاذ اللہ! مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت رتبیہ کی فضیلت بھی حضورﷺ کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضورﷺ کی تمام اولین اور آخرین پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو اور خاتمیت زمانیہ اور رتبیہ میں فرق یہ ہے کہ خاتمیت زمانیہ کے اعتبار سے حضورﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے اور خاتمیت رتبیہ کے اعتبار سے بفرض محال اگر حضورﷺ کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو تو حضورﷺ کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بہرصورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے۔ آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح بالفرض اگر حضورﷺ پرنور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپﷺ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی محض احتمال عقلی کے درجہ میں ہے۔ ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضورﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے۔ اسی طرح خاتمیت رتبیہ میں بھی آپﷺ کے

بعد نبی کا آنا محال ہے۔اس لئے کہ اگر انبیاء متاخرین کا دین، دین محمدی ﷺ کے مخالف ہوا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ جو حق تعالیٰ شانہ کے اس قول: ’’**ما ننسخ من آیۃ او ننسها نات بخیر منها**‘‘ کے خلاف ہے۔ نیز جب علم ممکن للبشر آپ ﷺ پر ختم ہو چکا تو آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت رتبیہ کے لئے خاتمیت زمانیہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے۔ مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی الخ یہ لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضور ﷺ کی خاتمیت رتبیہ اور آپ ﷺ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ ایسا ہے جیسے حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ: ’’**لو کان بعدی نبی، لکان عمر**‘‘ ﴿اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔﴾

تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا مقصود یہ نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے۔ بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ بفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور ﷺ کی خاتمیت اور عمرؓ کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک چاند نہیں بلکہ ہزار چاند ہوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہوگا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقتاً ہزاروں چاند ہیں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم اور منتہا ہے کہ اگر بالفرض ہزار چاند بھی ہوں تو ان کا نور بھی اس سے مستفاد ہوگا۔

اس بالفرض ہزار چاند کہنے سے آفتاب کی فضیلت دوبالا ہو جائے گی کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں۔ بلکہ اگر جنس قمر کے اور بھی ہزاروں افراد فرض کر لئے

جائیں تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہوگا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی تمام افرادنبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود ہے۔ خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی، محقق ہوں یا مقدر، ممکن ہوں یا محال اور یہ کہ حضور ﷺ پرنور رسلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں۔ زماناً بھی اور رتبۃً بھی۔

مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم ﷺ کے بعد نبی کا آنا شرعاً جائز ہے۔ بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا شرعاً ممکن الوقوع ہے۔ وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ (مناظرۂ عجیبہ ص۳۹) پر لکھتے ہیں: ''خاتمیت زمانیہ اپنا دین وایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔''

پھر اسی کتاب کے (ص۱۰۳) پر لکھتے ہیں: ''امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے۔ اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔''

ناظرین باتمکین۔ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ان عبارات اور تصریحات کے بعد خود انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ خاتمیت زمانہ کے منکر ہیں۔ حاشا وکلاّ، وہ تو خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور ﷺ کے لئے ایک اور خاتمیت یعنی خاتمیت رتبیہ ثابت کرتے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی فضیلت وسیادت خوب واضح اور نمایاں ہوجائے۔'' وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور مسئلہ ختم نبوت

علماء شریعت کی طرح تمام صوفیاء کرام بھی اس پر متفق ہیں کہ نبوت ورسالت خاتم

النّبیین ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور حضور پرنور ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اور یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے کہ نبوت ورسالت بالکل ختم ہوچکی۔ البتہ نبوت ورسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں کہ جو اولیاء امت کو عطاء کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کشف اور الہام اور رویائے صادقہ (سچا خواب) اور کرامتیں۔ اس قسم کے کمالات نبوت کے اجزاء ہیں وہ ہنوز باقی ہیں۔ لیکن ان کمالات کی وجہ سے کسی شخص پر نبی کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں اور نہ ان کے کشف اور الہام پر ایمان لانا واجب ہے۔ ایمان فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے۔ نبی کا تو خواب بھی وحی ہے مگر ولی کا خواب اور الہام شرعاً حجت نہیں۔ نبی کے خواب سے ایک معصوم کا ذبح کرنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی کے الہام سے قتل کا جواز تو کیا ثابت ہوتا اس سے استحباب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمالات اور خصلتیں بادشاہ اور وزیر کی سی پائی جائیں تو اس بناء پر وہ شخص بادشاہ اور وزیر نہیں بن سکتا اور اگر کوئی اس بناء پر بادشاہت اور وزارت کا دعویٰ کرے اور اپنے کو وزیر اور بادشاہ کہنے لگے تو فوراً گرفتاری کے احکام جاری ہوجائیں گے۔ اس طرح اگر کسی شخص میں نبوت کے برائے نام کچھ کمالات پائے جائیں تو اس سے اس شخص کا منصب نبوت پر فائز ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ مرتد اور اسلام کا باغی سمجھا جائے گا۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا اور نہ کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق جائز ہے۔ البتہ نبوت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں۔ مگر کمالات نبوت اور اجزاء رسالت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ تفصیل اگر درکار ہو تو ''**مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام**'' کی طرف مراجعت کریں۔ (جو اس مجموعہ کے اوّل میں

شامل ہے) حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ (الشہاب ص۸) میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ مگر اس گروہ کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔

چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فاخبر رسول اللہ ﷺ ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ'' رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بتلایا کہ خواب (سچا) اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے یہ جزو (رؤیا) وغیرہ باقی رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز مشرع (امر و نہی لانے والا) کے اور کسی پر نہیں بولا جا سکتا تو نبوت میں ایک خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کر دی گئی۔ (فتوحات ج۲ ص۴۹۵)

''کمن یوحی الیھا فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذالک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من جملتھا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع...... وذلک لا یکون الا لنبی خاصۃ'' جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب مبشر نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمت الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوت کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو وہی نبی ہے اور وہی نبوت ہے جو منقطع ہو چکی اور ہم سے روک دی گئی۔ کیونکہ نبوت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالھیہ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد ﷺ فھو مدع شرعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق بھا شرعنا او خالف'' (فتوحات مکیہ ج۳ ص۵۱)

نبوت اٹھ جانے کے بعد آج اولیاء کے لئے بجز تعریفات کے کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر ونواہی کے سب دروازے بند ہوچکے؟ اب جو کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد امرونہی کا مدعی ہو۔ (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے۔ خواہ شریعت ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

صوفیائے کرام کے شطحیات

حضرات صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں ایک خاص باب ہے جس کو شطحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خود فتوحات مکیہ میں اس کا ایک باب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات صوفیا رحمۃ اللہ علیہم پر کچھ باطنی حالات گزرتے ہیں۔ جو ایک سکر اور بے خودی کی حالت ہوتی ہے۔ اس حالت میں ان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو قواعد شریعت اور کتاب وسنت کے نصوص پر چسپاں نہیں ہوتے۔ جیسے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی اور جب ہوش میں آتے ہیں تو ایسے کلمات سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔

خود حضرات صوفیاء کی ان شطحیات کے بارہ میں تصریحات موجود ہیں کہ کوئی شخص ہماری ان باتوں پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو کہ جو ہم سے ان خاص حالات میں بے اختیار صادر ہوئی ہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ حالات نہ گزرے ہوں اس کو ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی جائز نہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہمارا کشف اور الہام کسی پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف صرف ہمارے لئے ہے اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر یہ حکم بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ خواہ وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔ اگر وہ مدعی عاقل بالغ ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور اگر عاقل بالغ نہیں تو اس سے اعراض کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے شخص کا بے خودی میں یہ حال ہوا کہ تلوار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ کا انتقال ہوگیا اس کی گردن اڑادوں گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور ان کلمات کو سنتے ہوئے گزر گئے اور منبر نبوی پر جاکر خطبہ دیا۔ ’’وما محمد الا رسول قد خلت من

قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم انک میت وانھم میتون ''صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ کے خطبہ سے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور فاروق اعظم ؓ کو بھی اس حالت سے افاقہ ہوگیا۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ فاروق اعظم ؓ کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ غلبہ حال میں نکلے۔ حقیقت کے بالکل خلاف تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک سکر اور بےخودی کی حالت تھی اس لئے صحابہ ؓ نے حضرت عمر ؓ کو معذور سمجھ کر سکوت کیا اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور اتباع صدیق اکبر ؓ کا کیا، کیونکہ وہ مغلوب الحال نہ تھے۔

شیخ محی الدین ابن عربی ؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر ؓ خلیفہ بلافصل ہوئے۔ نبی کا خلیفہ وہی ہوسکتا ہے جو حال پر غالب ہو اور جس پر حال غالب آ جائے وہ خلیفہ بلافصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے۔ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ حال پر غالب رہے ہیں۔ س لئے حضرات صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اس قسم کے شطحیات شرعاً حجت نہیں اور نہ ان کا اتباع جائز ہے۔ البتہ وہ حضرات معذور ہیں اور ان پر ملامت جائز نہیں۔ جیسے حضرات صحابہ ؓ نے نہ تو فاروق اعظم ؓ کا اس قول میں اتباع کیا اور نہ ان پر کوئی ملامت کی۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ حضرات صوفیاء کرام کے ان اقوال کا ہرگز اتباع نہ کریں جو ان سے خاص حالات میں بے اختیار نکل گئے ہیں۔ بلکہ ان اقوال کا اتباع کریں جو انہوں نے سلسلہ عقائد کے بیان میں لکھے ہیں۔

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین. وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الرحمین''

محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ

یوم الجمعہ، ۱۵ر ذی القعدہ ۱۳۷۱ھ، جامعہ اشرفیہ لاہور

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

الاعلام

بمعنی

الکشف والوحی والالہام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشف

عالم غیب کی کسی چیز سے پردہ اٹھا کر دکھلا دینے کا نام کشف ہے۔ کشف سے پہلے جو چیز مستور تھی، اب وہ مکشوف یعنی ظاہر اور آشکارا ہوگئی۔ قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (کشاف اصطلاحات الفنون ص۱۲۵۴) میں لکھتے ہیں: ''الکشف عند اہل السلوک ہو المکاشفۃ رفع حجاب را گویند کہ میان روح جسمانی است کہ ادراک آں بحواس ظاہری نتواں کرد۔ الخ!''

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی صفائی اور نورانیت پر موقوف ہے۔ جس قدر قلب صاف اور منور ہوگا۔ اسی قدر حجابات مرتفع ہوں گے۔ جاننا چاہئے کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی نورانیت پر موقوف تو ہے مگر لازم نہیں۔

(احیاء العلوم ج۳ ص۱۶)

الہام

کسی خیر اور اچھی بات کا بلانظر وفکر اور بلاکسی سبب ظاہری کے منجانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام الہام ہے جو علم بطریق حواس حاصل ہو وہ ادراک حسی ہے اور جو علم بغیر طور حس اور طور عقل، منجانب اللہ بلاکسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔ الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمانی، جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے وہ من وجہ کسب ہے اور من وجہ وہب ہیں۔ کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام سے عام ہے۔ لیکن کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔

وحی

وحی لغت میں مخفی طور پر کسی چیز کے خبر دینے کا نام ہے۔ خواہ وہ بطریق اشارہ وکنایہ ہو یا بطریق خواب ہو یا بطریق الہام ہو یا بطریق کلام ہو۔ لیکن اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو۔ اس کو وحی نبوت بھی کہتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القاء فی القلب ہو تو اس کو وحی الہام کہتے ہیں جو اولیاء پر ہوتی ہے اور اگر بذریعہ خواب ہو تو اصطلاح شریعت میں اس کو

رویائے صالحہ کہتے ہیں جو عام مومنین اور صالحین کو ہوتا ہے۔ کشف اور الہام اور رویائے صالحہ پر لغۃً وحی کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مگر عرف شرع میں جب لفظ وحی کا بولا جاتا ہے تو اس سے وحی نبوت ہی مراد ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں باعتبار لغت کے شیطانی وسوسوں پر بھی وحی کا اطلاق آیا ہے۔ ’’**کما قال تعالٰی: وان الشیٰطین لیوحون الیٰ اولیائھم. وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا** ‘‘ لیکن عرف میں شیطانی وسوسوں پر وحی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

وحی اور الہام میں فرق

وحی نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطاء ہوتی ہے اور امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوسکتا ہے۔ حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

نیز علم احکام شرعیہ بذریعہ وحی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے سو وہ از قسم بشارت یا از قسم تفہیم ہوتا ہے۔ احکام پر مشتمل نہیں ہوتا جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو جو وحی الہام ہوئی وہ از قسم بشارت تھی نہ کہ از قسم احکام، اور بعض مرتبہ وحی الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور افہام کے لئے ہوتی ہے۔

اور جس طرح رویائے صالحہ میں مراتب اور درجات ہیں جو شخص جس درجہ صالح اور جس درجہ صادق ہے اسی درجہ اس کا رؤیا بھی صالحہ اور صادقہ ہوگا۔ اسی طرح الہام میں بھی مراتب ہیں جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی، اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اگر میری امت میں کوئی محدث من اللہ ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ یہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خواص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے، وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ بلکہ حق جل شانہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان

سے ہو۔’’**کما قال تعالٰی فی قصة موسٰی علیہ السلام، حقیق علے الااقول علی اللہ الا الحق**‘‘ یہ تحدیث الٰہی مرتبہ فاروقیہ ہے۔اس کے اوپر مرتبہ صدیقیت ہے اوراس کے اوپر مرتبہ نبوت ورسالت ہے۔

وحی رحمانی اوروحی شیطانی میں فرق

اگر واردات قلبیہ کسی امر خیراورامر آخرت یعنی حق جل شانہ کی اطاعت کی طرف داعی ہوں تو وحی رحمانی ہے اوراگر دنیاوی شہوتوں اور نفسانی لذتوں کی طرف داعی ہوں تو وہ وحی شیطانی ہے۔ (کذافی خواتم الحکم ص۱۵۶، مدارج السالکین ج۱ص۲۷)

حضرات صوفیائے کرام کا مطلب

جس طریق حق جل شانہ نے وحی کو معنی لغوی کے اعتبار سے مقسم قرار دے کراس کے تحت میں وحی نبوت اورالہام اور شیطانی وسوسوں کو داخل فرمایا اورالہام کو معنی لغوی کے اعتبار سے الہام فجوراورالہام تقویٰ کی طرف تقسیم فرمایا:’’**فالھمہا فجورھا وتقواھا**‘‘ اورلفظ ارسال معنی لغوی کے اعتبار سے شیطان لعین کے لئے آیا ہے۔’’**انا ارسلنا الشیٰطین علی الکفرین**‘‘

اسی طرح حضرات صوفیاء نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا۔یعنی خداتعالیٰ سے اطلاع پانا اور دوسروں کو اطلاع دینا۔اس معنی لغوی کو مقسم بنایا اورحضرات انبیاء کی نبوت اوروحی شریعت اوراولیاء کی ولایت اورالہام معرفت کو نبوت بمعنی لغوی کے تحت میں داخل فرمایا اورنبوت کے لئے چونکہ تشریع احکام ضروری ہے اور ولایت میں کوئی حکم شرعی نہیں ہوتا۔اس لئے حضرات صوفیاء نے نبوت ورسالت کا نام نبوت تشریعیہ رکھا اور ولایت کا نام نبوت غیرتشریعی رکھا۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریعت میں نبوت کی دوقسمیں ہیں۔ایک نبوت تشریعیہ اورایک نبوت غیرتشریعی بلکہ نبوت بمعنی لغوی کی دوقسمیں ہیں۔ایک اصطلاح نبوت جس کے لئے تشریع احکام لازم ہے اورنبوت بمعنی لغوی کی دوسری قسم ولایت اورالہام ہے جس سے صرف حقائق اورمعارف کا انکشاف ہوتا ہے۔مگراس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔حتیٰ کہ کشف اورالہام سے مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اورحضرات صوفیاء نے نہایت واضح طور پراس کی تصریح کردی ہے کہ حضور پرنور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ

بالکل بند ہوچکا ہے اور جس قسم کی وحی حضرات انبیاء پر اترتی تھی وہ بالکل مسدود ہوگئی۔ اب نہ یہ منصب باقی ہے اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے اوپر نبی اور رسول کے لفظ کا اطلاق کرے۔ نبوت بالکل ختم ہوگئی۔ اولیاء کے لئے نبوت میں سے صرف وحی الہام باقی ہے اور حفاظ قرآن کے لئے باقی ہے۔ حدیث میں ہے: ''**من حفظ القرآن فقد درجت النبوۃ بین جنبیہ**'' جس نے قرآن کو حفظ کرلیا تو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نبوت داخل کردی گئی۔

اور علماء اور خواص امت کو منصب رسالت میں یہ حصہ ملا کہ وہ احکام شریعت کی تبلیغ کریں اور فقہاء اور مجتہدین کو منصب رسالت سے یہ حصہ ملا کہ کتاب وسنت اور شریعت کی روشنی میں اجتہاد واستنباط کریں اور غیر منصوص امور کا حکم اصول شریعت کے ماتحت رہ کر خداداد نور فہم اور نور تقویٰ سے قران اور حدیث سے نکال کرامت کو فتویٰ دیں۔ اس طرح مجتہدین کو تشریح احکام کا ایک حصہ عطاء ہوا اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر اللہ کے یہ احکام اور یہ اوامر اور نواہی نازل ہوئے ہیں۔ وہ مدعی شریعت ہے ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔

تو کیا مرزا قادیانی کے نزدیک تمام اولیاء اور علماء اور حفاظ قرآن نبی ہوسکتے ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے؟ حضرات صوفیاء کی اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر اولیاء کو نبوت غیر تشریعیہ سے حصہ ملا ہے تو فقہاء اور مجتہدین کو تو نبوت تشریعیہ سے حصہ ملا ہے۔ لہٰذا مرزائیوں کے نزدیک ائمہ اجتہاد تو تشریعی نبی ہونے چاہئیں۔

بلکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت بمعنی لغوی (یعنی خدا سے خبر پانا اور دینا) کو اس قدر عام فرمایا کہ کسی موجود کو اس سے خالی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ فتوحات کے ایک سو چھبیسویں باب میں فرماتے ہیں: ''**اعلم ان النبوۃ اللّتی ھی الاخبار من شی ساریۃ فی کل موجود عند اھل الکشف والوجود لکنہ لایطلق علی احد منھم اسم نبی ولا رسول الاعلی الملائکۃ الذی ھم رسل**''

(کبریت احمر ج۱ ص۱۱۸)

جاننا چاہئے کہ نبوت جس کے معنی لغت میں خبر دینے کے ہیں وہ اہل کشف کے

نزدیک تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ لیکن معنی شرعی کے اعتبار سے نبی اور رسول کا اطلاق بجز فرشتوں کے اور موجودات پر نہیں کیا جائے گا۔

اب دیکھئے کہ اس عبارت میں تمام مخلوقات اور تمام موجودات کے لئے ثابت فرمادیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ نبوت بمعنی لغوی یعنی اخبار عن الشی تمام موجودات میں جاری وساری ہے۔ مگر معنی شرعی کے اعتبار سے کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق درست نہیں۔ شہد کی مکھیوں کے لئے وحی اور ہر نفس کے لئے الہام کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے: ''**واوحی ربک الی النحل. فالھمھا فجورھا وتقوھا**'' معلوم ہوا کہ وحی اور الہام کے فیض سے حیوانات بھی محروم نہیں۔ خداوند ذوالجلال کی وحی اور الہام کی تار برقی ہر ایک مخلوق کے دل میں لگی ہوئی ہے۔

سب سے ربط آشنائی ہے تجھے　　　دل میں ہر ایک کے رسائی ہے تجھے

اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل درکار ہو تو بوادر النوادر ص۶۲۰ تا ۶۳۶ مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ اور مسک الختام مصنفہ ناچیز اور الشہاب مصنفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مراجعت کریں۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم!**

صوفیاء کے شطحیات

صوفیاء کرام کے یہاں ایک باب ہے جس کو شطحیات کہتے ہیں۔ شطحیات، شطحی یا شطح کی جمع ہے۔ اصطلاح صوفیاء میں شطح کی تعریف یہ ہے کہ جو بات غلبہ حال اور غلبہ وارد کی وجہ سے بے اختیار زبان سے نکل جائے اور بظاہر قواعد شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس کو شطح کہتے ہیں۔ ایسے شخص پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ دوسروں کو اس کی تقلید جائز ہے۔

خود حضرات صوفیاء نے اس کی تصریح فرمادی ہے کہ ان شطحیات پر کسی کو عمل پیرا ہونا جائز نہیں بلکہ جس شخص پر یہ احوال نہ گزرے ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی نہ کرے، تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

الہام کا حکم شرعی

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وحی اور الہام کی حجیت میں تو کیا کلام ہوسکتا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تو خواب بھی حجت قطعیہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض

خواب کی بناء پر بیٹے کے ذبح کا ارادہ فرمایا جس کی حق جل شانہ نے قرآن میں مدح اور توصیف فرمائی۔

البتہ اولیاء اللہ کے الہام میں کلام ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ الہام کا حکم یہ ہے کہ اگر الہام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ واجب نہیں اور جو الہام کتاب وسنت اور شریعت کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا بالاجماع جائز نہیں جو الہام قرآن وشریعت کے خلاف ہو وہ الہام رحمانی نہیں بلکہ وہ الہام شیطانی ہے۔ بلکہ الہام کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار ہی کتاب وسنت کی موافقت اور مخالفت ہے۔

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کبھی اپنے الہام پر عمل نہ فرماتے تھے۔ جب تک کہ کتاب وسنت سے اس کی تصدیق وتائید نہ ہو جائے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ابوسلیمان درانیؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ الہام پر اس وقت تک عمل نہ کرو جب تک آثار سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا الہام علم ظنی کا موجب ہے۔ اگر کسی ولی کا کشف اور الہام کسی حدیث کے خلاف ہو اگرچہ وہ حدیث خبر آحاد میں سے ہو بلکہ اگر ایسے قیاس صحیح کے بھی خلاف ہو کہ جو شرائط قیاس کو جامع ہو تو اس جگہ بمقابلہ کشف والہام قیاس کو ترجیح دینی چاہئے اور یہ مسئلہ تمام سلف اور خلف میں متفق علیہ ہے۔ اب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک عبارت مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بداں، ارشدک اللہ تعالٰی والھمک سواء الصراط کہ از جملہ ضروریات طریق سلوک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آں را از کتاب وسنت وآثار سلف استنباط فرمودہ اند وکتاب وسنت را محمول داشتن بر معانی کہ جمہور علمائے اہل حق بمعنی

علمائے اہل سنت و جماعت آں معنی راز کتاب وسنت فہمیدہ اند نیز ضروری است واگر بالفرض خلاف آں معانی مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر شود آں را اعتبار نباید کرد وازاں استعاذہ باید نمود۔ مثلاً آیات واحادیث کہ از ظواہر آنہا توحید وجود مفہوم می شود وہم چنیں احاطہ وسریان وقرب ومعیت ذاتیہ معلوم می گردد چوں علمائے اہل حق ازاں آیات واحادیث ایں معنی نفہمیدہ اند اگر در اثنائے راہ بر سالک ایں معانی منکشف شود وموجود جز یکے نیابد یا اور ابالذات محیط داند وقریب ذاتا یابد ہر چید اور دریں وقت بواسیر غلبہ حال سکر معذورات اما باید کہ ہمیشہ بحق سبحانہ تعالیٰ ملتجی ومتضرع باشد کہ اور را ازیں ورطہ برآوردہ اموریکہ مطابق آرائے صائبہ علمائے اہل حق ست بروئے منکشف گرداند وسرموئے خلاف معتقدات حقہ ایشاں ظاہر نسازد بالجملہ معانی مفہوم علمائے اہل حق را مصداق کشف خود باید ساخت ومحک الہام خود را جزاں نباید داشت چہ معانی کہ خلاف مفہومہ ایشان است از حیز اعتبار ساقط است زیرا کہ ہر مبتدع وضال معتقدات مقتدائے خود را کتاب وسنت می داند وباندازہ افہام رکیکہ خود ازاں معانی غیر مطابقہ می فہمد یضل بہ کثیراً ویہدی بہ کثیراً۔ وآنکہ گفتم کہ معانی مفہومہ اہل حق معتبر است۔ وخلاف آں معتبر نیست بنا برآں است کہ آں معانی را از تتبع آثار صحابہ وسلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اخذ کردہ اند واز انوار نجوم ہدایت ایشاں اقتباس فرمودہ اند۔ لہٰذا نجات ابدی مخصوص باایشاں گشت وفلاح سرمدی نصیب شاں آمد ''اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون'' واگر بعضے از علماء باوجود حقیت اعتقاد وفرعیات مداہنت نمایند ومرتکب تقصیرات باشد در عملیات انکار مطلق علماء نمادن وہمہ را مطعون ساختن انصافی محض است ومکابرہ صرف بلکہ انکار است از اکثر ضروریات دین چہ ناقلاں آں ضروریات ایشانند وناقدان جیدہ آں را از رویہ ایشانند۔ لولا نور ہدایتہم لما اہتدینا لولا تمییزہم الصواب من الخطاء لغویناہم الذین بذلوجہد ہم فی اعلاء کلمۃ الدین القویم واسلکوا طوائف کثیرۃ من الناس علی صراط مستقیم فمن تابعہم نجی ومن خالفہم ضل واضل۔

(مکتوب دوصد وہشتاد وششتم از جلد اوّل مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

(ترجمہ) ''اے عزیز! جان لے (خدا تجھے سمجھ عطاء کرے اور سیدھے راستہ کی

ہدایت کرے) کہ طریق سلوک کے ضروری امور میں سے صحیح عقیدہ رکھنا ہے۔ جو علماء اہل سنت نے قرآن وحدیث اور آثار سلف سے اخذ کیا ہے اور قرآن وحدیث کو انہی معانی پر محمول کرنا بھی ضروری ہے جو علمائے حق یعنی علمائے اہل سنت وجماعت نے قرآن وحدیث سے سمجھے ہیں اور اگر بالفرض ان اہل سنت کے سمجھے ہوئے معانی کے خلاف کشف والہام کے ذریعہ کوئی بات ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ مثلاً وہ آیتیں اور حدیثیں جن کے ظاہری پہلوؤں سے وحدۃ الوجود سمجھ میں آتی ہے یا اسی طرح باری تعالیٰ کا ذاتی لحاظ سے ہر جگہ حاوی وساری ہونا اور ذاتی قرب ومعیت معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ علمائے حق نے ان آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر راہ سلوک کے دوران میں یہ باتیں منکشف ہوں اور ایک (خدا) کے سوا کسی کو موجود نہ پائے یا خدا کو بالذات محیط سمجھے اور بالذات قریب پائے تو اگرچہ وہ سالک بوجہ سکر کی حالت کے غلبہ کے اس وقت معذور ہے۔ لیکن اسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے التجاء کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس چکر سے نکال کر اہل حق علماء کی درست رائے کے موافق امور اس پر ظاہر فرمادے اور ان سچے عقیدوں کے خلاف بال برابر بھی ظاہر نہ ہونے دے۔ غرض اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی کو اپنے کشف کا معیار بنانا چاہئے اور اس کے علاوہ اور کسی چیز کو اپنے الہام کی کسوٹی نہیں بنانا چاہئے۔ کیونکہ جو معانی اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی کے خلاف ہیں وہ درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ (یوں تو) ہر مبتدع اور گمراہ اپنے پیشوا کے معتقدات کو قرآن وحدیث سمجھتا ہے اور اپنی ناقص اور پوچ سمجھ کے مطابق قرآن وحدیث سے حقیقت کے خلاف معانی سمجھتا ہے۔ (اور قرآن سے بہت سے گمراہ ہوجاتے ہیں اور بہت راہ پاتے ہیں) اور یہ جو میں نے کہا کہ اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی معتبر ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں یہ اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ان معانی کو صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے اخذ کیا ہے اور ان کے ستارہ ہدایت سے نور حاصل کیا ہے۔ اسی لئے ابدی نجات اور دائمی فلاں ان کے لئے مخصوص ہوگئی۔ (یہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی جماعت اور سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے)

اگر بعض علماء باوجود صحیح عقائد جاننے کے جزئیات وفرعیات میں حق کو چھپائیں اور اعمال میں تقصیر کریں تو اس سے مطلقاً تمام علماء کا انکار کرنا اور سب کو ملامت کرنا کھلی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے۔ بلکہ یہ چیز دوسرے الفاظ میں اکثر ضروریات دین سے انکار

کر دینا ہے۔ کیونکہ ضروریات دین کے روایت کرنے والے اوران میں کھوٹے کھرے کی تمیز کرنے والے ہی علماء ہیں کہ اگران کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے اوراگران کی طرف سے حق وباطل میں تمیز نہ کی جاتی تو ہم بھٹک جاتے۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنی آخری کوشش تک دین کا بول بالا کرنے کے لئے صرف کردی ہے اورانسانوں کے بہت سے گروہوں کوسیدھے راستہ پر چلایا ہے۔ پس جس نے ان کا اتباع کیا اس نے نجات وفلاح پائی اورجس نے ان کی مخالف کی وہ خود بھی گمراہ ہوا اوردوسروں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بنا۔‘‘

مرزاقادیانی کواپنے الہام پرخود بھی یقین نہ تھا

مرزاقادیانی کے الہامات چونکہ القاء شیطانی تھے۔اس لئے خودمرزاقادیانی کوبھی اپنے الہامات پریقین نہ تھا۔ چنانچہ مرزاقادیانی تحریرفرماتے ہیں:’’میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پرسے نازل ہوں گے۔اس لئے میں نے خدا کی وحی کوظاہر پرحمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اوراپنا اعتقاد وہی رکھا جوعام مسلمانوں کا تھا۔لیکن بعداس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جوآنے والا تھا تو ہی ہے......
ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جومیں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۴۹، خزائن ج۲۲ص۱۵۳)

اپنے الہامات کوظاہر پرحمل نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مرزاقادیانی کوشبہ تھا کہ یہ الہامات خدا کی طرف سے ہیں یاشیطان کی طرف سے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ مرزاقادیانی کویقین تھا کہ یہ الہامات منجانب اللہ نہیں بلکہ ان کے نفس کے من گھڑت ہیں اورقرآن اورحدیث کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اندیشہ یہ تھا کہ لوگ اس الہام کوسن کرمتوحش ہوں گے۔ اس لئے سوچتے تھے کہ قرآن اورحدیث میں کس طرح تاویل کرکے الہام کواس کے مطابق بنادوں۔

’’واخردعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین‘‘ محمدادریس کان اللہ لہ وکان ہو للہ آمین

(۲۰/جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ، یوم چہارشنبہ)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کلمۃ اللہ
فی
حیات روح اللہ
المعروف
حیات عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین. اما بعد!

بندۂ گنہگار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو للہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس امت مرحومہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ سوائے کتاب وسنت کے کچھ نہیں اور کتاب وسنت تک رسائی بدون حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے ناممکن ہے۔ اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم ہی کے ذریعے ہم تک کتاب وسنت پہنچی۔ نبی اور امت کے درمیان میں صحابہ رضی اللہ عنہم واسطہ ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو حصرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے سمجھا۔ سوائے حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دنیا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا نور علم اور نور فہم اور نور تقویٰ نہ اوّلین میں سے کسی کو میسر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل ہوا۔ پس اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر اور شرح معتبر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے نور علم اور نور فہم اور نور تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم پر تقسیم کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم وفہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دور فتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی منشی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اوّلاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا، پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الیٰ السماء کو محال قرار دیا اور صدہا اوراق اس بارے میں سیاہ کئے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاکر مدفون ہوچکے اور جو شخص مرکر دفن ہوگیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعم فاسد اور خیال کاسد کی بناء پر ان احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحۃً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزول مسیح سے مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے اور پھر اس مثیل کا مصداق خود اپنی

ذات کو قرار دیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم سے وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ ان کا مثیل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مثیل مسیح قادیان کے ایک دہقان کی پنجابن عورت کے پیٹ سے پیدا ہو، اور بڑا ہوکر عیسائیوں کے سکول میں تعلیم پائے اور جوان ہوکر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کی اور پھر چند روز بعد مریم بننے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد اور خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ ’’**ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة. انک انت الوهاب**‘‘

علماء اہل سنت والجماعت نے رومرزائیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ **جزاهم الله تعالىٰ وعن سائر المسلمين خير الجزاء. آمين!**

۱۳۴۳ھ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ ’’کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ‘‘ کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا الحبیب ومطاعنا اللبیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تغمدہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں دوبارہ نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۱۳۷۰ھ میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

حضرت الاستاذ وشیخنا الاکبر مولانا الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر (آمین) صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند جس طرح وہ اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس موضوع پر ایک بے مثال اور لاجواب کتاب عربی زبان میں تالیف فرمائی۔ جس کا نام ’’عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘ تجویز فرمایا۔ جو علماء اور فضلاء کے لئے مشعل راہ اور شمع ہدایت بنی۔ اس ناچیز نے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں اضافہ کردیئے ہیں۔

تحديث بالنعمة ...... واما بنعمة ربک فحدث

ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالہ کی لوح کا ورق طبع ہورہا تھا۔ اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محراب امام کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ چہرۂ مبارک پر عجیب وغریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دوزانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعدازاں دو عبا لائے گئے۔ ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بدبودار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا اس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا۔ **فللّٰہ للحمد والمنۃ!** اور سیاہ عبا اس قادیانی کو اور یہ ناچیز خاموش کھڑا ہے اور قادیانی کو دیکھ کر دل میں یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ ''**سرابیلھم من قطران وتغشی وجوھھم النار**'' اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے پروردگار! علمائے ربانیین کی جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لئے موجب سکینت وطمانیت اور قادیانیوں کے لئے موجب ہدایت وسعادت اور اس نابکار گنہگار کے لئے ذخیرہ آخرت اور موجب نجات ومغفرت فرما۔ **آمین یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین!**

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم.

بضاعت نیا وردم الا امیند خدایا زعفوم مکن نا امیند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

در بیان امکان رفع جسمانی

مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں

اٹھائے گئے بلکہ وفات پاکر مدفون ہوچکے اور دلیل یہ ہے کہ: ’’کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ج۱ ص۴۷، تقطیع خورد، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

__جواب:__ یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسماں سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے۔ ’’ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم ‘‘ جعفر بن ابی طالب کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

’’اخرج الطبرانی باسناد حسن عن عبداللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ ﷺ ھنیاء لک ابوک یطیر مع الملائکۃ فی السماء‘‘

(کذافی فتح الباری ج۷ ص۶۲، زرقانی شرح مواہب ج۲ ص۲۷۵)

(ترجمہ) ’’امام طبرانی نے باسناد حسن عبداللہ بیٹے جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبداللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرائیل ومیکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے) ان ہاتھوں کے عوض میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دو بازو عطاء فرمادیئے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت جید اور عمدہ ہے۔‘‘

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے:

وجعفر الذی یضحی ویمسی یطیر مع الملائکۃ ابن امی

(ترجمہ) ’’وہ جعفر کہ جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔‘‘

اور علی ہذا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ بیر معونہ میں شہید ہونا، اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے۔ جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصابہ میں اور حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے (شرح مواہب ج۲ ص۷۸) میں ذکر کیا

ہے۔ جبار بن سلمی جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا: ’’**دعانی الیٰ الاسلام مارایت من مقتل عامر بن فہیرۃ ورفعہ الیٰ السماء**‘‘ عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اوران کا آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آنحضرتﷺ کی خدمت بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’**فان الملائکۃ وارت جثتہ وانزل فی علیین**‘‘ فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپالیا اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابونعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی دلائل النبوۃ میں بیان کیا۔ (شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامۃ السیوطی ص۱۷۴)

اور حافظ عسقلانی نے اصابہ میں جبار بن سلمی کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے: شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہؓ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد اور حاکم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ رجیع میں جب قریش نے خبیب بن عدیؓ کو سولی پر لٹکایا تو آنحضرتﷺ نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو خبیبؓ کی نعش اتار لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور خبیبؓ کی نعش کو اتارا۔ دفعتہً ایک دھما کا سنائی دیا۔ پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہوگئی۔ عمرو بن امیہ فرماتے ہیں۔ گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(زرقانی شرح مواہب ج۲ ص۷۳)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ خبیبؓ کو زمین نے نگلا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب بلیع الارض ہوگیا اور ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہؓ کی طرح خبیب کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہﷺ کی امت میں سے عامر بن فہیرہؓ اور خبیب بن عدیؓ اور علاء بن حضرمیؓ کو آسمان پر اٹھایا۔

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام وکرامت انبیاء کرام کی وحی اور

معجزات کی وراثت ہے۔

’’ومما یقوی قصة الرفع الٰی السماء ماا خرجه النسائی والبیهقی والطبرانی وغیرهم من حدیث جابر بن طلحة اصیبت انامله یوم احد فقال حس فقال رسول اللہ ﷺ لو قلت بسم اللہ لرفعتک الملائکة والناس ینظرون الیک حتی تلج بک فی جو السماء. واخرج ابن ابی الدنیا فی ذکر الموتی عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کهف جبل وکان اهل زمانه اذا قحطوا استغاثوا به فدعی اللہ فسقاهم فمات فاخذوا فی جهازه فبیناهم کذلک اذا هم بسریر رفرف فی عنان السماء حتی انتهی الیه فقال رجل فاخذه فوضعه علی السریر والناس لینظرون الیه فی الهواء حتی غاب عنهم‘‘ (شرح الصدور ص۱۷۳)

(ترجمہ) ’’شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعہ رفع الی السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں زخمی ہوگئی تو اس تکلیف کی حالت میں زبان سے ’’حس‘‘ یہ لفظ نکلا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو بجائے ’’حس‘‘ کے ’’بسم اللہ‘‘ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے۔ یہاں تک کہ تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔ ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا۔ جب قحط ہوتا تو لوگ اس سے بارش کی دعا کراتے۔ وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے باران رحمت نازل فرماتا۔ اس عابد کا انتقال ہوگیا۔ لوگ اس کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے۔ اچانک ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا جہاں تک کہ اس عابد کے قریب آکر رکھا گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر اس عابد کو اس تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت اوپر اٹھتا گیا۔ لوگ دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ غائب ہوگیا۔‘‘

اور حضرت ہارون علیہ السلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک حاکم میں مفصل مذکور ہے۔

(مستدرک ج۲ ص۵۷۹)

مقصد ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب سمجھ لیں کہ حق جل شانہ نے اپنے محبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح وسالم فرشتوں سے آسمان پر اٹھوالیا اور دشمن دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات وکرامات کی رسوائی وذلت آشکارا ہو اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مؤمنین اور مصدقین کے لئے موجب طمانیت اور مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہوگیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھالیا جائے۔ تاکہ اس ملیک مقتدر کی قدرت کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص الخاص بندوں کے ساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے اور پئے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھائے پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے: ’’**ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین وازدادو تسعا**‘‘ اس سے مرزا قادیانی کا یہ وسوسہ بھی زائل ہوگیا کہ جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض نادان ہو جاتا ہے۔ ’’**کما قال تعالیٰ: ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر لکیلا بعد علم شیا**‘‘ اس لئے کہ ارذل العمر کی تفسیر میں اسی یا نوے سال کی قید مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے لگائی ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہوگئے اور علیٰ ہذا! حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صدہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو شدید قحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا میسر نہ آئے گا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’**یجزئھم مایجزی السماء من التسبیح والتقدیس**‘‘ یعنی اس وقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح وتقدیس ہی غذا کا کام دے گی۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کئی کئی دن کا صوم وصال رکھتے اور یہ فرماتے: ''**ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی**'' تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے۔ میرا پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے۔ معلوم ہوا کہ طعام وشراب عام ہے۔ خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہٰذا ''**وما جعلنهم جسدا لا یاکلون الطعام**'' سے یہ استدلال کرنا کہ جسم عنصری کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے، غلط ہے۔ اس لئے کہ طعام وشراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام اکل شجرہ سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح وتہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح جو کہ نفخہ جبرائیل سے پیدا ہونے کی وجہ سے جبرائیل امین کی طرح تسبیح وتہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے؟'' **کما قال تعالیٰ: ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم**'' کیا اصحاب کہف کا تین سو نو سال تک بغیر کھائے اور پیئے زندہ رہنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور نہیں؟ اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد: ''**فلولا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الیٰ یوم یبعثون**'' اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر مسبحین میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے اور بغیر کھائے اور پیئے زندہ رہتے۔

رہا ملحدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید لکھتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور بعض ستارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسّی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک وصول ممکن تھا۔ نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں تمام کرۂ ارضی پر پھیل جاتا ہے۔ حالانکہ سطح ارضی ۲۰۳۶۳۶۳۶ فرسخ ہے۔ جیسا کہ سبع شداد ص۴۰ پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعہ ۶۱۰۹۰۹۰۸ کروڑ میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر

میں جرم شمس بتمامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہٰذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ لاکھ میل ہوئی۔ نیز شیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آن واحد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر طویل مسافت طے کرادے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرع ہے۔'' **کماقال تعالیٰ: وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی** ''اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی۔'' **کما قال تعالیٰ: وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ**''

آج کل کے ملحدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ہوا بحکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی۔ کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا۔ اس لئے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے۔ اس لئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرہ زمہر بریہ سے کس طرح صحیح وسالم گزر سکتا ہے۔''

(ازالہ اوہام ج۱ ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کا ''**لیلۃ المعراج**'' میں اور ''**ملائکۃ اللہ**'' کا لیل ونہار طبقہ ناریہ اور کرۂ زمہریریہ سے مرور وعبور ممکن ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی عبور ومرور ممکن ہے اور جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہبوط ونزول بھی ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے۔'' **کما قال تعالیٰ: اذ قال الحواریون یعیسیٰ بن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ**

من السماء (الیٰ قولہ تعالیٰ) قال عیسیٰ بن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عید الا ولنا اٰخرنا وایۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین. قال اللہ انی منزلھا علیکم"پس اس مائدہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہوکر ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کے زعم فاسد اور خیال باطل کی بناء پر اگر وہ نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے جل کر خاکستر ہوگیا ہوگا۔ **نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات!** یہ سب شیاطین الانس کے وسوسے ہیں اور انبیاء ومرسلین کی آیات نبوت اور کرامات رسالت پر ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ السلام کی طرح برد اور سلام نہیں بنا سکتا؟

جب کہ اس کی شان یہ ہے: "**انما امرہ اذ اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون فسبحان ذی الملک الملکوت والعزۃ الجبروت امنت باللہ وکفرت بالطاغوت**"

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی دلیل

قال اللہ عزوجل

"**فبما نقضھم میثاقھم وکفرھم بایت اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر حق وقولھم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیھا بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا. وبکفرھم وقولھم علی مریم بھتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما**"

ربط

حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون اور مغضوب اور مطرود ومردود ہونے کے کچھ وجوہ واسباب ذکر کیے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بناء پر مورد لعنت وغضب

بنایا۔(۱)نقض عہداور میثاق کی وجہ سے۔(۲)اورآیات الٰہیہ اوراحکام خداوندیہ کی تکذیب اورانکار کی وجہ سے۔(۳)اورخدا کے پیغمبروں کو بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بناء پر قتل کرنے کی وجہ سے۔(۴)اوراس قسم کے متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب علم اور حکمت اور رشد وہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت اور ضلالت بند ہے۔اوپر سے مہر لگی ہوئی ہے اندر کا کفر باہر نہیں آسکتا اور باہر سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہوسکتا۔پس اس گروہ میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں مگر کوئی شاذ ونادر جیسے عبداللہ ؓ بن سلام اور ان کے رفقاء۔(۵)اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر وعداوت کی وجہ سے۔ (۶)اور حضرت مریم پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔اہانت تو اس لئے کہ کسی کی ماں کو زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ! نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم کی برأت اور نزاہت ظاہر ہوچکی ہے اور تہمت لگانا برأت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہیں۔(۷)اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے بلکہ ارادہ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ بلکہ غلط ہے ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا۔لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اوران کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شبیہ اور ہم شکل بنادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے

اپنے نبی کو دشمنوں سے بچالیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف میں ڈال دیا۔

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور تسلی ہو جائے ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا اور ہم کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور تشفی کرسکیں۔ ’’**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**‘‘ قلوب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس طرح چاہے اور جدھر چاہے دلوں کو پلٹتا اور پھیرتا ہے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لئے اور ناظرین کرام کے لئے اسی کی توفیق اور دستگیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور قارئین کی تعلیم وتفہیم کے لئے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

۱...... ان آیات میں یہود بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک سبب یہ ہے: ’’**وقولهم علی مریم بهتانا عظیما**‘‘ یعنی حضرت مریم پر طوفان اور بہتان لگانا۔ اس طوفان اور بہتان عظیم میں مرزاقادیانی کا قدم یہود سے کہیں آگے ہے۔ مرزاقادیانی نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہود کی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزاقادیانی کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ عیاں راچہ بیان ہم سے تو مرزاقادیانی کی وہ عبارتیں پڑھی بھی نہیں جاتیں اور مرزائیوں کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، اس لئے ان کے نقل کی ضرورت نہیں۔

۲...... آیات کا سیاق وسباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہود بے بہبود کی ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزاقادیانی اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہود کے وہم وگمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزاقادیانی کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔

’’قد بدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر ‘‘ انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب وخیال سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزاقادیانی نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے۔

۳...... پہلی آیت میں: ’’وقتلھم الانبیاء بغیر حق ‘‘ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں: ’’وقولھم انا قتلنا المسیح ‘‘ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں: ’’وقتلھم الانبیاء ‘‘ فرمایا تھا۔ اسی طرح اس آیت میں: ’’وقتلھم وصلبھم المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ‘‘ فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلا شبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعویٰ قتل کو بیان کر کے ’’بل رفعہ اللہ ‘‘ فرمایا اور انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے ’’بل رفعھم اللہ ‘‘ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر اٹھالی گئیں۔

۴...... اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک ’’ماقتلوہ ‘‘ جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا ’’وما صلبوہ ‘‘ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لئے کہ اگر فقط ’’وما قتلوہ ‘‘ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں اور علیٰ ہذا! اگر فقط ’’وما صلبوہ ‘‘ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیئے گئے ہوں۔ لیکن قتل کر دیئے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اوّل قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا۔ یعنی ’’وما قتلوہ وصلبوہ ‘‘ نہیں فرمایا ہے۔ ایک حرف نفی یعنی کلمہ ’’ما‘‘ کو

''قتلوہ''اور''صلبوہ'' کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر''ماقتلوہ''اور پھر ''ماصلبوہ''فرمایا کہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکائے گئے۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بے کار گیا۔ قادر توانا جس کو بچانا چاہے اسے کون ہلاک کر سکتا ہے۔

کہ زور آورد گر تو یاری دہی ۔۔۔ کہ گیرد چو تو رستگاری دہی

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا پورا رد ہے۔ اس لئے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ! جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کئے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ اس لئے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رعایت کی جائے تو ''وقتلھم الانبیاء بغیر حق''اور''یقتلون النّبیین''کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔''کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا''

۵...... ''ولٰکن شبہ لھم''یعنی ان کے لئے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شبہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبیہ اور ہم شکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے۔ یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھا لیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور مشابہ بنا دیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ

سمجھ کر قتل کردیا اور بہت خوش ہوئے کہ ہم اپنے مدعا میں کامیاب ہوگئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرا پنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ’’قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعویة عن الاعمش رضی اللہ عنہ عن المنهال بن عمرو بن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما اراد اللّٰه ان یرفع عیسٰی الٰی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان امن بی قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقال شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقال ذلک الشاب فقال انا فقال هو انت ذاک فالقی علیه شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الٰی السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه الٰی اٰخر القصة وهذا اسناد صحیح الٰی ابن عباس ورواه النسائی عن ابی کریب عن ابی معویة وکذا ذکر غیر واحد من السلف انه قال لهم ایکم یلقی شبهی فیقتل مکانی وهو رفیقی فی الجنة‘‘
(تفسیر ابن کثیر ج۳ص ۲۲۸)

(ترجمہ) ’’ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل فرما کر باہر تشریف لائے اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ (بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ حوارییں موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کرے گا بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر راضی ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے کو اس جان نثاری کے لئے پیش کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور عرض کیا، میں حاضر ہوں۔‘‘

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے؟ اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھالئے گئے۔ بعدازاں یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے گھر میں داخل ہوئے اور اس شبیہ کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکایا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سنداس کی صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے۔اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الیٰ السماء کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا ہی وقت باقی رہ گیا ہے اور بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا۔جیسا کہ عید میں جانے کے لئے غسل ہوتا ہے۔میرا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شادان وفرحاں تھے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم   راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الیٰ السماء سے پہلے حواریین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھلائے اور بجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۲۹)

گویا کہ یہ دعوت رفع الیٰ السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب واصحاب کی الوداعی دعوت تھی۔الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہوگئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں معراج کے لئے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔یہ رفع الیٰ السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم ﷺ جبرائیل امین کی معیت میں آسمان کی معراج کے لئے روانہ ہوئے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل کی معیت میں معراج کے لئے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارۂ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔سبحان اللہ! جس وقت

آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی۔

تنبیہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری۔ گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لئے کہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے اور انبیاء کرام کے لئے پانی کا شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا جائے تو کیا استبعاد ہے؟ احیاء موتیٰ کا معجزہ القاشبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ لہٰذا احیاء موتیٰ کی طرح القاشبیہ کے معجزہ کو بھی بلاشبہ اور بلاتردد تسلیم کرنا چاہئے۔

’’بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا۔ جیسا کہ امام رازی نے ’’وایدناہ بروح القدس‘‘ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص۴۳۶)

جیسا کہ شب معراج میں حضرت جبرائیل آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ صحیح البخاری میں ہے: ’’ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء‘‘ یہ آیت رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ

ناظرین کرتے ہیں۔غور سے پڑھیں:

۱...... یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ’’**بل رفعه الله**‘‘ کی ضمیر اسی طرف راجع ہے کہ جس طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلاجسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لئے کہ قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن ہے۔لہٰذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

۲...... دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے اور ’’**بل رفعه الله اليه**‘‘ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔لہٰذا بل رفعہ میں رفع جسم ہی مراد ہوگا۔اس لئے کہ کلمہ بل کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لئے آتا ہے۔لہٰذا بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے۔جیسا کہ ’’**وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحنه بل عباد مكرمون**‘‘ ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے۔ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔’’**ام يقولون به جنة بل جاء هم بالحق**‘‘ مجنونیت اور اتیان بالحق (یعنی منجانب اللہ حق کو لے کر آنا) یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں۔ یک جا جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ شریعت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بل کا ماقبل ہیں وہ مرفوعیت الیٰ اللہ کے منافی ہو جو بل کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقیق میں جمع ہونا ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں۔محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ شہداء کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔لہٰذا ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے منافی ہے اس لئے کہ رفع روحانی، اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے منافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلماً ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔رفع درجات کے لئے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔’’**كما قال تعالىٰ: ورفعنالك ذكرك**‘‘ اور ’’**يرفع الله الذين اٰمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت**‘‘

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لئے ’’بل رفعہ اللہ ‘‘ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الیٰ السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ ’’بل جاء ھم بالحق ‘‘ میں صیغہ ماضی اس لئے لایا گیا کہ یہ بتلادیا جائے کہ آپ ﷺ کا حق کو لے کر آنا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ’’بل رفعہ اللہ ‘‘ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الیٰ السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

۳...... جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندی رتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ ’’کما قال تعالیٰ: ورفعنا فوقکم الطور ‘‘ اٹھایا ہم نے تم پر کوہ طور ’’اللہ الذی رفع السمٰوات بغیر عمد ترونھا ‘‘ اللہ ہی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ ’’واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ‘‘ یاد کرو اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل ان کے ساتھ تھے۔ ’’ورفع ابویہ علی العرش ‘‘ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور ’’ورفعنا لک ذکرک ‘‘ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اور ’’رفعنا بعضھم فوق بعض درجت ‘‘ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لئے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے: ’’اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الیٰ السماء السابعۃ (رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق) ‘‘ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتے ہیں۔ اس حدیث کو خراطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال ج۲ ص۱۲۵)

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شئے ہے اور الیٰ السماء کی بھی تصریح ہے۔ مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لئے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ زندہ کے حق میں ہے۔ یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لئے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لئے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال میں روایت مذکورہ کے بعد ہی ''**علی الاتصال**'' یہ روایت مذکور ہے۔ ''**من یتواضع للہ درجۃ یرفعہ اللہ درجۃ حتی یجعلہ فی علیین**'' یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا۔ اسی کے مناسب اللہ کا درجہ بلند فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے۔ ''**الحدیث یفسر بعضہ بعضا**'' ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں۔ لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا جہاں رفع اجسام کا ذکر ہوگا وہاں رفع جسمی مراد ہوگا اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہوگا وہاں رفع معنوی مراد ہوگا۔ رفع کے معنی تو اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شئے ہوگی اس کا رفع اسی کے مناسب ہوگا۔

۴...... یہ کہ اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہوسکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفعہ اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے

حاصل نہ تھا۔ بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور ''وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین'' کے لقب سے پہلے ہی سرفراز ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہوسکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا۔ یعنی رفع جسمی اور رفع عزت ومنزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

۵...... یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لئے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لئے ''کما قال تعالیٰ، واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا ورفعناہ مکانا علیا'' اور ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے۔ لہٰذا تمام انبیاء کرام میں انہیں دو پیغمبروں کو رفع کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا: ''وقتلھم الانبیاء'' مگر ان کے ساتھ ''بل رفعھم اللہ الیہ'' نہیں فرمایا گیا۔ معاذ اللہ! ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کئے گئے اور کیا ان حضرات کی ارواح طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں اور کیا معاذ اللہ! یہ سب نبی ذلت کی موت مرے؟

(حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح المعانی ج۵ ص۱۸۷، خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۴، تفسیر کبیر ج۵ ص۵۴۵، ارشاد الساری ج۵ ص۳۷۰، فتح الباری ج۱۳ ص۲۲۵، مرقات ج۵ ص۲۲۴، معالم التنزیل ج۳ ص۷، عمدۃ القاری ج۷ ص۳۲۷، القول الصحیح بانہ رفع وھو حیی ودرمنثور ج۴ ص۲۴۶، التفسیر ابن جریر ج۱۶ ص۶۳، ان اللہ رفعہ وھو حی الیٰ السماء الرابعۃ وفی الفتوحات المکیۃ ج۳ ص۳۴۱، الیواقیت والجواھر ج۲ ص۲۴، فاذا انا بادریس بجسمہ فانہ مامات الیٰ الان بل رفعہ اللہ مکانا علیا وفی الفتوحات ج۲ ص۵،

ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ الیٰ السماء الرابعۃ)

۶...... یہ کہ ’’وما قتلوہ وما صلبوہ ‘‘اور’’وما قتلوہ یقینا ‘‘اور’’بل رفعہ ‘‘ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جن کو مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد خاص کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لئے کہ جب تک روح کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی۔’’واذ اخذ ربک من بنی آدم ظھورھم ذریتھم وقولہ ﷺ الارواح جنود مجندۃ (الحدیث)‘‘

۷...... یہ کہ یہود کی ذلت ورسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت ورفعت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

۸...... یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔’’کما قال تعالیٰ: یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت ‘‘بلند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

۹...... یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ’’ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ھم بالحق. ویقولون ائنا لتارکوا الھتنا للشاعر مجنون. بل جاء بالحق ‘‘میں آنحضرت ﷺ کا حق کو لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا۔ اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مرزاقادیانی اس کے قائل نہیں۔ مرزاقادیانی تو (العیاذ باللہ) یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہوکر فلسطین سے کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ستاسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ لہٰذا مرزاقادیانی کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی۔’’وما قتلوہ بالصلیب بل تخلص منھم وذھب الی کشمیر واقام فیھم مدۃ طویلۃ ثم اماتہ اللہ ورفعہ الیہ‘‘

۱۰...... یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے ’’وکان اللہ عزیزاً حکیما‘‘ کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب وغریب اور خارق العادات امر پیش آیا ہو اور وہ عجیب وغریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیزاً حکیما کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر ہجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انہیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرادیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزاقادیانی ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں: ’’جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ ’’ورفعنه مکانا علیا‘‘

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت کے ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۹۹، خزائن ج۳ ص۴۲۳،۴۲۴)

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے۔ محض مرزاقادیانی کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں۔ اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہوسکتے ہیں۔ نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر کہ نزول کے یہ معنی مرزاقادیانی کے ہی مناسب ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ’’بل رفعه اللہ الیه‘‘ (اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا) اس کلام کے معنی ہی یہ ہیں

کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ ’’تعرج الملائکة والروح الیه‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ ’’وقال تعالیٰ: الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه‘‘ اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح ’’بل رفعه اللہ الیه‘‘ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا اور جس کو خدائے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے۔ ’’بل رفعه اللہ الیه‘‘ کے یہ معنی کہ خدا نے ان کو عزت کی موت دی۔ یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق وسباق کے بھی خلاف ہیں۔

دوم: یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے باسناد صحیح یہ منقول ہے۔ ’’لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۹)
(جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ ’’الیٰ آخر القصه‘‘ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عن قریب ہم نقل کریں گے)

سوم: یہ کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روحیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بل رفعه اللہ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لئے کہ علیین اور مقعد صدق تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہرحال آسمان پر جانا تو مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے۔ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری دلیل

’’قال اللہ عزوجل: وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا‘‘

ربط

یہ آیت گزشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے۔ گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا۔ جس سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا

ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے اور روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہبود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گزشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح کی نبوت سے منکر تھے۔ مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا۔ مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت ورسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی۔ نزول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق وتکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے۔ تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ وتابعین وعلماء مفسرین کے دو قول ہیں:

قول اوّل: مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لیؤمنن کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور بہ اور قبل موتہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا۔ زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اس آیت کا

ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں: ’’نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن وروز قیامت عیسیٰ گواہ باشد برایشاں‘‘

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیر یہ سے صاف ظاہر ہے کہ ’’بہ‘‘ اور ’’موتہ‘‘ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ’’وما قتلوہ‘‘ اور ’’وما صلبوہ‘‘ اور ’’ماقتلوہ یقینا‘‘ اور ’’بل رفعہ‘‘ تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہیں اور پھر آئندہ آیت ’’ویوم القیامۃ ویکون علیہم شہیدا‘‘ میں ’’یکون‘‘ کی ضمیریں بھی حضرت مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے خلاف نہ ہو۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ ’’بہ‘‘ اور ’’موتہ‘‘ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ’’وبہذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الاٰن لحیی ولکن اذا نزل اٰمنوا بہ اجمعون ونقلہ اکثر اہل العلم ورجحہ ابن جریر وغیرہ‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۳۵۷)

(ترجمہ) ’’اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا۔ جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن جبیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت کیا ہے اور بطریق ابی رجاء حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے منقول ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں، واللہ حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں۔ جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر سب ایمان لے آئیں گے اور یہی اکثر اہل علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔‘‘

اور قتادہ اور ابو مالک سے بھی یہی منقول ہے کہ ’’قبل موتہ‘‘ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج۶ ص۱۴)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ’’بہ‘‘ اور ’’موتہ‘‘ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں: ’’عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی

نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتٰی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراًلہ من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوھریرہ واقروا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا'' (بخاری ج۱ص۴۹۰، مسلم شریف ج۱ص۸۷)

(ترجمہ)''ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ دراں حالیکہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کردیں گے۔ مال کو بہادیں گے۔ یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابوہریرہؓ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس حدیث کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھو: وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا''

حافظ عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:''وھذا مصیر من ابی ھریرۃؓ الٰی ان الضمیر فی قولہ بہ وموتہ یعود علی عیسٰی علیہ السلام ای الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی'' (فتح الباری ج۶ص۳۵۷)

(ترجمہ)''یعنی ابوہریرہؓ کا اس طرح آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ ''بہ'' اور ''موتہ'' کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ میں حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئے گا۔''

ایک وہم کا ازالہ

مرزا اور مرزائی کہتے ہیں کہ:''اقروا ان شئتم الٰی آخرہ'' یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد نہیں بلکہ ابوہریرہؓ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب: یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجمالاً مذکور ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ اس لئے فقہا صحابہ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ

احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کی منشاء اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشادات نبویہ کا کلمات الٰہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لئے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں جس کو خدائے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاداً کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی سے منقول ہوتی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصاراً فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اور استقراء جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

نظیر اوّل

’’عن ابی هريرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول تفضل صلوة الجميع صلوة احدكم وحده بخمس وعشرين جزا وتجتمع ملائكة الليل والنهار فى صلوة الفجر ثم يقول ابوهريرة اقرا وان شئتم ان قرآن الفجر كان مشهودا‘‘ (اخرجہ البخاری ص۹۰، احمد بن حنبل فی مسندہ ج۲ ص۲۳۳،۲۳۶)

(ترجمہ)’’ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق وتائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: **ان قرآن الفجر كان مشهودا**‘‘ (بخاری شریف، مسند احمد)

نظیر دوم

’’عن ابى هريرة يقول قال النبى ﷺ ليس المسكين الذى. الخ! واقراؤا ان شئتم يعنى قوله تعالىٰ لايسئلون الناس الحافا‘‘

(اخرجہ البخاری ص۶۵۱، احمد بن حنبل فی مسندہ ج۲ ص۳۹۵)

(ترجمہ)’’ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسکین

وہ نہیں کہ جس کو ایک دولقمہ دے کر واپس کر دیا جائے۔ اصل مسکین وہ ہے جو سوال ہی سے بچتا ہو اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ لا یسئلون الناس الحافا''

نظیر سوم

''عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ کما تنتج البہیمۃ. البہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم'' (اخرجہ البخاری ج۲ص۷۰۴)

(ترجمہ)''ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الایۃ'

نظیر چہارم

''عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال ان اللہ خلق الخلق حتیٰ اذا فرغ من خلقۃ قالت الرحم ہذا مقام .... بک من القطعیۃ قال نعم اما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلی یا رب قال فہو لک قال رسول اللہ ﷺ فاقرأوا ان شئتم فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (بخاری شریف ج۲ ص۸۸۵) وفی روایۃ قال ابوہریرۃؓ اقرؤا ان شئتم وفی روایۃ قال رسول اللہ ﷺ اقرؤا ان شئتم''

(بخاری ج۲ص۷۱۶)

(ترجمہ)''ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو مثالی طور پر قرابتوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم قرابت قطع کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو تم کو وصل کرے اس کو میں اپنے سے ملاؤں اور جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی قطع تعلق کروں۔ قرابتوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ اے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تمہارے لئے یہ فیصلہ ہو چکا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر چاہو تو یہ آیت

پڑھ لو: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم‘‘

نظیر پنجم

’’عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعددت لعبادی الصلحین مالا عین رأت والاذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقراء وا ان شئتم فلا تعلم نفس مااخفی لھم من قرۃ اعین‘‘ (اخرجہ البخاری ص۴۶۰، احمد بن حنبل)

(ترجمہ) ’’ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں سے سنیں اور نہ کسی دل میں ان کا خطرہ گزرا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین‘‘

نظیر ششم

’’عن ابی ھریرۃ یبلغ بہ النبی ﷺ قال ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلھا مائۃ عام لا یقطھا واقرؤا ان شئتم وظل ممدود‘‘

(اخرجہ البخاری ص۷۲۴، احمد بن حنبل فی مسندہ ج۲ ص۲۸۲)

(ترجمہ) ’’ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت می ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس بھی چلے تو قطع نہیں کر سکے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: وظل ممدود‘‘

نظیر ہفتم

’’عن ابی ھریرۃ ؓ ان النبی ﷺ قال ما من مؤمن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ واقراوا ان شئتم النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم‘‘

(البخاری ص۳۲۳، احمد بن حنبل فی مسندہ ج۲ ص۳۲۸، ۳۳۴)

(ترجمہ) ’’ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ میں اس کی جان سے زیادہ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور اگر چاہو تو

یہ آیت پڑھ لو:النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم‘‘

نظیر ہشتم

’’عن ابی ھریرۃ ؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت وراھا الناس امن من علیھا فذلک حین لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا‘‘ (اخرجہ الامام احمد فی مسندہ ج۲ص۲۳۱،۳۱۳،۵۳۰)

(ترجمہ) ’’ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو اس وقت سب ایمان لے آئیں گے۔مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں دے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:ینفع نفسا ایمانھا (مسند احمد)‘‘

نظیر نہم

’’عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من مولود الانخسہ الشیطان الا ابن مریم وامہ ثم قال ابوھریرۃ اقراوا ان شئتم انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم‘‘ (مسند احمد ج۲ص۳۳۳)

(ترجمہ)’’ابوہریرہ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ کو شیطان ولادت کے وقت کوچہ دیتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ اس سے محفوظ رہے۔پھر ابوہریرہ ؓ نے کہا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:ان اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم‘‘

نظیر دہم

’’عن ابی ھریرۃ ؓ فی حدیث طویل عن النبی ﷺ انہ سئل عن الحمر الاھلیۃ فقال ما انزل اللہ علی فیھا الاھذہ الایۃ الجامعۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرایرہ. ومن یعمل مثقال ذرۃ شرایرہ‘‘

(بخاری ومسلم مسند امام احمد ج۲ص۲۶۲)

(ترجمہ) ’’ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جامع ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ‘‘ (بخاری ومسلم ومسند احمد)

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غالباً یہ اچھی طرح منکشف ہوگیا ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت اشتہاداً ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے بھی بعض رواۃ کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے: ’’حدثنا عبداللّٰہ قال حدثنی یزید انا سفیان عن الزھری عن حنظلۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسٰی بن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب الیٰ ان قال ثم تلا ابوھریرۃ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا. فزعم حنظلۃ اباھریرۃ قال یؤمن بہ قبل موت عیسٰی فلا ادری ھذا کلہ حدیث النبی ﷺ اوشی قالہ ابوھریرۃ‘‘

(مسند ج۲ص۲۹۰، اخرجہ ابن کثیر ج۲ص۲۳۵)

یعنی حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اوّل تا آخر، سب حدیث مرفوع ہے یا آخری حصہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ واللہ اعلم!

اور امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کل روایتیں مرفوع ہیں۔ گو بظاہر وہ موقوف ہوں۔

’’عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ھریرۃ فقیل لہ عن النبی ﷺ فقال کل حدیث ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ‘‘

(شرح معانی الاثار ج۱ص۱۱، باب سورۃ الھرۃ)

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور ج۲ص۲۴۲ پر اس روایت کو مرفوعاً نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے: ’’اخرجہ ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم عدلا یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتیٰ یکون

السجدة واحدة لله رب العلمين واقراوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته موت عيسىٰ بن مريم ثم يعيدها ابوهريرة ثلث مراة''

اور ''ثم یعیدھا'' کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے ماقبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہے۔ تب بھی حجت ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے اور خصوصاً وہ بات کہ جو بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک بالکل مسلم ہے۔ اگر قابل انکار ہوتا تو ضرور صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے سامنے کوئی قول منکر کہا جائے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اس پر انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مسلم تھا۔ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

''وقد اختار كون الضمير للعيسى ابن جرير وبه قال جماعة من السلف وهو الظاهر لانه تقدم ذكر عيسىٰ وذهب كثير من التابعين فمن بعدهم الىٰ ان المراد قبل موت عيسىٰ كما روى عن ابن عباس قبل هذا''

(ترجمہ) ''دونوں ضمیروں کا یعنی ''بہ'' اور ''موتہ'' کی ضمیروں کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی ہے۔ کیونکہ گزشتہ کلام میں حضرت عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔'' (فتح الباری)

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ ''بہ'' کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع

ہے اور ’’قبل موتہ ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت ورسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے۔ جیسا کہ ابی بن کعب ؓ کی قرأت: ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موتهم ‘‘ اس معنی کی صریح مؤید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت ورسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔ اس لئے شرعاً معتبر نہیں اور نہ آخر میں نجات کے لئے کافی ہے۔ اس قرأت میں بجائے ’’قبل موته ‘‘ کے ’’قبل موتهم ‘‘ بصیغہ جمع آیا ہیں جو صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ’’قبل موتهم ‘‘ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی ’’قبل موته ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہئے۔ تا کہ دونوں قرأتیں متفق ہوجائیں۔

حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: ’’ورجح جماعة هذا المذهب بقرأة ابى بن كعب الا ليؤمنن بالضم به قبل موتهم اى اهل الكتاب قال النووى معنى الكرية على هذا ليس من اهل الكتاب اذ يحضره الموت الا آمن عند المعانية قبل خروج روحه بعيسىٰ عليه السلام وانه عبدالله ولكن لا ينفعه هذا الايمان فى تلك الحالة كما قال الله عزوجل وليسئت التوبة للذين يعملون السيت حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الان ‘‘

(فتح الباری ج۶ ص۳۵۷)

(ترجمہ) ’’علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب کی قرأت کی بناء پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ ’’موته ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور اس قول کی بناء پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان اس کو نافع اور مفید نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وليست التوبة. الخ ‘‘ یعنی جب موت آجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔‘‘

ترجیح ارجح وتصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار قول اوّل ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس قول کا دارومدار ابی بن کعبؓ کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا حسن سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں اس قرأت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں جس قدر روایتیں ابن عباسؓ سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں۔ امام جلیل وکبیر حافظ عماد الدین بن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''**واولی هذه الاقوال بالصحة القول الاول وهو انه لا یبقی احد من اهل الکتاب بعد نزول عیسٰی علیہ السلام الا امن به قبل موته ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام ولا شک ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح لانه مقصود من سیاق الایة وهذا القول هو الحق کما سنبینه بالدلیل القاطع ان شاء الله تعالٰی وبه الثقة وعلیه التکلان**''

(تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۳۳)

(ترجمہ) ''حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبریؒ نے اختیار فرمایا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی قول حق ہے۔ جیسا کہ ہم اس کو دلیل قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اور دلیل قطعی ہے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحۃً یہ مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق وتوفیق

جاننا چاہئے کہ دو قرأتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعبؓ کی قرأت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے

اورقرأت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قرأتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قرأت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قرأت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں۔

اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ: ’’آلم غلبت الروم‘‘ میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول اور ہر قرأت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے یہ قرأت شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور محمد بن الحنفیہ[1] سے مروی ہے کہ

[1] وہ روایت یہ ہے: ’’اخرج ابن المنذر عن شهر بن هو شب قال قال لی الحجاج یا شهر آیة من کتاب الله ما قراتها الاعتراض فی نفسی منها شئ قال الله وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته وانی اوتی بالاساری فاضرب اعناقم ولا اسمع یقولون شیا فقلت رفعت الیک علی غیر وجهها ان النصرانی اذا خرجت روحه ضربت الملائکة من وجهه ومن دبره وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انه الله وابن الله او ثالث ثلثة عبدالله وروحه وکلمة فیؤمن حین لا ینفعه ایمانه وان الیهودی اذا خرجت نفسه ضربة الملائکة من قبله ودبره وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انک قتلة عبدالله وروحه فیؤمن به حین لا ینفعه الایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت به احیاهم کما آمنت به موتاهم فقال من این اخذتها فقلت من محمد بن علی قال لقب اخذتها من معدنها قال شهر وایم الله ماهدثنیه الا ولکنی احببت ان اغیظه‘‘ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۲۴۱)

جولوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مریں گے۔ وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں اور جو اہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہٰذا ابی بن کعب ؓ کی قرأت نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرأت متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھالئے گئے۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے: ''اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله تعالٰی وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیة قال قال لیس من اهل الکتاب احد الا اتته الملائکة یضربون وجهه ودبره ثم یقال یا عدو الله ان عیسٰی روح الله وکلمة کذبت علٰی الله وزعمت انه الله ان عیسٰی لم یمت وانه رفع الٰی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا امن به'' (تفسیر درمنثور ج۲ ص۲۴۱)

(ترجمہ) ''عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی بن الحنفیہ سے آیت: ''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به. الخ '' کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں۔ فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں۔ اس کے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ اللہ ہیں تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھالئے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔ پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔''

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدۂ فاسدہ پر توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ کی بناء پر توبیخ

کی جاتی ہو۔’’کما قال تعالیٰ: ان الذین توفھم الملکۃ ظالمی انفسھم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوء‘‘

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔ جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہوجائے۔ اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری دلیل

’’قال اللہ عزوجل: ومکروا ومکر اللہ. واللہ خیر الماکرین. اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون‘‘

ترجمہ وتفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے وہم وگمان سے بھی بالا اور برتر تھی وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنادیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کرلے گئے اور عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں۔ تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لوں گا اور بجائے اس کے کہ یہ ناہنجار تجھ کو پکڑ کرلے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں۔ میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور معطر جگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس نہ ہو اور یہ ناہنجار تجھ کو بے عزت کر کے تیرے

اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکمران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ رہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہیں گے اور اپنی ذلت ومسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت ورفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا۔ تاکہ یہود بے بہبود اپنی عزت اور حکمت قائم کرنے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہوئیں تو یکایک عیسیٰ علیہ السلام بصد جاہ وجلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا۔ اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل وقتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی۔ ایمان لے آؤ یا اپنے وجود سے بھی دستبردار ہو جاؤ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت، ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے۔ جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں: ’’ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ‘‘ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے۔ پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائے گا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ ’’کما قال اللہ تعالیٰ: وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ‘‘ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں۔

توفی، وفا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ یہ مادہ خواہ کسی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لئے ہوئے ہوگا۔ ’’کما قال تعالیٰ: آفوا بعهد اوف بعهدی کم ‘‘تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔‘‘وقال تعالیٰ: واوفوا الکیل اذا کلتم ’’ماپ کو پورا کرو۔ جب تم ماپو ’’یوفون بالنذر ‘‘اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔‘‘وانما توفون اجورکم یوم القیامة ’’جزایں نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دیئے جاؤ گے۔ یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جائے گا۔ مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی ’’اخذ الشیٔ وافیا ‘‘کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے۔ قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لئے گئے ہیں۔ توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لئے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لئے موت لازم ہے۔ توفی عین موت نہیں بلکہ موت تو توفی بمعنی اکمال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ چنانچہ (لسان العرب ج۲۰ ص۲۸۰) میں ہے:

توفی ’’المیت استیفاء مدت التی وفیت له وعدد ایامه وشهوره واعوامه الدنیا ‘‘یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہوگیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے رب سے جاملے اور دار فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال

فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں۔ تشریف اور تکریم کی غرض سے بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اسی طرح توفی کے لفظ کو سمجھئے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف وتکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

علامہ زمخشری (اساس البلاغہ ج۲ ص۳۰۴) میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور استکمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں: ''**وفی بالعهد واوفی به وهو وفی من قوم وهم اوفیاء واوفاه واستوفاه وتوفاه استکمله. ومن المجاز توفی وتوفاه الله ادرکة الوفاة**''

اور علیٰ ہذا علامہ زبیدی (تاج العروس شرح قاموس ج۱۰ ص۳۹۴) میں فرماتے ہیں:

''**وفی الشئ وفیاتم وکثر فهو وفی وواف بمعنی واحد وکل شی بلغ الکمال فقد وفی وتم ومنه اوفی فلانا حقه اذا عطاه وافیا واوفاه فاستوفی وتوفاه ای لم یدع شیا فهما مطاوعان لاوفاه ووفاه ومن المجاز ادرکة الوفاة ای المنیة والموت وتوفی فلان اذا مات وتوفاه الله عزوجل اذا قبض نفسه**''

اب ہم چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ توفی کی حقیقت موت بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئے ہے۔

آیت اوّل: ''**الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الیٰ اجل مسمی**'' ﴿یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روحوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے وقت نیند کے، پس روک لیتا ہے ان کو جن پر مقدر کی ہے اور واپس

بھیج دیتا ہے ان کو وقت مقرر تک۔﴾

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بعینہٖ موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیت ہذا میں توفی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور ’’حین موتھا ‘‘ کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی موت کے وقت ہوتی ہے۔ عین موت نہیں۔ ورنہ خود شئے کا اپنے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے۔ لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں: ’’ومن ذلک قولہ عزوجل اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا ای یستوفی مدد آجا لھم فی الدنیا واما توفی النائم فھو استیفاء وقت علقه وتمیز الٰی ان نام‘‘ (لسان العرب ج۲۰ ص۲۸۰)

(ترجمہ) ’’یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اور نیند کے وقت عقل اور ادراک اور ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔‘‘

حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استیفاء اور ’’اخذ الشی وافیا ‘‘ یعنی شئے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم: ’’وھو الذی یتوفّٰکم باللیل ‘‘﴿وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا کھینچ لیتا ہے۔﴾

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم: ’’حتی یتوفھن الموت‘‘

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

تا آں کہ عمر ایشاں را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کردے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اکمال عمر کے لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں جابجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جابجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات کو موت کے مقابلہ ذکر فرمایا ہے۔ توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔

قال تعالیٰ: (۱)''یحیی الارض بعد موتھا''(۲)''کفاتا احیاء وامواتا''(۳)''یحیکم ثم یمیتکم''(۴)''ھوامات واحیی''(۵)''یخرج الحیی من المیت ویخرج المیت من الحیی''(۶)''اموات غیر احیاء''(۷)''وتوکل علی الحیی الذی لایموت''(۸)''لایموت فیھا ولا یحیی''(۹)''کذلک یحیی اللہ الموتی''(۱۰)''یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر''

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہوگئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقر وغیرہ اس کے افراد ہیں۔ حیوانیت کبھی انسانیت میں ہوکر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ۔ وغیر ذلک!

چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''لفظ التوفی فی لغت العرب معناہ الاستیفاء والقبض وذلک ثلاثۃ انواع احدھا توفی النوم، والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعا'' (الجواب الصحیح ج۲ص۲۸۳)

(ترجمہ)''لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی الروح والجسد یعنی روح اور جسم کو پورا پورا لے لینا۔''

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھالینا اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں۔ انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت اور رفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے جہاں توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازم کا ذکر ہوگا۔ اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی۔ جیسے: ’’**قل یتوفکم ملک الموت الذی وکّل بکم** ‘‘ اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ پورا پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی اور جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا۔ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لئے جائیں گے۔ جیسے: ’’**وھو الذی یتوفکم باللیل** ‘‘ وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے۔

لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ ابونواس کہتا ہے ؎

فلما توفاہ رسول الکریٰ

یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا، یعنی سلا دیا۔ اس شعر میں بھی توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا اور مرزا قادیانی بھی، دعویٰ مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے۔ جیسا کہ (براہین احمدیہ ص۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۶۴) پر لکھتے ہیں کہ: ’’**انی متوفیک** ‘‘ یعنی میں تجھ کو کارخیر بخشوں گا اور اسی کتاب کے (ص۴۹۹،۵۰۰، خزائن ج۱ ص۵۹۳) پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے۔

غرض یہ کہ یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور ’’**اخذ الشی وافیا** ‘‘ یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے

ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لادکھادے، جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں بلکہ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں...... جہاں کہیں بھی لفظ توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں۔ یعنی استیفاء اور استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے۔ اس لئے مجازاً یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لئے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست اور نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم کے مرادف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ بعث اور نشاۃ ثانیہ کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لئے ارشاد فرمایا: ’’**قل یتوفکم ملک الموت الذی وکّل بکم ثم الیٰ ربکم ترجعون**‘‘ آپ ان منکرین بعث سے کہہ دیجئے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے۔ یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لئے پیشی ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ تم اپنے آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل گئے تم جان لو وہ فرشتہ لے جاتا ہے۔ فنا نہیں ہوتے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محیی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنئے۔ یہود بے بہبود نے

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمالیا۔''کما قال تعالیٰ: فلما احس عیسیٰ منهم الکفر ''تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر ہی رہے ہیں۔ہم بھی تدبیریں کررہے ہیں۔عن قریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے۔ایک توفی، دوم رفع اور سوم تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا اور چہارم متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا اور پنجم فیصلہ اختلافات۔اوّل کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کے متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق جس کا تعلق سب سے ہے۔

۱...... وعدہ توفی

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور عام سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں۔یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے گھبراؤ نہیں، میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناہنجار اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باجود کو ان میں رہنے دیا جائے۔ان کی ناقدردانی اور ناسپاسی کی سزا یہ ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔

حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامة ونضر (آمین) فرماتے ہیں۔

وجوه لم تكن اهلا لخير فياخذ منهم عيسیٰ اليه

یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

ويرفعه ولا يبقيه فيهم كاخذ الشي لم يشكر عليه

اور اپنی طرف اٹھالیا اور ان میں نہ چھوڑا۔عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے ایسا لے لیا۔جیسا کہ اس شئے کو لے لیا جاتا ہے کہ جس کی ناقدری کی جائے۔

وحيز كما يجازا لشي حفظا وآواه الیٰ ماوی لديه

اوران سے چھین کر اپنے پاس محفوظ رکھا اور اپنے یہاں ان کو ٹھکانا دیا۔

اس مقام پر موت کے معنی مناسب نہیں۔ اس لئے کہ جب ہر طرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوئے ہوں تو اس وقت تسلی اور تسکین خاطر کے لئے موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ دشمنوں کا تو مقصود ہی جان لینا ہے۔ اس وقت تو مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم گھبراؤ نہیں۔ ہم تم کو تمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح وسالم نکال لے جائیں گے۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ ہم تم کو دشمنوں کے درمیان سے اس طرح اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملے گا۔ آیت میں اگر توفی سے موت کے معنی مراد ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تو تسلی نہ ہوگی۔ البتہ یہود کی تسلی ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خود ہی ان کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کروں گا۔ خودبخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

۲...... نیز یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام شئے ہے جس میں تمام مومن اور کافر، انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

۳...... نیز ''ومکروا ومکراللّٰہ'' سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو۔ کیونکہ باجماع مفسرین[1] ''ومکروا'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلب کی تدبیریں مراد ہیں اور ''مکراللّٰہ'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور ''مکراللّٰہ'' کو ''مکروا'' کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو نیست اور ناکام ہوئی اور اللہ سبحانہ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب

[1] قوله تعالٰی ومکروا ای بالقتل ومکر اللّٰہ ای بالرفع الی السماء کما ھو مصرح فی التفسیر الکبیر ج۲ ص۴۶۳، ابن کثیر ج۲ ص۲۲۹، درمنثور ج۲ ص۳۶، کشاف ص۳۰۶، بیضاوی ج۲ ص۱۱، بحرالحیط ج۲ ص۴۷۲، مدارک ج۲ ص۲۰۵، روح المعانی ص۱۵۸، الجزء۳ والسراج المنیر ج۱ ص۲۱۵، تاریخ کامل ابن الاثیر ج۱ ص۱۱۰، جلالین ص۵۰، ابوالسعود ج۱ ص۱۳۵

آئی۔ واللہ غالب علی امرہ جیسے: ’’انھم یکیدون کیدوا کید کیدا ‘‘ وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ’’قالوا تقاسموا باللہ لنبینہ واھلہ ثم لنقولن لولیہ ما شھدنا مھلک اھلہ وانا لصدقون. ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وھم لا یشعرون. فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انادمرنھم وقومھم اجمعین ‘‘ قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح (علیہ السلام) اور ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقعہ پر حاضر نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیر کیں اور ہم نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھاری پتھر لڑھک کر ان پر آ گرا جس سے دب کر سب مر گئے۔ (کما فی الدر المنثور) دیکھ لو کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے اپنے مکر اور تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح اس آیت میں مکروا کے بعد ومکراللہ مذکور ہے۔ جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی۔ مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی تدبیر کی۔ ’’کما قال تعالیٰ: ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ‘‘ کفار مکہ آپ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرادی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا۔ ’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین ‘‘ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں

کے ہاتھ سے صحیح وسالم نکال کر آسمان کی طرف ہجرت کرادی۔ اب اس ہجرت کے بعد، نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لئے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کو فتح کرنے کے لئے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے بر۔''رفع الی السماء''

وعدہ دوم

''کما قال تعالیٰ: ورافعک الیّ ''یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا۔ جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔ جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لئے کہ:

۱...... رافعک میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

۲...... رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق خود......''متوفیک'' سے معلوم ہوچکا ہے۔ لہٰذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

۳...... نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لئے لازم ہے۔ اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

۴...... نیز باتفاق محدثین ومفسرین ومورخین یہ آیتیں نصارائے نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہوکر آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہٰذا اگر رفع الیٰ السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدۂ ابنیت اور عقیدہ تثلیث اور عقیدہ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الیٰ السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح ''وما قتلوہ'' اور ''ما صلبوہ'' کہہ کر عقیدہ قتل وصلب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے ''بل رفعہ اللہ'' کے ''ما رفعہ اللہ'' فرما کر عقیدہ رفع الیٰ السماء کی تردید ضروری تھی۔ سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدۂ تطہیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔''**واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذجئتھم بالبینت**''اس آیت میں حق جل شانہ کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے۔ ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجھ کو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعدہ سوم

''**ومطھرک من الذین کفروا**''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے اور تیرے دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا اور ان کے ناپاک اور نجس پڑوس میں تجھ کو نہیں رہنے دوں گا۔ بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجھ کو بلالوں گا۔ لفظ مطہرک، کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا۔''**کما قال تعالیٰ: انما المشرکون نجس**''یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے اور دوسری جگہ ارشاد ہے:''**واذ کففت بنی اسرائیل عنک**''اور اس وقت کو یاد کر کہ جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔ پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۳۲) میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں مروی ہے۔ یعنی''**ومخلصک من الیھود فلا یصلون الیٰ قتلک**''یعنی تطہیر من الکفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو یہود سے چھوڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک کبھی رسائی نہ ہوگی اور''**اذ کففت بنی اسرائیل**''کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا:''**کففت بنی اسرائیل عنک**''اور''**کففت بمعنی نجیت**''کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو قرار دیا اور لفظ''**عنک**''بعد میں ذکر فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگاسکیں۔ لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں

ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزۃ کے بیان کے لئے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ: ’’اذ نجیتک عن بنی اسرائیل ‘‘ کہ تجھ کو بنی اسرائیل سے نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجھ کو چھڑایا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہے: ’’واذ انجینکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب ‘‘ اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی۔ اس لئے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہنچاتا، وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بدذات کو پاس بھی نہ بھٹکنے دیا اور جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھالیا۔ تمام تفاسیر معتبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزاقادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہوکر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی۔ حالانکہ کشمیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں۔ ’’ومطھرک من الذین کفروا ‘‘ کہ میں تجھ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ’’کما قال تعالیٰ: ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل ‘‘ان کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کے کیا معنی؟

وعدہ چہارم

غلبہ متبعین برمنکرین

’’وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ ‘‘اور اے عیسیٰ! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں وہاں نصاریٰ یہود پر غالب اور حکمراں ہیں۔ آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم

فیصلہ اختلاف

''ثم الیّٰ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون''

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے۔ تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا۔ لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور وہ مبارک وقت وہ ہوگا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی اس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اس وقت شجر حجر بھی یہ کہیں گے: ''هذا یهودی ورائی فاقتله'' یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ اس کو قتل کیجئے۔ صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور ابنیت سے تائب ہوکر ان کے عبداللہ اور رسول اللہ ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کرلیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

''هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله'' یہی ہے وہ کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور بے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور ''مازادهم الا ایمانا وتسلیماً'' کے مصداق ہوں گے اور اب تک تو نزول عیسیٰ بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا۔ لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمان شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور روئے زمین پر کوئی دین سوائے دین اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

توفی کی دوسری نوع

اوراگراس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے۔ تب بھی مرزاقادیانی کے لئے مفید نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ''متوفیک'' معنی میں ''مینمک'' کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے: ''**قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ علیہ السلام قدنام فرفعہ اللہ نائماً الی السماء معناہ انی مینمک ورافعک الیّ کما قال تعالیٰ وھم الذی یتوفکم باللیل ای مینمکم واللہ اعلم**'' ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ''**وھو الذی یتوفکم باللیل**'' (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔

لیکن توفی بمعنی نوم سے بھی مرزاقادیانی کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع (یعنی موت)

اوراگراس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے۔ جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ تب بھی مرزاقادیانی کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّلاً حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا اور محمد بن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لئے پیش

بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور رفع الیٰ السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا دوسرا مطلب ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں: ''**اخرج اسحاق بشر وابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ تعالٰی انی متوفیک ورافعک الیّٰ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان**'' (درمنثور ج۲ص۳۶) (ترجمہ) ''ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ''**متوفیک ورافعک**'' کی تفسیر میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح کا رفع مقدم ہے اور ان کی وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔''

پس اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی مروی ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہو۔ اسے لینا اور حجت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہو اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا ''**لا تقربوا الصلوٰۃ**'' سے حجت پکڑنا اور ''**انتم سکاریٰ**'' سے آنکھیں بند کر لینا۔ نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا یہ نصف الاعمی اور نصف البصیر ہی کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر جو ممیتک مروی ہے۔ اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو دیکھا ہے۔ لہٰذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانید صحیحہ اور جیّدہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر جو اسانید صحیحہ اور جیّدہ اور روایات معتبرہ

سے منقول ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تصریحات

۱...... تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته'' میں ''قبل موته'' کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جزم اور یقین تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں لکھتے ہیں: ''والصحیح کما قال القرطبی ان اللہ تعالٰی رفعه من غیر وفاۃ ولا نوم وھو الروایة الصحیحین عن ابن عباس، روح المعانی'' امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر نیند کے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا صحیح قول یہی ہے۔

امام قرطبی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ قابل اعتبار نہیں۔

''قال الحافظ عماد الدین بن کثیر عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسٰی الی السماء الٰی ان قال ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبه فقتلوہ ثم صلبوہ وھذا اسناد صحیح الٰی ابن عباس'' (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۹)

(ترجمہ) ''حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص پر ان کی شباہت ڈال دی گئی اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھالئے گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر کی سند صحیح ہے۔''

۲...... اور تفسیر (فتح البیان ج۲ ص۳۴۲) پر ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے، بے شک اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ومکروا ومکر اللہ'' کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا

قول نقل کیا کہ مکر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ (روح المعانی ج۳ص۱۵۷)

۴...... تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔

۵...... محمد بن سعد نے (طبقات کبریٰ ج۱ص۲۶) پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الیٰ السماء کے بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وہو ہذا: ’’اخبرنا هشام بن محمد بن السائب عن ابيه من ابى صالح عن ابن عباس قال كان بين موسىٰ بن عمران وعيسىٰ بن مريم الف وتسعمائة سنة ان قال وان عيسىٰ حين رفع كان ابن اثنتين وثلاثين سنة وستة اشهر وكانت نبوته ثلاثين شهرا وان الله رفعه بجسده وانه حيى الان وسيرجع الىٰ الدنيا فيكون ملكا ثم يموت كما يموت الناس‘‘

(طبقات کبریٰ ج۱ص۲۶، مطبوعہ لیدن، جرمنی)

(ترجمہ) ’’ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اٹھائے گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت اٹھایا۔ درآنحالیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔ جیسے اور لوگ وفات پاتے ہیں۔‘‘

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الیٰ السماء اور دوبارہ نزول صراحۃً معلوم ہوگیا۔ اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ’’سیرجع الیٰ الدنیا‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا جو رجوع سے مشتق ہے۔ جس کے معنی واپس کے ہیں۔ یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے۔ اسی جسم کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اور تشریف آوری ہوگی۔ خود بہ نفس نفیس وہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ کوئی ان کا مثیل اور شبیہ نہیں آئے گا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ ابن عباس ؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ منقول ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباس ؓ سے مروی ہے۔

مرزا قادیانی کو چاہئے کہ ابن عباس ؓ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں۔ حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو ممیتک سے مروی ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۹۴۳، خزائن ج۳ ص۶۲۱) پر لکھتے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

مرزا قادیانی اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ اسی طرح سلانا اور بیہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہٰذا جب مرزا قادیانی کے نزدیک اماتت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس ؓ کی تفسیر ممیتک میں اگر اماتت سے سلانے کے معنی مراد لئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی اماتت بمعنی انامت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے۔’’الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور‘‘

اقوال مفسرین

گزشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ توفی کے استعمالات مختلف ہیں۔اس لئے حضرات مفسرین سے اس آیت کی جو توجیہات منقول ہیں۔

ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفہ کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے۔ لیکن رفع الیٰ السماء پر سب متفق ہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الیٰ ذاک الجمال یشیر

ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے۔ سب کا اشارہ اسی ایک حسن کی طرف ہے۔

قول اوّل

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **''الاوّل معنی قولہ انی متوفیک ای انی متم عمرک فحینئذ اتوفک فلا اترکھم حتی یقتلوک بل انا رافعک الیّٰ السمای ومقربک بملائکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وھذا تاویل حسن''** (تفسیر کبیر ج۲ ص۴۸۱)

(ترجمہ) ''انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص تجھ کو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کرسکتا۔ میں تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھ کو قتل کرسکیں بلکہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔''

اور اسی معنی کو علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کا کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔ توفی کے معنی اتمام عمر کے ہیں جو ابتدائے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں۔ اسی درمیان میں رفع الیٰ السماء ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اس طرح عمر شریف پوری ہوگی۔

''قال الزمخشری انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی

عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الیٰ اجل کتبته لک وممیتک حتف انفک لا قتیلا بایدیهم...... ففسره بمادة من باب الاستفعال وقوله ومعناه الخ یرید حاصل المقام وماجری فی سلسلة الواقعة لا تفسیر لفظیا فانه مرض فیما بعد ولم یرضه ان یکون تفسیره ابتداء حیث قال وممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان. وقد عدل الله عن لفظ الاماتة لئلا یباده ویواجه عیسیٰ به فی مقابلة الیهود علی ذکر التناول والاستیفاء ثم لیجری مایجری کل بحیی مستکمل مدة العمر'' (مشکلات القرآن ص۱۳۲)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ جیسا کہ امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: ''ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دارهمی واوفیتها کما یقال سلم فلان الی دراهمی وتسلمتها'' (تفسیر کبیر ج۲ ص۴۸۱)

(ترجمہ) ''یعنی توفی کے معنی کسی شئے پر پوری طرح قبضہ کر لینے کے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے روپے دے دیئے اور میں نے اپنے پورے روپے اس سے وصول کر لئے۔''

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطروزاق اور ابن جریج اور محمد بن جعفر بن زبیر سے منقول ہیں اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔ قول اوّل اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا گیا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ الشی وافیا کے ہیں۔ یعنی کسی شئے کو پورا پورا لے لینا اور اس جگہ

عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''ان التوفی اخذ الشی وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر بیالہ ان الذی رفعہ اللہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الیٰ السماء بروحہ وبجسدہ ویدل علی صیحۃ ھذا التاویل قولہ تعالیٰ ومایضرونک من شی''

(تفسیر کبیر ج۲ ص۴۸۱)

(ترجمہ)''توفی کے معنی کسی شئے کو پورا پورا اور بجمیع اجزاء لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف روح کو اٹھایا۔ اس لئے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:''وما یضرونک من شی''تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔''

قول چہارم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:''قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ علیہ السلام قدنام فرفعہ اللہ نائما الیٰ السماء معناہ منیمک ورافعک الیّ کما قال تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل'' (تفسیر درمنثور ج۲ ص۳۶، معالم التنزیل وتفسیر کبیر)

(ترجمہ)''ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی حالت میں آسمان پر اٹھایا۔ جیسا کہ''وھو الذی یتوفکم باللیل''اس آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔''

قول پنجم

توفی سے موت کے معنی مراد ہیں۔ جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طلحہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنی ممیتک روایت کرتے ہیں۔ امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن

عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ جیسا کہ محمد بن اسحاق اور وہب سے منقول ہے۔ اس قول پر آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ: ''انی متوفیک بعد انزالک من السماء '' میں تجھ کو آسمان سے اترنے کے بعد موت دوں گا۔

کیا تقدیم وتاخیر تحریف ہے؟

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ج۲ ص۹۲۵، خزائن ج۳ ص۶۰۸ ملخص) میں لکھتے ہیں: ''اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک مؤخر ہے سو ان یہودیوں کی طرح تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔''

جواب: تقدیم وتاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت وبلاغت میں مخل ہے۔ بلکہ بسا اوقات عین فصاحت اور عین بلاغت ہے۔ فصحاء اور بلغاء کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: ''ومثلہ من التقدیم والتاخیر کثیر فی القرآن'' (تفسیر کبیر ج۲ ص۴۸۱)

(ترجمہ) ''ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں جو تقدیم وتاخیر آئی ہے اس قسم کی تقدیم وتاخیر قرآن کریم میں کثیر ہے۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''قال جماعۃ من اھل المعانی منھم الضحاک والفراء فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الیّٰ علی التقدیم والتاخیر لان الواولا توجب الرتبۃ والمعنی انی رافعک الیّٰ ومطھرک من الذین کفروا متوفیک بعد ان تنزل من السماء کقولہ تعالیٰ ولولا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی والتقدیر ولولا کلمۃ سبقت من ربک واجل مسمی لکان لزاما قال الشاعر الا یانخلۃ من ذات عرق...... علیک ورحمۃ اللہ السلام'' (تفسیر قرطبی ج۴ ص۹۹)

(ترجمہ) ''اہل علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ

حق تعالیٰ کے اس قول ’’انی متوفیک ورافعک الیّ ‘‘میں تقدیم وتاخیر ہے اور اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ واؤ ترتیب کی مقتضی نہیں اور معنی آیت کے اس طرح ہیں کہ اس وقت رفع ہوگا اور توفی یعنی وفات بعد نزول کے ہوگی اور تقدیم وتاخیر کے نظائر قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جیسا کہ’’ ولولا کلمة سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی ‘‘اس آیت میں بھی تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل تقدیر عبارت اس طرح ہے۔’’ولولا کلمة سبقت من ربک واجل مسمی ‘‘یعنی’’واجل مسمی ‘‘کا عطف کلمہ پر ہے اور’’لکان لزاما ‘‘ دونوں ہی کی خبر ہے۔ شاعر کہتا ہے اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔ اس شعر میں تقدیم وتاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے کہ جو معطوف علیہ ہے اور رحمۃ اللہ مقدم ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا مقتضی یہ ہیں کہ معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف موخر ہو اور شعر میں معطوف یعنی ورحمتہ اللہ مقدم ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہیں۔‘‘ (تفسیر قرطبی)

’’وقال تعالیٰ ماھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیی فقالت طائفة ھو مقدم وموخر ومعناہ نحیی ونموت‘‘ (لسان العرب ج۱۸ص۱۳۲)

(ترجمہ)’’اوراسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول’’ماھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیی ‘‘میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل کلام’’نحیی ونموت ‘‘ ہے۔ اس لئے کہ حیات مقدم ہے اور موت اس کے بعد ہے۔ مگر آیت میں نموت مقدم ہے اور’’نحیی ‘‘موخر ہے۔‘‘

’’وقال تعالیٰ: حتی تستانسوا وتسلموا قال الفراء ھذا مقدم وموخر انماھی حتی تسلموا وتستانسوا السلام علیکم ادخل‘‘

(لسان العرب ج۷ص۱۱۲)

(ترجمہ)’’اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت چاہو اور سلام کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔ پہلے سلام ہے اور بعد استیذان اجازت حاصل کرنے کے لئے اس طرح کہنا چاہئے۔ السلام علیکم ادخل! سلام ہو تم پر کیا میں اندر آسکتا ہوں؟‘‘

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا، قرآن کریم میں اس واقعہ کو’’ واذ قتلتم

نفسا فادرء تم ‘‘ سے بعد میں بیان فرمایا اور اس کے متعلق جو احکام صادر ہوئے ان کو پہلے بیان فرمایا: ’’کما قال تعالیٰ: ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ ‘‘ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم وموخر بیان کیا گیا ہے۔

’’کما قال ابوحیان وقال بعض الناس التقدیم والتاخیر حسن لان ذاک موجود فی القراٰن فی الجمل وفی الکلمات وفی کلام العرب واورد من ذلک جملا من ذلک قصۃ نوح علیہ السلام فی اھلاک قومہ وقولہ وقال ارکبوا وفی حکم من مات عنھا زوجھا بالتربص بالاربعۃ الشھر بمتاع الی الحول اذا لناسخ مقدم ومنسوخ ومتاخر‘‘

(کذا فی البحر المحیط ج۱ ص۲۵۹)

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا گیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم وتاخیر کے صدہا نظائر موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں۔ غرض یہ کہ تقدیم وتاخیر تحریف تو کیا ہوتی فصاحت وبلاغت کے بھی خلاف نہیں اور آیت توفی میں تقدیم وتاخیر خود بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔

مرزا قادیانی بھی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں

مرزا قادیانی (مسیح ہندوستان میں ص۵۴، خزائن ج۱۵ ص۵۴) پر لکھتے ہیں: ’’اور مطہرک کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ یہی ہے۔‘‘ (یعنی مرزا کا زمانہ)

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں پورا ہوا اور ’’جاعل الذین اتبعوک ‘‘یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوگئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہوگیا تھا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے قول پر آیت میں تقدیم وتاخیر لازم آئی۔ اس لئے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدہ تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ مرزا کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ (متعلقہ بآیت مائدہ)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور اخذ الشی وافیا (یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں) اور ’’انی متوفیک ورافعک الیّ‘‘ میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی سے رفع آسمانی مراد ہے تو اس طرح سورۂ مائدہ کی آیت توفی کو سمجھئے کہ وہاں بھی توفی سے رفع الیٰ السماء ہی مراد ہے اور ’’فلما توفیتنی‘‘ کے معنی ’’فلما رفعتنی الیٰ السماء‘‘ کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں ’’توفیتنی‘‘ کی تفسیر ’’رفعتنی‘‘ کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور در منثور میں ہے۔ امام رازی (تفسیر کبیر ج۳ ص۷۰۰) میں لکھتے ہیں: ’’فلما توفیتنی المراد به وفاۃ الرفع الیٰ السماء‘‘ اور (تفسیر ابوالسعود ج۳ ص۱۰۷) ’’ورافعک الیّ فان التوفی اخذ الشئ وافیا‘‘ اور اس طرح (تفسیر بیضاوی اور معالم التنزیل ج۱ ص۳۰۸، مدارک التنزیل ج۱ ص۲۴۲، تفسیر خازن ج۱ ص۴۰۸، تفسیر روح المعانی ج۳ ص۱۵۸)

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحۃً اس کی تصریح ہے کہ توفی سے رفع الیٰ السماء مراد ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آیت مائدہ میں توفی سو کنایۂ موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا قادیانی کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں اس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق وسباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گزشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ’’یوم یجمع اللہ الرسل‘‘ اور ’’ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم‘‘ اور ’’یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا‘‘ سے صاف ظاہر ہے۔

(تفسیر در منثور ج۲ ص۳۴۹) ’’اخرج عبدالرزاق وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ متی یکون ذلک قال یوم القیامۃ الا تری انہ یقول یوم ینفع الصدقین‘‘ ﴿عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ قتادہ سے ’’ء انت قلت للناس اتخذونی‘‘ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن

ہوگا۔جیسا کہ ’’هذا يوم ينفع الصدقين‘‘ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے: ’’روی ابن عساکر عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامة یدعی بالانبیاء واممهم ثم یدعی بعیسیٰ فیذکره نعمة علیه فیقربها فیقول بعیسیٰ اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الایة ثم یقول ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله. فینکر ان یکون قال ذلک الحدیث‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۸۱)

(ترجمہ)’’ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں گے کہ تم ہی نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔‘‘

’’واخرج ابن مردویة عن جابر بن عبدالله انه سمع النبی ﷺ یقول اذا کان یوم القیامة جمعت الامم ودعا کل اناس بامامهم قال ویدعی عیسیٰ فیقول بعیسیٰ یعیسیٰ ء انت قلت الناس اتخذونی وامی الهین من دون الله. فیقول سبحنک مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق الیٰ قوله یوم ینفع الصادقین‘‘ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۳۴۹)

(ترجمہ)’’اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ابو موسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبداللہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائے گا۔‘‘

مرزا قادیانی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے۔ یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی صحابی اور تابعی بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال سے منقول ہو کہ جنہوں نے کریم بخش کے صادق ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۷۰۸، خزائن ج۳ ص۴۸۲) میں لکھتے ہیں کہ: ’’کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔‘‘ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال، گنیشا مل وغیرہ ہیں اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔

ائمہ حدیث جب کسی رواوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام! تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کاذب کے سلسلہ روایت کے لئے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا معذور ہے۔ اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ مسند سلسلۃ الذہب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلۃ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے اور مرزا قادیانی کا سلسلۃ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزائیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہوگئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل داس لوگوں کی بکواس معتبر ہوگئی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک وہم اور اس کا ازالہ

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵) پر لکھتے ہیں: ’’تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرا بھی نہیں شرم کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت: ’’**فلما توفیتنی**‘‘ سے پہلے یہ آیت ہے: ’’**واذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس**‘‘ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے

یعنی ’’فلما توفیتنی ‘‘ وہ بھی بصیغہ ماضی ہے۔‘‘

جواب: یہ ہے کہ مرزا قادیانی اس کے بعد (الحکم ج۹ ش۲۲، مورخہ ۲۰ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ، ۲۴رجون ۱۹۰۵ء، ملفوظات احمدیہ ج۷ص ۲۳۵) طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ: ’’مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی تھی۔

عفت الدیار محلها و مقامها ‘‘یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں وہ ہیں نابود ہو جائیں گی۔‘‘

اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع لبید کا ہے۔ اس نے گزشتہ زمانہ کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقام ویران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آ جاتی ہے۔ بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ونفخ فی الصور ‘‘

’’واذ قال اللہ یعیسیٰ بن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ ولو تری اذو قفوا علی ربھم ‘‘وغیرہ اب معترض صاحب فرمائیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف ونحو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں۔ اس وجہ سے خدا نے جابجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی ’’اذ قال اللہ ‘‘پر شدومد سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا کہ مضارع کے معنی میں ہے تا کہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور ’’عفت الدیار محلها ومقامها ‘‘پر جو اعتراض تھا اس سے سبکدوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا اوّل ہی بار ذرا بھی قرآن عزیز میں غور کر لیتے تو یہ ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آ ہی گئے کہ اذ ہمیشہ ماضی کے لئے نہیں ہوتا کیونکہ قرآن عزیز میں ’’ولو تری

اذیتوفی الذین کفروا الملئکۃ ولوتری اذا الظلمون موفون عند ربکم ’’ان آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی قیامت ہی کا ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی دلیل

قال اللہ عزوجل :’’وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون ہذا صراط مستقیم. ولا یصدنکم الشیطٰن انہ لکم عدومبین ‘‘﴿اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ کہیں شیطان تم کو اس راہ راست سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔﴾

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا یہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل وکبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ:’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور مجاہد اور ابوالعالیہ اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے۔ جیسا کہ:’’وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۱۴۶)

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم کو سیدھے راستہ سے روکنا چاہتا ہے اور تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی پانچویں دلیل

’’قال الامام احمد حدثنا صفان ثناہمام انبائنا قتادۃ عن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحدوانی اولی الناس بعیسٰی بن مریم لانہ لم یکن نبی بینی

وبینـه وانه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض علیـه ثـوبـان مـمـصـران کأن راسه یقطر وان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویـقتـل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الیٰ الاسلام ویهلک اللّٰہ فی زمـانـه الـمـلل کلها الا الاسلام ویهلک اللّٰہ فی زمانه السمیح الدجال ثم تـقـع الامـانة عـلـی الارض حتـی تـرتـع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والـذئـاب مـع الـغـنم ویلعب الصبیان بالحیات لاتضرهم فیمکث اربعین سنة ثم یتـوفـی ویصلی علیه المسلمون ’’(وکذارواہ ابوداؤد وکذافی تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۱۶، وقال الحافظ ابن حجرؒ رواہ ابوداؤد احمد باسناد صحیح، فتح الباری ج۶ ص۲۵۷)

(ترجمہ)’’امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی اصول شریعت کا سب کا ایک ہے، اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے۔ رنگ ان کا سرخ اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی۔ صلیب کو توڑیں گے۔ جزیہ کو اٹھائیں گے۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو نیست ونابود کردے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

’’عن الحسن مرسلا قال قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ‘‘ (اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر ال عمران ج۲ ص۲۲۰)

(ترجمہ) ’’امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے۔ وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔‘‘

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحۃً موجود ہے۔ جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورۃً یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ساتویں دلیل

امام بیہقی (کتاب الاسماء والصفات ص۳۰۱) میں فرماتے ہیں: ’’اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابن بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شھاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاریؒ قال ان اباھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم‘‘ ﴿ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا اور اسناد اس روایت کی صحیح ہیں۔﴾

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی آٹھویں دلیل

’’وعن ابن عباس فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل عیسیٰ بن مریم من السماء‘‘ (اسحاق بن بشیر کنز العمال ج۷ ص۲۶۸)

(ترجمہ) ’’ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔‘‘

ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نویں دلیل

’’عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبر فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘ (رواہ الجوزی فی کتاب الوفا، کتاب الاذاعہ ص۷۷)

(ترجمہ)’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔ (اس سے صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن مریم کے ساتھ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔‘‘

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

’’حدثنی المثنی ثنا اسحاق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ تعالیٰ الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم قال ان النصاریٰ اتو رسول اللہ ﷺ فخاصموہ فی عیسیٰ بن مریم وقالوا الہ من ابوہ وقالوا علی اللہ الکذب والبھتان لا الہ الا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا فقال لھم النبی ﷺ الستم تعلمون انہ لا یکون ولدا لا ھو یشبہ اباہ قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حیی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفنا. قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شی یکلوہ ویحفظہ ویرزقہ قالوا بلی قال فھل یملک عیسیٰ من ذلک شیا قالوا لا قال افلستم تعلمون ان اللہ عزوجل لا یخفی علیہ شی فی الارض ولا فی السماء قالوا بلی. قال فھل یعلم عیسیٰ من ذلک شیا الا ما اعلم قالوا لا. قال فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء فھل تعلمون ذلک قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلی قال

الستم تعلموان ان عیسیٰ حلته امراة کما تحمل المرأة ثم وضعته کما تضع المراة ولدها ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم ویشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلی قال فکیف یکون هذا کما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل اللہ عزوجل الم اللہ لا اله الا هو الحی القیوم‘‘

(تفسیر ابن جریر ج۳ ص۱۰۸)

(ترجمہ)’’ربیع سے ’’الم اللہ لا اله الا هو الحی القیوم ‘‘ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ ﷺ نے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھران کا باپ کون ہے۔ حالانکہ وہ خدا ہے لاشریک۔ بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ (یعنی جب یہ تسلیم ہوگیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون وچگون ہے۔’’لیس کمثله شی ولم یکن له کفوا احد‘‘)‘‘

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ’’حیی لا یموت ‘‘ ہے یعنی زندہ ہے۔ کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے۔ (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصارائے نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رازق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شئے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم

کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصارائے نجران نے حق کو خوب پہچان لیا۔ مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ ''الم اللہ لا الہ الا ھو الحیی القیوم''

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں جس مسیح کے نزول کی خبر دی گئی۔ اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم کے بطن سے بلا باپ کے نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ! نزول سے امت محمدیہ میں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو۔ ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آنحضرت ﷺ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ! اگر احادیث سے نزول میں مثیل مسیح اور مرزا قادیانی کا قادیان میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا قادیانی ہی مراد ہوں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا مقصود انہیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں اور علیٰ ہذا! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جن کی توفی

(اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا وکلّا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے اور اگر بالفرض والتقدیر مرزا کے زعم فاسد کی بناء پر ان احادیث میں مثیل مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزا ہے تو مرزا قادیانی اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

۱...... تمام ملتوں کا ختم ہوکر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

۲...... خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصرانیت کو مٹا دینا۔

۳...... مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

۴...... اور جزیہ کو اٹھا دینا۔

۵...... اور زمین پر اتنا امن ہو جانا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی علامت بھی مرزا قادیانی کے زمانے میں نہیں پائی گئی بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاریٰ کا غلبہ جس قدر مرزا قادیانی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گزشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں۔ ترکی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا کے ہی دور مسیحیت میں آیا۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں کسر صلیب اور قتل خنزیر کے بجائے خاکم بدہن کسر اسلام اور قتل مسلمانان خوب ہوا۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے الٹے مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ مرزا جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہوگئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت ''یفیض المال حتی لا یقبلہ احد'' تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا قادیانی مال تو کیا بہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگتے گزری۔ کبھی مکان کے لئے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لنگر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکار اور حیال کے وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بدعقل اور بدنصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار رہے ہمارا کام تو حق اور باطل اور محق اور مبطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سوالحمدللہ! وہ کر چکے دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد وہدایت کی دعا کریں اور دوا کا استعمال کریں۔ ’’وما علینا الا البلاغ‘‘

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اجماع امت

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (تلخیص الحبیر ص۳۱۹) میں فرماتے ہیں: ’’اما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علے رفعه ببدنه حیا وانما اختلفو اهل مات قبل ان یرفع اونام‘‘

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی یا نہیں۔ یا حالت نوم میں اٹھائے گئے۔
(تفسیر بحرالمحیط ج۲ ص۴۷۳)

’’قال ابن عطیة واجمعت الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء حیی وانه ینزل فی اٰخر الزمان‘‘ یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (تفسیر النہر الماء ج۲ ص۴۷۳)

’’واجتمعت الامة علی ان عیسیٰ حیی فی السماء وینزل الی الارض‘‘ (تفسیر جامع البیان ص۵۲)

’’والاجماع علی انه حیی فی السماء ینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین‘‘ امام ابوالحسن اشعری قدس اللہ سرہ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے ص۴۶ پر

فرماتے ہیں:’’قال اللہ عزوجل یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ. وقال اللہ تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ. واجمعت الامۃ علیٰ ان اللہ عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء‘‘

شیخ اکبر قدس اللہ سرہ (فتوحات مکیہ باب۷۳) میں فرماتے ہیں:’’لاخلاف فی انہ ینزل فی اٰخر الزمان‘‘

علامہ سفارینی شرح (عقیدۂ سفارینیہ ج۲ص۹۰) پر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اوّل آیت’’وان من اھل الکتاب‘‘نقل کی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی۔ اب اس کے بعد فرماتے ہیں:’’واما الاجماع فقد اجتمعت الامۃ علی نزولہ ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعۃ وانما انکر ذلک الفلاسفۃ والملاحدۃ ممن لا یعتقد بخلافہ وقد انعقد اجماع الامۃ علی انہ ینزل ویحکم بھذہ الشریعۃ المحمدیۃ ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عندہ نزولہ من السماء وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بھا‘‘یعنی رہا اجماع! سو تمام امت محمدیہ کا اجماع ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور ملحد اور بے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے موافق حکم کریں گے۔ مستقل شریعت لے کر آسمان پر سے نازل نہ ہوں گے۔ اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا۔

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کردیا۔’’کما قال وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ‘‘اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا اور یہود اس کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ جس ذات کی نسبت یہود یہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ سب غلط ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک ان کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لئے اتارا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی تھے ان کو قتل نہیں کر سکے۔ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لئے نازل کیا اور یہ حکمت (فتح الباری باب نزول عیسیٰ ج۱۰ ص۳۵۷) پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لئے تشریف لائے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کو توڑنا بھی اسی طرف مشر ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لئے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام ونشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ ’’کما قال تعالیٰ: لتؤمنن به ولتنصرنه‘‘ اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی امت کی مدد فرمائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمدیہ کی نصرت واعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں۔ وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالۃً اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالتاً ایفا فرمائیں۔ ’’فافهم ذلک فانه لطیف‘‘

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لئے ایک مجدد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ ﷺ کے زمرہ میں ہو۔'' **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم''**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اس لئے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم ﷺ کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیات، وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم ﷺ کو لیلۃ المعراج میں اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے۔ **''روی ابن عساکر عن انس قلنا یا رسول اللہ راینا صافحت شیا ولا نراہ قال ذلک اخی عیسٰی بن مریم انتظرہ حتی قضی طوافہ فسلمت علیہ''**

(زرقانی شرح مواہب ج۵ ص۳۴۷)

(ترجمہ) ''ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ ﷺ کو کسی سے مصافحہ کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے میں ان کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو سلام کیا۔''

''وروی ابن عدی عن انس بینا نحن مع النبی ﷺ اذر اینا بردا ویدا فقلنا یا رسول اللہ ماھذا الذی راینا والید قال قدر ایتموہ قلنا نعم قال ذاک عیسٰی بن مریم سلم علی'' ﴿ابن عدی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک مرتبہ

نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک ایک چادر اور ایک ہاتھ نظر آیا۔ ہم نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے۔ جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ کے معاصر ہونا تو دلائل حیات سے معلوم ہو چکا تھا۔ مگر احادیث معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہوگئی۔ اس لئے اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے کوئی روایت فرمائیں تو اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتصال روایت کے لئے ثبوت لقا شرط ہے اور امام مسلم کے نزدیک محض معاصرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کو بطور انجاز اور معہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے۔

من باتفاق جمعی الاخلق افضل من خیر الصحاب ابی بکر و من عمر

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہے کہ جو تمام صحابہ سے افضل وبہتر ہیں۔

ومن علی ومن عثمان وھو فتی من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر

اور جو شخص علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہے۔ حالانکہ وہ شخص محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کا ایک فرد ہے۔

’’الشی بالشی یذکر‘‘ ایک شئے کے ذکر سے دوسری شئے یاد آ ہی جاتی ہے۔ حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین کے نزدیک نبی ہیں۔ مگر صحابی بھی ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام کی ملاقات نبی اکرم ﷺ سے معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل اگر درکار ہو تو اصابہ کی مراجعت فرمائیں۔

عبد ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلاف حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون. وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین. فاطر السموت والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصلحین.

اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات. آمین برحمتک یا ارحم الراحمین یا ذاالجلال والاکرام

وانا العبد الضعیف المدعو

محمد ادریس الکاندھلوی

اجارہ اللہ تعالٰی من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ. آمین!

تقریظ

از: آیۃ السلف وحجۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا اور بعض مضامین کو جناب مؤلف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کافی وشافی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول معتمد اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلباء کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلباء اس کی قدر کریں گے۔ مخلوق کو جو دجال کے فتنہ میں مبتلا ہے۔ ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق تعالٰی جناب مؤلف کی سعی مشکور اور عمل مبرور فرمائے۔ آمین یا رب العلمین!

احقر: محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم

تقریظ

از: فخرالمتکلمین مولانا شبیراحمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ‘‘

تقریباً دو سال ہوئے کہ بمقام فیروزپور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی۔ جس میں دیوبند کی طرف سے برادر مکرم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم وکیل تھے۔ مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی۔ بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک ہی اس سے محضوظ اور مطمئن ہوئی۔ بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔

’’والفضل ماشہدت بہ الاعداء‘‘

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف وجوانب کی توضیح وتحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجئے کہ غائب وحاضر کے لئے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈگمگا سکے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم وعمل میں ترقی عطاء فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گزارش کو رائیگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت وعرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادران اسلام کے سامنے پیش کر دی جس میں اس اہم مسئلہ کا کافی وشافی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ازسرتاپا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہئے۔ مؤلف محترم کا اور ان اکابر دارالعلوم کا جن کی توجہ اور سعی سے یہ بیش بہا رسالہ نور افزائے دیدۂ شائقین ہوا۔

شبیراحمد عثمانی، دیوبند

مورخہ ۱۷؍جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

القول المحکم

فی

نزول ابن مریم علیہ السلام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه وازواجه وذریاته اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین. اما بعد!

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جو بنی اسرائیل میں مریم عذرا کے بطن سے بغیر باپ کے نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے اور پھر بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور یہود بے بہبود نے جب ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان کو زندہ آسمان پر لے گئے اور جب قیامت کے قریب دجال ظاہر ہوگا جو قوم یہود سے ہوگا اس وقت یہی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے جو اس وقت یہود کا بادشاہ اور سردار ہوگا۔

نکتہ نمبر:۱

یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا اور ان کو ذلیل اور رسوا کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب ان کو آسمان سے اس طرح اتارے گا کہ لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے کہ یہود جھوٹ بولتے تھے کہ ہم نے ان کو قتل کیا ہے۔ وہ زندہ تھے آسمان سے نازل ہو کر تمہارے سردار کو قتل کریں گے اور تم سب کو ذلیل اور خوار کریں گے۔

نکتہ نمبر:۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنس بشر سے ہیں۔ کفار کے شر سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مدت معینہ کے لئے آسمان پر اٹھایا اور طویل عمر عطاء فرمائی۔ جب عمر شریف اختتام کے قریب ہوگی اور زمانہ وفات کا نزدیک ہوگا تو آسمان سے زمین پر اتارے جائیں گے تاکہ زمین پر وفات ہو۔ کیونکہ کوئی انسان آسمان پر فوت نہ ہوگا۔ ’’منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخری‘‘ ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے اور پھر اسی سے نکالیں گے۔

نکتہ نمبر:۳

دجال اوّلاً نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ عیسیٰ بن مریم اس مدعی نبوت اور الوہیت کے قتل کے لئے آسمان سے نزول جلال فرمائیں گے تاکہ معلوم ہوجائے کہ خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا مستحق قتل ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے اور انجیل بھی اس کی شاہد ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کو ثابت کریں گے۔

دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ بعد میں یہ دعویٰ کیا کہ احادیث میں جس مسیح موعود کے نزول کی خبر دے گئی ہے اس سے اس کے مثیل اور شبیہ کا آنا مراد ہے اور وہ میں (یعنی خود مرزا) ہوں اور وہ مسیح بن مریم جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے وہ مقتول اور مصلوب ہوئے اور واقعہ صلیب کے بعد دشمنوں سے چھوٹ کر کشمیر تشریف لائے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے۔

افسوس اور صد افسوس کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس سفید جھوٹ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر قرآن کریم کی آیات بینات اور احادیث نبویہ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔

یہ ناچیز اہل اسلام کی ہدایت اور نصیحت کے لئے یہ مختصر رسالہ لکھ کر پیش کر رہا ہے۔ جس میں آنے والے مسیح موعود کی علامتوں اور نشانیوں کو قرآن اور حدیث سے بیان کیا ہے تاکہ مسلمان کسی دھوکہ اور اشتباہ میں نہ رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ رسول خداﷺ نے جو آنے والے مسیح کی علامتیں بیان فرمائی ہیں مرزا قادیانی میں ان کا کہیں نام ونشان بھی نہیں۔

مرزائیوں سے مخلصانہ اور ہمدردانہ استدعا

اہل اسلام سے عموماً اور مرزائیوں سے خصوصاً نیازمندانہ اور ہمدردانہ استدعاء کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو خوب غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مسیح موعود کی جو علامتیں احادیث میں آئی ہیں ان کا کوئی شمہ بھی مرزا قادیانی میں پایا جاتا ہے یا نہیں۔ دنیا فانی اور آنی جانی ہے۔ ایمان بڑی دولت ہے۔ اس کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ خوب غور اور فکر کریں اور حق جل شانہ کی طرف رجوع کریں اور دعا کریں کہ اے اللہ ہم کو صحیح علم اور صحیح فہم عطاء فرما اور

گمراہی سے بچا اور قبول حق کی توفیق عطاء فرما اور استقامت کی لازوال دولت سے مالا مال فرما۔ آمین ثم آمین!

اب میں دلائل شروع کرتا ہوں اور حق جل شانہ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی رحمت اور عنایت کا طلبگار اور امیدوار ہوں۔ ’’ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم فاقول وباللّٰہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب‘‘

قرآن کریم

اوّلاً ہم قرآن کریم کی وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کا اجمالاً ذکر ہے۔ بعد میں احادیث نبویہ کو ذکر کریں گے جن میں اس کی پوری تفصیل ہے اور اس درجہ تفصیل ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی تاویل کی گنجائش نہیں اور بعدازاں اجماع امت نقل کریں گے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۱...... ’’قال تعالٰی وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا‘‘ اور نہیں باقی رہے گا اہل کتاب میں سے کوئی شخص مگر حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔

جمہور اہل علم کا قول ہے کہ اس آیت میں ’’بہ‘‘ اور ’’قبل موتہ‘‘ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ: ’’نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں، عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔‘‘ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں: ’’نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن او و روز قیامت عیسیٰ گواہ شد برایشاں۔ (فائدہ) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔‘‘

امام ابن جریر طبری اور حافظ کثیر اپنی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں زمانہ

نزول کے اس واقعہ کا ذکر ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر کی مراجعت فرمائیں اور یہی تفسیر ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ حافظ عسقلانی (فتح الباری ج۶ ص۳۵۶) میں فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ اس آیت میں ایک اور قرأت بھی ہے جس کا ذکر ہم نے اپنے رسالہ ''کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ'' میں ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام اس کی مراجعت کریں۔

۲...... ''**قال اللہ عزوجل وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون ھذا صراط مستقیم ولا یصدنکم الشیطٰن انہ لکم عدو مبین**'' اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ) اس بارے میں میرے پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ کہیں شیطان تم کو اس راہ سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو علامت قیامت ماننا یہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔ امام حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ: ''**انہ لعلم للساعۃ**'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ اور مجاہدؒ اور ابوالعالیہؒ اور ابومالکؒ اور عکرمہؒ اور حسن بصریؒ اور قتادہؒ اور ضحاکؒ وغیرہم سے منقول ہے۔ جیسا کہ ''**وان من اھل الکتاب**'' اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۱۴۶)

حضرت مسیح مریم کی حواریین کو اپنے نزول کی بشارت اور جھوٹے مسیحوں اور جھوٹے نبیوں کی خبر اور ان سے خبردار رہنے کی ہدایت

''خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔'' (انجیل متی ب۲۴)

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے مدعیان مسیحیت اور جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق حضرت عیسیٰ کی ہدایت اور اپنے نزول کے متعلق حواریین کو بشارت ہدیہ ناظرین کریں تاکہ موجب بصیرت اور باعث طمانیت ہو۔

انجیل متی باب:۲۴، درس اوّل

(۱)اور یسوع ہیکل سے نکل کر جارہا تھا۔(۳)اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آ کر کہا ہم کو بتا کہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر۔(۴) ہونے کا کیا نشان ہوگا؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار۔(۵) کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔(۱۱)اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے۔(۱۲)اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔(۱۳) مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہی۔(۱۴) کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہوگا۔(۲۱) کیونکہ اس وقت ایسی بری مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک (۲۲) ہوئی نہ کبھی ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت (۲۳) اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔(۲۴) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی (۲۵) گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔(۲۶) پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔ دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی (۲۷) پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا (۲۸) آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔(۲۹) اور فوراً ان دونوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور (۳۰) آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ (۳۱) آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اپنی برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے کنارے سے اس کنارے تک جمع کریں گے۔

اجماع امت

علامہ سفارینی (شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ص۹۰) پر لکھتے ہیں: ’’اما الاجماع فقد اجمعت الامة علی نزوله ولم یخالف فیه احد من اهل الشریعة وانما انکر ذلک الفلاسفة والملاحدة مما لا یعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة علی انه ینزل ویحکم بهذه الشریعة المحمدیة ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند نزوله من السماء وان کانت النبوة قائمة به وهو متصف بها ویتسلم الامر من المهدی ویکون المهدی من اصحابه واتباعه کسائر اصحاب المهدی حتی اصحاب الکهف اذین هم من اتباع المهدی کمامر‘‘

شیخ اکبر قدس اللہ سرہ (فتوحات مکیہ باب۷۳) میں فرماتے ہیں: ’’لا خلاف فی انه ینزل فی اخر الزمان‘‘ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ (عیسیٰ بن مریم) آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

ابن حیان (تفسیر بحرمحیط، النہرالماد) میں لکھتے ہیں: ’’اجتمعت الامة علی ان عیسیٰ حیی فی السماء وانه ینزل فی اٰخر الزمان علی ماتضمنه الحدیث المتواتر‘‘ (ج۲ص۴۷۳)

مرزاغلام احمد قادیانی کا اقرار واعتراف

’’اس بات پر تمام سلف وخلف کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عیسیٰ جب نازل ہوگا تو امت محمدیہ میں داخل کیا جائے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۶۹، خزائن ج۳ص۴۰۷)

دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ تھا کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے چھ سو برس پہلے گزرے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنی الہامی کتاب میں لکھتے ہیں: ’’اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج۱ص۵۹۳)

احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

اس بارہ میں سب سے زیادہ جامع اور مکمل اور مفصل رسالہ حضرت مولانا مفتی محمد

شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ مع حوالہ کتب احادیث نزول کو جمع فرمایا ہے۔ میرے علم میں اب تک اس موضوع پر اس کتاب سے زیادہ جامع کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب درحقیقت زہری وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا املاء ہے۔ جس کو مولانا المحترم مفتی محمد شفیع صاحب نے مرتب فرما کر اہل اسلام کے لئے ایک گرانقدر علمی اور دینی تحفہ پیش کیا۔'' جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا ''(اس کا نام ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' ہے) اب ہم چند منتخب احادیث ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

حدیث اوّل: ''عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة واقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا'' (رواہ البخاری، مسلم ج۱ ص۸۷)

(ترجمہ)'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ یعنی شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلہ کریں گے اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جنگ کو ختم کر دیں گے اور مال کی اتنی بہتات کر دیں گے کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور (اس وقت) ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو جائے گا۔ یعنی عبادت کا ذوق اور شوق دلوں میں اس درجہ پیدا ہو جائے گا کہ ایک سجدہ روئے زمین کی دولت سے زیادہ بہتر معلوم ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ (اس کی تائید کے لئے) چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:'' وان من اهل الکتاب (الایة)'' یعنی کوئی شخص اہل کتاب میں سے نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ وہ ضرور بالضرور عیسیٰ پر عیسیٰ کی وفات سے پہلے ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر شاہد ہوں گے۔''

حدیث دوم: ’’عن ابی ھریرۃ ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ‘‘(رواہ البخاری، مسلم ج۱ص۸۷)’’وفی لفظہ لمسلم فامکم فی لفظۃ اخری فامکم منکم واخرجہ احمد فی مسندہ ص ۳۳۰ ولفظہ کیف بکم اذا نزل. الخ! ‘‘رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری خوشی کا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ یعنی امام مہدی تمہارے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اور رسول ہونے کے امام مہدی کا (پہلی نماز میں) اقتداء کریں گے۔

ف: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی دو شخص الگ الگ ہیں۔ امام مہدی امامت کریں گے اور حضرت عیسیٰ ان کی اقتداء کریں گے۔

حدیث سوم: ’’عن النواس بن سمعان ؓ قال ذکر رسول اللہ ﷺ الدجال. الیٰ ان قال فبینما ھو کذالک اذبعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضا شرقی دمشق بین مھروذتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطا رأسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللولوء فلا یحل لکافریجد ریح نفسہ الامات ونفسہ منتھی الیٰ حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرک بباب لدفیقتلہ الحدیث بطولہ‘‘

(رواہ مسلم ج۲ص۴۰۲، ابوداؤد ج۲ص۱۳۵، والترمذی ج۲ص۴۷، احمد فی مسندہ ج۴ص۱۸۱، ج۴ص۱۸۲)

(ترجمہ) ’’نواس بن سمعان ؓ سے مروی ہیں کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور دیر تک اس کا حال بیان فرمایا اور حدیث کا بیچ کا حصہ ہم نے چھوڑ دیا اور پھر اخیر میں یہ فرمایا کہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ یکایک عیسیٰ بن مریم دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر آسمان سے اس شان سے نازل ہوں گے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس میں سے بوندیں ٹپکیں گی اور جب سر کو اٹھائیں گے تو اس سے موتی کے سے قطرے ڈھلیں گے اور جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا لگے گی وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی یہاں تک کہ وہ دجال کو (دمشق کے) باب لد مقام پر پائیں گے اور اس کو قتل

کردیں گے۔‘‘ (اس حدیث کو مسلم نے ج۲ ص۴۰۲، ابوداؤد نے ج۲ ص۱۳۵ اور ترمذی نے ج۲ ص۴۷، امام احمد نے مسند میں ج۴ ص۱۸۱،۱۸۲ پر روایت کیا ہے)

حدیث چہارم: ’’وعن ابی هريرة ؓ ان النبی ﷺ قال ليس بينی وبين عيسٰی نبی وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الٰی الحمرة والبياض بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل الناس علی الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث فی الارض اربعين سنة ثم يتوفی فيصلی عليه المسلمون (رواه ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵) واخرجه احمد فی مسنده وزادفيه ويهلك الله فی زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنبار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيات لا تضرهم فيمكث ماشاء الله ان يمكث ثم يتوفی فيصلی عليه المسلمون ويدفنونه وقال الحافظ العسقلانی رواه ابوداؤد، احمد باسناد صحيح (فتح البری ج۶ ص۳۵۷، باب نزول عيسٰی بن مريم)‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (عیسیٰ بن مریم) نازل ہونے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھوتو (ان علامتوں سے) ان کو پہچان لینا وہ ایسے شخص ہوں گے۔ جن کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ (ان کا جسم ایسا شفاف ہوگا) گویا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اس میں تری نہ پہنچی ہو۔ پھر اسلام کے لئے لوگوں سے قتال کریں گے۔ صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ سب مذہبوں کو مٹادے گا۔ سوائے اسلام کے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کردے گا۔ پھر وہ عیسیٰ بن مریم زمین پر چالیس سال رہیں گے۔ اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (یہ روایت ابوداؤد کی ہے) اور امام احمد کی مسند میں اس کے ساتھ یہ اضافہ اور ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو

ہلاک کردے گا اور امانتداری تمام روئے زمین پر قائم ہو جائے گی۔ یہاں تک شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ پھر جب تک اللہ چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ (حافظ عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے)﴾ (فتح الباری ج۶ ص۳۵۷، باب نزول عیسیٰ بن مریم)

حدیث پنجم: ''عن ابن مسعود ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لقیت لیلة اسری بی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی علیہم السلام فذکروا امر الساعة فردوا امرھم الٰی ابراھیم فقال لا علم بی بھا فردوا امرھم الٰی موسٰی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الٰی عیسٰی فقال اماوجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ، فیما عھد الٰی ربی ان الدجال خارج ومعیی قضیبان فاذا رأنی ذاب کما یذوب الرصاص (مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبہ سنن بیھقی)''

﴿حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میں شب معراج میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ پھر انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا اور سب نے اپنے اس امر کی تحقیق کے لئے حضرت ابراہیم ؓ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے قیامت کے وقت کا کوئی علم نہیں پھر سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں۔ پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے وقوع کا علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، مگر جو احکام مجھے دیے گئے ہیں ان میں ایک بات یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور اس وقت میرے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہوں گی۔ جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔﴾

حدیث ششم: ''اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابی بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شھاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاریٰ قال ان اباھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ

کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم ''﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (اسناد اس روایت کی صحیح ہے)﴾ (امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات ص۳۰۱) میں اس کو لکھا ہے:

تنبیہ: اس روایت میں نزل کے ساتھ من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے۔

حدیث ہفتم: ''عن ابن عباسؓ مرفوعا قال الدجال اوّل من یتبعه سبعون الفامن الیهود علیهم التیجان (الٰی قوله) قال ابن عباس قال رسول الله ﷺ فعند ذلک ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیا حکما عادلا علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیده حربة یقتل الدجال فاذا قتل الدجال تضع الحرب اوزارها فکان السلم فیلقی الرجل الاسد فلا یهیجه ویاخذ الحیة فلا تضره تنبت الارض کنباتها علی عهد آدم یؤمن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحدة (اسحق بن بشیر، کنزالعمال ج۷ ص۲۶۸) ''﴿حضرت ابن عباسؓ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ دجال کے اوّلین اتباع کرنے والے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو سبز اونی چادر اوڑھے ہوں گے (آگے چل کر) حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے افیق پہاڑ پر امام اور ہادی اور حاکم اور عادل ہوکر نازل ہوں گے اور ان پر ان کا برنس ہوگا۔ وہ متوسط القامت اور کھلے ہوئے بال والے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس سے دجال کا قتل کردیں گے اور جب دجال کو قتل کر ڈالیں گے تو لڑائی (بالکل) ختم ہوجائے گی اور اس درجہ امن اور سکون ہوجائے گا کہ آدمی شیر کے سامنے آئے گا تو اس سے شیر غصہ میں نہ بھرے گا اور سانپ کو آدمی اٹھائے گا تو وہ اس کو نہ کاٹے گا اور زمین سے پیداوار حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ جیسی ہونے لگے گی اور روئے زمین کے تمام لوگ ان پر (عیسیٰ بن مریم) ایمان لے آئیں گے اور تمام لوگ ایک ملت (اسلامی) بن جائیں گے۔﴾

حدیث ہشتم: ''عن ابی هریرة مرفوعاً لیهبطن عیسٰی بن مریم

حکما واماما مقسطا ولیسلکن فجا حاجا او معتمرا اولیأ تین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه (مستدرک حاکم) ’’ ﴿حضرت ابی ہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم ضرور ضرور اتریں گے حاکم ہوکر اور سردار منصف ہوکر اور ضرور وہ سفر کریں گے حج یا عمرہ کے لئے اور وہ ضرور آئیں گے میری قبر کے پاس اور ضرور وہ مجھے سلام کریں گے اور اس کے سلام کا ان کو جوب دوں گا۔﴾

حدیث نہم: ’’عن مجمع بن جاریة ؓ عن رسول اللہ ﷺ قال یقتل ابن مریم الدجال بباب لد

هذا حدیث صحیح وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عیینة وابی برزة وحذیفة بن اسید وابی هریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجبیر وابی امامة وابن مسعود عبداللہ بن عمرو وسمرة ابن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمان (ترمذی ج۲ ص۵۲، کتاب الفتن) ’’ ﴿حضرت مجمع بن جاریہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ابن مریم دجال کو باب لد (دمشق میں ایک جگہ) میں قتل کریں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں عمران بن حصین اور نافع بن عینیہ اور ابو برزہ اور حذیفہ بن اسید اور ابو ہریرہ اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابو امامہ اور ابن مسعود اور عبداللہ بن عمرو اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف اور حذیفہ بن یمان ؓ سے حدیثیں منقول ہیں۔﴾

حدیث دہم: ’’عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبر فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواه ابن الجوزی فی کتاب الوفا کتاب الاذاعه ص۷۷) ‘‘ ﴿عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر اتریں گے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس

سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی اور پینتالیس برس (زمین پر) ٹھہریں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں مدفون ہوں گے اور قیامت کو میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ابوبکر وعمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں روایت کیا ہے۔

فتلک عشرة کاملة

احادیث نبویہ

سرور عالم خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے قریب پیش آنے والے بہت سے واقعات کی خبر دی ہے جن میں نزول مسیح اور خروج دجال اور ظہور مہدی کی بھی خبر ہے۔

چونکہ حضرت مسیح کا نزول اور قتل دجال اور ظہور مہدی یہ واقعات نہایت اہم تھے اس لئے حضور پرنور ﷺ نے جس صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان ہرسہ امور کو بیان فرمایا شاید ہی کسی اور علامت قیامت کو اس تفصیل اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہو۔ نزول مسیح کے بارے میں جو احادیث منقول ہوئیں علاوہ غیر معمولی تواتر اور کثرت کے ان میں حقیقت نزول کی اس درجہ صراحت اور وضاحت کر دی گئی کہ کسی ملحد اور زندیق کے لئے ذرہ برابر تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔ مثلاً احادیث میں حضرت مسیح کا نام اور لقب اور کنیت اور کیفیت ولادت اور والدۂ مطہرہ کا نام اور ان کی طہارت نزاہت اور حضرت زکریا کی کفالت میں ان کی تربیت اور پھر حضرت مسیح کی صورت اور شکل اور قد وقامت اور ان کی نبوت ورسالت اور ان کے معجزات اور یہود بے بہبود کی دشمنی اور عداوت اور رفع الی السماء اور قیامت کے قریب ملک شام میں آسمان سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اور نزول کے بعد چالیس پینتالیس سال دنیا میں رہنا اور نزول کے بعد نکاح کرنا اور اولاد کا ہونا اور تمام روئے زمین پر اسلام کی حکومت قائم کرنا اور سوائے دین اسلام کے کسی مذہب کو قبول نہ کرنا۔ یہودیت اور نصرانیت کو یک لخت صفحہ ہستی سے مٹا دینا اور لوگوں کے دلوں سے بغض اور کینہ کا نکل جانا اور مال پانی کی طرح بہا دینا اور صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا اور ہندوستان پر فوج کشی کے لئے لشکر روانہ کرنا اور حج بیت اللہ کرنا اور پھر مدینہ منورہ میں وفات پانا اور روضہ اقدس میں نبی

اکرم ﷺ کے قریب مدفون ہونا اور اس کے سوا اور بھی علامتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں۔ بغرض اختصار صرف اس پر اکتفاء کیا گیا۔

ناظرین ذرا انصاف تو فرمائیں

کہ کیا ان تصریحات کے بعد بھی کوئی ابہام اور اشتباہ باقی رہ گیا ہے اور کیا مرزائے قادیان میں ان میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے اور دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی کا بھی یہی عقیدہ تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس کی تصریح ہے۔

مرزائیوں کی تحریف

اور کیا ان تصریحات کے بعد اب بھی مرزائیوں کی اس تحریف کی کوئی گنجائش ہے کہ احادیث میں نزول مسیح سے مثیل مسیح مراد ہے۔

سبحان اللہ! نزول سے تو ولادت کے معنی مراد ہوگئے اور مسیح سے مثیل مسیح مرود ہوگیا اور مریم سے مرزا قادیانی کی ماں چراغ بی بی مراد ہوگئی اور دمشق اور بیت المقدس اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا جو لفظ احادیث میں آیا ہے ان سب سے قادیان مراد ہوگیا۔ کیونکہ قادیان ان سب کی سمت میں واقع ہے اور باب لد جو کہ ملک شام میں ایک جگہ ہے اور جہاں حضرت مسیح دجال کو قتل کریں گے۔ اس سے مرزا قادیانی کے نزدیک لدھیانہ مراد ہوگیا اور قتل دجال سے مناظرہ میں کسی عیسائی کو شکست دینا مراد ہوگیا۔ سبحان اللہ! کیا دیوانہ اس سے بڑھ کر کچھ اور کہہ سکتا ہے؟

نیز مرزا قادیانی کو کرشن مہاراج ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور کرشن مہاراج کافروں اور بت پرستوں کا اوتار ہے۔ ظاہر ہے وہ مسیح بن مریم کے عین اور مثیل نہیں ہوسکتا۔ حضرت مسیح کی صفات اور کرشن مہاراج کی صفات کا ایک ہونا قطعاً محال ہے۔

عدالت کی ایک نظیر

اگر عدالت سے کسی شخص کے نام کوئی ڈگری ہو جائے اور کوئی دوسرا شخص عدالت میں یہ دعویٰ دائر کرے کہ وہ ڈگری جس شخص کے نام ہوئی ہے اس سے وہ شخص حقیقتاً مراد نہیں

بلکہ اس کا مثیل اور شبیہ مراد ہے۔ وہ مثیل اور شبیہ میں ہوں اور اس کی جائے سکونت سے میری جائے سکونت مراد ہے۔ کیونکہ میری جائے سکونت اس کی جائے سکونت کی سمت اور محاذات میں واقع ہے تو کیا عدالت اس دعویٰ کی سماعت کی اجازت دے سکتی ہے؟ مقام حیرت ہے کہ مکاتبات اور سرکاری مراسلات میں صرف نام اور معمولی پتہ کافی ہو جاتا ہے اور کسی کو اشتباہ نہیں ہوتا۔ لیکن حضرت مسیح بن مریم کے بارے میں باوجود ان بے شمار تصریحات کے اشتباہ کی گنجائش لوگوں کو نظر آتی ہے اور قادیان کے ایک دہقان کی ہرزہ سرائی اور مجنونانہ بکواس کے سننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ؎

دیوانہ گفت ابلہ باور کرد

کوئی شخص کسی کے نام کا خط یا رجسٹری یہ کہہ کر وصول نہیں کر سکتا کہ میں مکتوب الیہ کا شبیہ اور مثیل ہوں اور میرا مکان اسی سمت میں واقع ہے۔ مرزا قادیانی اگر ڈاکیہ سے کسی کے نام کی رجسٹری یہ کہہ کر وصول کر لیتے کہ میں اس مکتوب الیہ کا مثیل اور شبیہ ہوں اسی وقت مسئلہ مماثلت کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے یا مثلاً کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں پاکستان کا گورنر جنرل ہوں۔ اس لئے کہ قائداعظم تو مر چکے ہیں اور میں ان کا ظل اور بروز ہو کر آیا ہوں۔ لہٰذا میرا حکم ماننا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی اگر کسی کا بروز ہو سکتے ہیں تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا بروز ہو سکتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی دعوائے نبوت اور مسیحیت اور مہدویت میں صادق ہو سکتے ہیں تو دوسرے مدعیان نبوت اور مسیحیت اور مہدویت جو مرزا قادیانی سے پہلے گزر چکے یا آئندہ آئے یا آئیں گے ان کے کاذب ہونے کی کیا دلیل ہے اس کو بتلایا جائے؟

احادیث نزول کا تواتر

نزول عیسیٰ بن مریم کی حدیث باجماع محدثین درجہ تواتر کو پہنچی ہے۔ اب ہم بطور نمونہ چند ائمہ حدیث وتفسیر کی شہادتیں اس بارہ میں پیش کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''**وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا وحکما مقسطا**''

اور علامہ آلوسی (روح المعانی ص۷۰۶) میں لکھتے ہیں: ''**ولا لقدح فی ذلک**

رای ختم النبوة ما اجتمعت علیه الامة واشتهرت فیه الاخبار ونطق به الکتاب علی قول ووجوب الایمان به وکفر منکره کالفلاسفة من نزول علیہ السلام فی اخر الزمان لانه کان نبیا قبل تحلی نبینا ﷺ بالنبوة فی هذه النشاة''

اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری اور تلخیص الجبیر میں تصریح کی ہے یہ کہ حدیث نزول کی متواتر ہے۔ (کذافی عقیدہ الاسلام ص۴)

علامہ شوکانی اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں: ''وجمیع ما سقناه بالغ حد التواتر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع فتقرر بجمع ما سقناه فی هذا الجواب ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متواترة والاحادیث الواردة فی الدجال متواترة والاحادیث الواردة نزول عیسیٰ متواترة''

مرزائے قادیان کی جسارت

مرزائے قادیانی نے اوّل تو یہ کوشش کی کہ نزول مسیح کی روایتوں پر کوئی جرح کرے۔ مگر جب گنجائش نہ ملی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن درازکی اور بے تحاشا یہ کہہ دیا کہ ''ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔'' (اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ص۱۲۷)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہہ دیا کہ: ''حق بات یہ ہے کہ ابن سعود ایک معمولی انسان تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۵۹۷، خزائن ج۳ص۴۲۲)

سبحان اللہ! مرزا قادیانی اوران کے صحابہ تو بڑے ذکی اور سمجھدار ہیں اور بہت غیر معمولی انسان ہیں۔ بھلا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرزا قادیانی کے برابر کہاں سمجھ رکھ سکتے ہیں؟

مگر جب علماء اسلام نے احادیث نزول کا ایک بے پایاں دفتر پیش کر دیا تو مرزا قادیانی جھنجھلا کر کہنے لگے کہ: ''آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ منکشف نہ ہوئی تھی۔'' (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ص۴۷۳)

مطلب یہ ہوا کہ سبحان اللہ مسیح موعود اور دجال کی صحیح حقیقت کو مرزا قادیانی تو سمجھ گئے مگر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ صحیح نہ سمجھے کہ بجائے مرزا غلام احمد کی ولادت کے عیسیٰ بن مریم کا نزول سمجھ گئے اور کسی حدیث میں یہ نہ فرمایا کہ نزول مسیح سے قادیان ضلع گورداسپور

میں مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کا آنا مراد ہے۔ بلکہ ساری عمر یہی فرماتے رہے کہ عیسیٰ بن مریم جن کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطاء فرمائی وہ قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے منارۂ شرقی پر آسمان سے اتریں گے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! حضورﷺ کے اس بیان سے ساری امت گمراہی میں مبتلا ہوگئی اور ابن چراغ بی بی کو چھوڑ کر ابن مریم کے خیال میں محو ہوگئی۔ حتیٰ کہ چراغ بی بی کے بیٹے کو بصد حسرت یہ شعر کہنے کی نوبت آئی۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اور مسلمان یہ پڑھتے ہیں ۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک　　کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک

ایک طرفہ

طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی جن مسیح بن مریم کے مثیل اور شبیہ ہونے کے مدعی ہیں دل کھول کر ان کو ایک مغلظ گالیاں بھی دیتے ہیں اور ایسی تہمتیں لگاتے ہیں کہ جو آج تک کسی یہودی نے بھی نہیں لگائیں۔ ہم میں تو ان گالیوں کے نقل کی بھی ہمت نہیں۔ ان کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے۔ کسی کا دل چاہے تو مرزائیوں سے اور مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کی تصدیق کرے۔ سب کو معلوم ہیں۔

مسیح موعود کی صفات اور علامات

حق جل شانہ کے فضل اور رحمت اور اس کی توفیق اور عنایت سے امید واثق ہے کہ آیات شریفہ اور احادیث مذکورہ بالا سے ناظرین اور قارئین پر مسیح موعود کی حقیقت اور اس کے نزول کی کیفیت پوری طرح واضح ہوگئی ہوگی۔ لیکن اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسیح موعود کی صفات اور علامات کو ایسی خاص ترتیب کے ساتھ پیش کریں کہ جس سے ناظرین کرام کو مسیح آسمانی اور مرزائے آنجہانی کا فرق آنکھوں سے نظر آجائے۔

مرزا قادیانی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مسیح بن مریم وفات پاگئے۔ اس لئے میں غلام احمد باشندہ قادیان مسیح ہوسکتا ہوں۔ یہ دلیل بعینہ ایسی دلیل ہے کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ شہنشاہ انگلستان کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے میں ان کے قائم مقام ہوسکتا ہوں۔

بے شک عقلاً سب کچھ ممکن ہے لیکن مدعی کے لئے بادشاہ کی صفات اور خصوصیات کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔ محض کسی بادشاہ کے مرجانے کو اپنی بادشاہت کے لئے دلیل بنانا مضحکہ خیز ہے اور جو ایسے دلائل سننے پر آمادہ ہو، وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

احادیث مذکورہ بالا سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ آنے والے مسیح سے وہی عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ مراد ہیں جن کی ولادت اور نبوت اور معجزات کے واقعات قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مراد نہیں کہ جو ان کا مثیل اور شبیہ ہو۔

عہد صحابہ ؓ اور تابعین ؒ سے لے کر اس وقت تک پوری امت کے علماء اور صلحاء ؒ اور مجددین ؒ نے یہی سمجھا اور یہی عقیدہ رکھا کہ نزول مسیح سے اسی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جو نبی کریم ﷺ سے چھ سو برس پہلے بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے اور جن پر انجیل نازل ہوئی اور مریم عذراء کے بطن سے بغیر باپ کے نفخہ جبریلی سے پیدا ہوئے جن کا مفصل قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

مرزائیوں سے ایک سوال

کیا کوئی مرزائی کسی حدیث یا صحابی یا تابعی یا امت محمدیہ میں سے کسی عالم کا کوئی قول پیش کر سکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں جس مسیح بن مریم کے نزول کی خبر دی گئی ہے اس سے مراد مرزاغلام مرتضیٰ کا بیٹا غلام احمد ہے جو چراغ بی بی کے پیٹ سے قادیان میں پیدا ہوا۔ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور مرزاغلام احمد کا باپ غلام مرتضیٰ موجود تھا۔ آنحضرت ﷺ کا اور پھر ابوہریرہ ؓ کا حدیث نزول کو روایت کر کے بطور استشہاد آیت کا پڑھنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مقصود انہیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے۔ جن کے بارے میں یہ آیت اتری کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث وتفسیر کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا یہ بھی اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں انہی عیسیٰ بن مریم کا نزول مراد ہے۔ جن کی توفی اور رفع الی السماء کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ قرآن اور حدیث میں جہاں مسیح بن مریم کا ذکر آیا ہے دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے۔

بے مثال جھوٹ

مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ آنے والے مسیح بن مریم سے مرزا غلام احمد پنجابی مراد ہے ایسا سفید جھوٹ ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں۔

مرزائی جماعت سے ایک اور سوال

جب آپ کے نزدیک حقیقتاً مسیح کا آنا مراد نہیں بلکہ مثیل اور شبیہ کا آنا مراد ہے تو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت سے جن جن لوگوں نے نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کیا ان کے کاذب ہونے کی کیا دلیل ہے۔ آپ کے نزدیک مرزا قادیانی سے پہلے جن لوگوں نے نبوت اور مسیحیت کے دعوے کئے وہ بھی جھوٹے تھے اور جنہوں نے مرزا قادیانی کے بعد نبوت اور مسیحیت کے دعوے کئے وہ بھی جھوٹے۔ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل بیان کیجئے۔ جس دلیل سے یہ سب مدعی جھوٹے ہیں۔ اسی دلیل سے آپ بھی جھوٹے ہیں اور جس دلیل سے آپ سچے ہیں اسی دلیل سے یہ بھی سچے ہیں بلکہ مرزا قادیانی کا مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اور اقرار اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اعتقاد میں بھی اصلی مسیح نہیں بلکہ نقلی اور جعلی مسیح ہیں اور نقلی اور جعلی چیز جھوٹی اور کھوٹی ہوتی ہے اور جعلی سکہ کو قبول کرنا، دانشمند کا کام نہیں۔

مرزا قادیانی کو یقین کامل تھا کہ میں اصلی مسیح نہیں اس لئے اپنے کو مثیل مسیح بتلاتے تھے اور پھر طرۂ یہ کہ اس نقل اور جعل کو اصل سے افضل اور اکمل بتلاتے تھے۔

اب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چند صفات اور علامات کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ ناظرین بخوبی یہ معلوم کرسکیں کہ مرزائے قادیان کا یہ دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اگر صحیح ہے تو مرزا قادیانی اپنے میں ان صفات اور علامات کا ہونا ثابت کریں جو آنے والے مسیح کی احادیث میں مذکور ہیں۔

الفاظ حدیث اور ان کا مطلب

’’عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده

لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم. حکما عدلا ''﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے درآنحالیکہ کہ وہ حاکم اور عادل ہوں گے۔ شریعت محمدیہ کے موافق فیصلہ کریں گے۔﴾

''**فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر**''

(ترجمہ) یعنی وہ مسیح نازل ہوکر صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا یعنی آپ کے دورحکومت میں عیسائیت اور یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی صلیب پرست اور خنزیر خور باقی نہ رہے۔ خنزیر کے قتل کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ تمام جانوروں میں خنزیر بے حیائی اور بے غیرتی میں مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں وہی بے حیائی اور بے غیرتی میں مشہور ہیں۔ حضرت مسیح کی آمد کی برکت سے زمین سے بے غیرتی اور بے حیائی نیست اور نابود ہو جائے گی۔ بے غیرتی اور بے حیائی اور اس قسم کے عیش وعشرت کے سامان سب ختم فرمادیں گے۔

مرزائے آنجہانی پران کا انطباق

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں آنے والے مسیح کے اوصاف بیان فرمائے۔ پہلا وصف یہ کہ وہ ابن مریم ہوگا۔ یعنی اس مریم کا بیٹا ہوگا جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور مرزائے آنجہانی، غلام مرتضیٰ کا بیٹا تھا جو چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ابن مریم کے نزول سے ابن غلام مرتضیٰ قادیانی کی پیدائش مراد ہے۔ حدیث کے ساتھ تمسخر ہے۔ دوسرا اور تیسرا وصف اس آنے والے مسیح کا یہ بیان فرمایا کہ وہ دنیا کا حاکم اور عادل ہوگا۔ مرزاقادیانی کو قادیان جیسے گاؤں کی بھی حکومت حاصل نہ تھی۔ اہل صلیب کے محکوم اور دعاگو تھے۔ (اور علیٰ ہذا) عدل اور انصاف پر قادر بھی نہ تھے۔ جب کبھی مرزاقادیانی پر کہیں کوئی ظلم ہوتا تو اس کے عدل وانصاف کے لئے انگریزی عدالت میں عدل وانصاف کی درخواست پیش کرتے اور گورداسپور کے حکام سے ملتے اور کچہری میں جاکر ادب سے ان کو سلام کرتے اور صلیب پرستوں کا ٹکٹ اور ان کا سکہ استعمال کرتے۔

مرزا قادیانی کی آمد سے صلیب اور صلیب پرستوں کو ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ: ’’میں تثلیث پرستی کے ستون کو توڑنے آیا ہوں۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج۶ حصہ اوّل ص۱۶۲)

مگر وہ ستون مرزا قادیانی کی آمد سے ٹوٹتا تو کیا اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگیا اور مرزا قادیانی مع تمام امت کے اس کی مضبوطی کے لئے دعا کرتے رہے۔

تنبیہ

جاننا چاہئے کہ بے غیرت آدمی کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ جب بے غیرتی آتی ہے دل سے شجاعت نکل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ عظیم میں گوروں کی فوج اس شجاعت کے ساتھ نہ لڑسکی۔ جو مسلمانوں کی فوجوں نے جاپان اور جرمن کے مقابلہ میں بہادری دکھلائی۔ بہادر تو مسلمان ہی ہے۔ صاحب بہادر، بہادر نہیں۔ اس کے پاس سامان بہت ہے۔ ایک کمزور لڑکی جس کے پاس رائفل ہو ایک نہتے فوجی جرنیل پر گولی چلاسکتی ہے مگر بہادر نہیں کہلاسکتی۔

’’ویضع الحرب ‘‘اور وہ مسیح آکر لڑائی کو اٹھادے گا اور ایک روایت میں ہے: ’’ویضع الجزیۃ ‘‘یعنی جزیہ کو اٹھادے گا۔ یعنی سب مسلمان ہوجائیں گے اور کوئی کافر اور ذمی باقی نہ رہے گا جس پر جزیہ اور خراج لگایا جائے۔

مرزا قادیانی دوسروں کا جزیہ تو کیا اٹھاتے وہ اپنا ہی جزیہ نہ اٹھا سکے۔ ساری عمر نصاریٰ کے باج گزار رہے اور اپنا افلاس ظاہر کر کے انکم ٹیکس کی معافی کی التجاء کرتے رہے۔

فائدہ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاد اور جزیہ کو منسوخ نہیں فرمائیں گے بلکہ اس وقت جہاد اور جزیہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ اس وقت کوئی کافر ہی نہ رہے گا جس سے جہاد کیا جائے اور جزیہ لیا جائے۔ منسوخ تو جب ہوتا کہ کافر باقی رہتے اور پھر ان سے جہاد اور جزیہ اٹھالیا جاتا۔

نیز اس وقت جہاد اور جزیہ کا ختم ہو جانا نبی اکرم ﷺ ہی کا حکم ہے۔ حضرت عیسیٰ کا حکم نہیں۔ حضرت مسیح نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ ﷺ کے اس حکم کو جاری اور نافذ فرمادیں گے۔

''ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد'' اور مال کو پانی کی طرح بہادیں گے۔ یعنی حضرت مسیح کے زمانہ میں مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ سب غنی ہو جائیں گے اور کوئی صدقہ اور خیرات کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

''حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا ومافیھا''

یعنی حضرت مسیح کے زمانہ میں عبادت ایسی لذیذ ہو جائے گی کہ ایک سجدہ کی لذت کے مقابلہ میں دنیا اور مافیہا کی دولت حقیر معلوم ہوگی یا یہ معنی ہیں اس زمانہ میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ صرف سجدہ اور عبادت رہ جائے گا۔ صدقہ اور زکوٰۃ کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سب غنی ہو جائیں گے۔ صدقہ لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔

مرزاقادیانی کے زمانہ میں اس کے برعکس ہوا۔ مرزاقادیانی قادیان میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا اور مسلمان غریب اور فقیر ہوئے۔ حتیٰ کہ مرزاقادیانی بھی لوگوں سے اپنے مکان اور لنگر خانہ اور پریس اور کتب خانہ کے لئے چندہ مانگنے پر مجبور ہوئے۔

مرزاقادیانی کے زمانہ میں خداپرستی کے بجائے دنیا پرستی اور زر پرستی کا غلبہ ہوا۔ حتیٰ کہ مرزاقادیانی کا گھرانہ عشرت کدہ بنا اور ابھی مرزاقادیانی کے خلیفہ کاسد مرزامحمود زندہ ہیں۔ ان کے گھرانہ کو جاکر دیکھ لو۔ فرنگی کی معاشرت اور ان کی معاشرت اور سامان عیش وعشرت ہیں۔ کوئی فرق نہ پاؤ گے اور خداوند ذوالجلال سے غفلت کے جملہ سامان تم کو نظر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

گرچہ درویشی بود سخت اے پسر ہم ز درویشی نباشد خوب تر

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں تمام لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مرزاقادیانی کے زمانہ میں اس کے برعکس ہوا۔ یہود اور نصاریٰ تو کیا اسلام میں داخل ہوتے جو پچاس کروڑ مسلمان دنیا میں موجود تھے۔ مرزاقادیانی کے آنے کے بعد وہ بھی

اسلام سے خارج ہوگئے اور سوائے چند ہزار قادیانیوں کے روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔

مرزا قادیانی کے ہاتھ پر اتنے لوگ بھی مسلمان نہ ہوئے جتنا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ہندوستان تو سارا کفرستان تھا۔ اولیاء اللہ اور علماء اور صلحاء کے مواعظ سے کروڑوں ہندو مسلمان ہوئے۔ مگر مرزا قادیانی کی ذات سے اسلام کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ مرزا قادیانی کی وجہ سے ہندو اور عیسائی تو مسلمان نہ ہوئے البتہ بہت سے مسلمان مرتد ہوگئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

''ثم یقول ابوهریرة واقرأوا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت مسیح بن مریم کے نزول کی حدیث بیان کرنے کے بعد حاضرین مجلس سے فرماتے کہ اگر تم نزول مسیح کے بارے میں قرآن کریم سے شہادت چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''وان من اهل الکتاب. الخ ''یعنی حضرت مسیح کے نزول کے بعد یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی تھی۔ ختم ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں تمام یہود اور نصاریٰ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

مرزا قادیانی کا اپنے اقرار کے بموجب کاذب ہونا

اس متفق علیہ حدیث کی بناء پر تو آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ اب یہ دیکھئے کہ مرزا قادیانی اپنے صریح اقرار اور قول کے بموجب بھی مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ مرزا قادیانی کا مقولہ ہے کہ: ''میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنے کے لئے آیا ہوں اور اس لئے کہ بجائے تثلیث پرستی کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کو ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہئے تھا تو میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔''

یہ مضمون (اخبار البدر مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء، مکتوبات احمدیہ ج۶ حصہ اوّل ص۱۶۲) میں ہے اور اس کی مزید تائید اسی اعلان کے (حاشیہ ص۱۶، ۱۷) سے ہوتی ہے جو (حقیقت الوحی ص۱۶، ۱۷، خزائن ج۲۲ ص۴۲۷، ۴۲۸) کے آخر اور تتمہ سے پہلے ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے: ''میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ جب تک وہ خدمت جو اس عاجز کے حصہ میں مقرر ہے پوری نہ ہو اس دنیا سے اٹھایا نہ جاؤں گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے ٹل نہیں جاتے اور اس کا ارادہ رک نہیں سکتا۔'' پھر اس حاشیہ کے شروع میں یہ بھی ہے کہ: ''میرا یہ اعلان صرف میری اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۷، خزائن ج۲۲ ص۴۱۹)

بے شک

یہ اعلان منجانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر آپ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے واضح اور صریح اعلان آپ کی زبان اور قلم سے کرایا ہے تاکہ مسلمان عموماً اور مرزائی خصوصاً مرزا قادیانی کے صدق اور کذب کو مرزا قادیانی کے قول کے بموجب بھی جانچ لیں۔

الحمدللہ! مرزا قادیانی دنیا سے چلے گئے اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تثلیث پرستی کا ستون ٹوٹنا تو کیا اپنی جگہ سے بھی نہ ہلا۔ اسلام کو کوئی غلبہ نہ ہوا۔ بلکہ اس کے برعکس عیسائیوں کو ترقی اور عروج ہوا اور اسلامی حکومتیں ختم ہوئیں اور جہاں جہاں مسلمان تھے وہ نصاریٰ کے محکوم اور تختہ جور و جفا بنے اور مرزائی امت تو نصاریٰ کی زرخرید غلام ہی بن گئی جس کا فریضہ دینی اور دنیوی نصاریٰ کی شکرگزاری اور دعاگوئی رہ گیا۔

غور تو کیجئے کہ تیرہ سو سال سے جس مسیح کی آمد کی خوشخبری مسلمانوں کے کانوں میں گونج رہی ہے معاذ اللہ! کیا وہ ایسا ہی مسیح ہے کہ جو صلیب پرستوں اور اسلامی حکومتوں کے دشمنوں کا مداح اور ثناخواں ہو اور ان کے شکر اور دعا میں مع اپنی تمام امت کے رطب اللسان ہو اور اسلامی حکومتوں کے زوال پر چراغاں کرنے والا ہو اور مسلمانوں کے قاتلوں کو مبارک باد کے تار دینے والا ہو۔ مسیح کا کام تو کفر کی حکومت کو ختم کرنا ہے، نہ کہ دشمنان اسلام کی تائید اور حمایت کرنا اور ان کی بقاء اور ترقی کے لئے دل و جان سے دعا کرنا اور ان کے سایہ کو سایہ رحمت سمجھنا۔

مرزائیو! خدارا غور کرو اور اپنے اوپر رحم کرو۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور ایک جھوٹے کے پیچھے اپنی عاقبت نہ خراب کرو اور ان احادیث کو پڑھو اور آنحضرت ﷺ نے جو آنے والے مسیح کے نشانات اور علامات بتلائی ہیں ان میں غور کرو کہ ان کا کوئی شمہ اور شائبہ بھی مرزا قادیانی میں پایا جاتا ہے۔ حاشا وکلا بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ حضور پرنور ﷺ نے جو بھی مسیح موعود کی علامت اور نشانی بتلائی ہے مرزا قادیانی میں وہ نشانی صرف مفقود ہی نہیں بلکہ اس کی ضد اور صریح نقیض ان میں موجود ہے۔

حضرت مسیح بن مریم کی صفات

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ''ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد''یعنی مسیح کی آمد کے بعد مسلمانوں کے دل کینہ اور عداوت اور حسد سے پاک ہو جائیں گے۔

یہ حضرت مسیح کی آمد کی دسویں نشانی ہے اور یہ حدیث مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں بھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گیارھویں نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شام کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر آسمان سے نازل ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے حدیث سوم میں گزر چکا۔

حدیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہونے کے بعد دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

لد ملک شام (کا وہ حصہ جو اسرائیل کے پاس ہے) میں ایک جگہ کا نام ہے۔

حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حج اور عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں گے اور پھر مدینہ آئیں گے اور میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر سلام کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ نزول کے بعد چالیس سال زندہ رہیں گے۔ مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور روضہ اقدس میں حضور پرنور ﷺ کے قریب مدفون ہوں گے۔

مرزائے آنجہانی کی جانچ پڑتال

مرزا قادیانی کی آمد کے بعد مسلمانوں میں جس قدر اخلاق رذیلہ کی زیادتی ہوئی ہے وہ لوگوں کے سامنے ہے۔ عیاں راچہ بیاں!

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ نزول مسیح بن مریم سے مجازاً مرزا غلام احمد قادیانی ولد غلام مرتضٰی کی قادیان میں ولادت مراد ہے۔ مگر منارہ سے حقیقی معنی مراد ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نے نازل ہونے کے بعد چندہ کر کے قادیان میں ایک منارہ تعمیر کرایا جس کا نام منارۃ المسیح رکھا۔ سبحان اللہ! نزول تو پہلے ہوگیا اور منارہ بعد میں چندہ کر کے تعمیر کرایا گیا۔ جیسا کہ کسی کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص قضاء حاجت کرنے کے لئے پانی کا برتن لے کر چلا۔ برتن کی تلی میں سوراخ تھا۔ اس لئے طہارت تو پہلے کر لی اور قضاء حاجت بعد میں کی۔ اسی طرح مسیح قادیان نازل تو پہلے ہوگئے اور منارہ بعد میں بنوایا کہ آخر کہاں تک حدیثوں میں تاویل کروں اور ساری باتوں کو مجاز پر محمول کروں۔ سوائے منارہ بنانے کے اور کوئی شئے قدرت میں نظر نہ آئی۔ اس لئے حدیث میں صرف منارہ کا لفظ حقیقی معنی میں رہ گیا اور باقی سب مجاز اور استعارہ۔ مرزا قادیانی کے نزدیک باب لد پر قتل کرنے سے لدھیانہ میں کسی کافر کو مناظرہ میں شکست دینا مراد ہے۔

مرزا قادیانی نے نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ مدینہ منورہ میں حاضری نصیب ہوئی۔

مرزا قادیانی دعوائے نبوت کے بعد چند سال زندہ رہے۔

مرزا قادیانی لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔

اے مسلمانو! مسیح موعود کی یہ علامتیں ہیں جو احادیث میں تم نے پڑھ لی ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ ان میں سے مرزا قادیانی میں کوئی علامت بھی نہیں پائی جاتی اور ان صریح احادیث میں مرزائی جو تاویلیں اور تحریفیں کر کے ان احادیث کو مرزا قادیانی پر منطبق کرنا چاہتے ہیں تو ایسی تاویلوں سے جس کا جی چاہے مسیحیت کا دعویٰ کرے اور اس سے بھی بڑھ کر آیات اور احادیث کو اپنے اوپر منطبق کرے اور جس کا جی چاہے ایسے ہوا پرستوں پر ایمان لائے۔ نواب بے ملک اور فرعون بے سامان ایسے ہی لوگوں کی مثال ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

ضمیمہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کا تابع کریں گے

تمام امت محمدیہ کا یہ اجماع عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے

بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا اتباع ان کے رفع الی السماء تک محدود تھا۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت کے بعد تمام جن وانس پر شریعت محمدیہ کا اتباع واجب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اوررسول ہوں گے مگران کا نزول نبی اوررسول ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ شریعت اسلامیہ اورامت محمدیہ کے ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ نزول کے بعد انجیل کا اتباع نہیں فرمائیں گے بلکہ کتاب وسنت کا اتباع فرمائیں گے۔

حافظ عسقلانی ینزل عیسیٰ بن مریم حکماً عدلاً کی شرح میں لکھتے ہیں: ’’ای حاکما والمعنی انه ینزل حاکما بهذه الشریعة فان هذه الشریعة باقیة لاتنسخ بل یکون عیسٰی حاکما من حکام هذه الامة‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۳۵۶)

’’وقال النووی فی شرح مسلم لیس المراد بنزول عیسٰی انه ینزل بشرع ینسخ شرعنا ولا فی الاحادیث شی من هذا بل صحت الاحادیث بانه ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا ویحیی من امور شرعنا ماهجره الناس ومن الاحادیث الواردة فی ذلک ما اخرجه احمد والبزار والطبرانی من حدیث سمرة عن رسول الله ﷺ قال ینزل عیسٰی بن مریم مصدقا بمحمد ﷺ وعلی ملته فیقتل الدجال ثم وانما هو قیام الساعة. واخرج الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی البعث بسند جید عن عبدالله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ یلبث الدجال فیکم ماشاء الله ثم ینزل عیسٰی بن مریم مصدقا بمحمد وعلی ملته اماما مهدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال واخرج ابن حبان فی صحیحة عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ینزل عیسٰی بن مریم فیومهم فاذا رفع راسه من الرکعة قال سمع الله من حمده قتل الله الدجال واظهره المؤمنین‘‘

’’ووجه الاستدلال من هذا الحدیث ان عیسٰی یقول فی صلوته یومئذ سمع الله لمن حمده وهذا الذکر فی الاعتدال من صلوٰة هذه الامة کما ورد فی حدیث ذکرته فی کتاب المعجزات والخصائص واخرج ابن

عساکر عن ابی هریرة قال یهبط المسیح بن مریم فیصلی الصلوٰت ویجمع الجمع فهذا صریح فی انه ینزل بشرعنا لان مجموع الصلوٰة الخمس وصلوٰة الجمعة لم یکونا فی غیر هذه الملة واخرج ابن عساکر من حدیث عبدالله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله ﷺ کیف تهلک امة انا اولها وعیسٰی بن مریم اخرها کذافی الاعلام بحکم عیسٰی علیہ السلام''

(الحافظ السیوطی ج۲ص۱۵۵، من الحاوی)

یہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہے جس میں ان روایات کو ذکر فرمایا ہے جن میں اس امر کی تصریح ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے اور آپ ﷺ ہی کی شریعت کے مطابق نماز اور جمعہ اور دیگر عبادات ادا فرمائیں گے۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کے باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ نبوت کا دروازہ بعد رسول اللہ ﷺ کے بند کر دیا گیا۔ اب کسی کو یہ بات میسر نہیں کہ کسی شریعت منسوخہ سے خدا کی عبادت کرے اور عیسٰی علیہ السلام جس وقت اتریں گے تو اسی شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل کریں گے۔

اور امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی متابعت کریں گے۔''

(مکتوبات ص۳۶، دفتر سوم مکتوب نمبر۱۷)

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احکام شریعت کا علم کس طرح ہوگا؟

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''الاعلام بحکم عیسٰی علیہ السلام'' ہے جو مصر میں طبع ہوا ہے۔ حضرات اہل علم اصل رسالہ کی مراجعت فرمائیں۔ ہم بطور خلاصہ کچھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بروز پنج شنبہ ۶ ر جمادی الاوّل ۸۸۸ھ میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد کس شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ آیا اپنی شریعت کے مطابق حکم کریں گے یا شریعت محمدیہ کے مطابق اور اگر شریعت محمدیہ کے مطابق حکم دیں گے تو آپ کو شریعت محمدیہ کے احکام کا علم کیسے ہوگا اور کیا ان پر وحی نازل

ہوگی یا نہیں اور اگر وحی نازل ہوگی تو وحی الہام ہوگی یا وحی ملکی ہوگی۔ یعنی بذریعہ فرشتہ کے وحی نازل ہوگی۔ یہ تین سوال ہوئے اب ہم بالترتیب جواب ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

سوال اوّل اور اس کا جواب

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے۔ تفصیل اس جواب کی گزر گئی۔

سوال دوم اور اس کا جواب

دوسرا سوال یہ تھا کہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت محمدیہ کے احکام کا علم کس طرح ہوگا؟ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چار طریقے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو ہم اختصار اور وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

طریقہ اوّل[۱]

جس طرح ہر نبی اور رسول کو بذریعہ وحی اپنی شریعت کا علم ہوتا ہے اس طرح ہر نبی کو بذریعہ وحی کے انبیاء سابقین اور لاحقین یعنی گزشتہ اور آئندہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کا علم بھی ہوتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کی زبانی یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں پیغمبر پر فلاں کتاب نازل ہوئی اور فلاں نبی پر فلاں کتاب نازل ہوئی اور توریت اور انجیل اور زبور میں تو خاص طور پر آنحضرت ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کی کتاب اور آپ ﷺ کی شریعت اور آپ ﷺ کے

[۱] ''قال السیوطی الطریق الاول ان جمیع الانبیاء قد کانوا یعلمون فی زمانهم بجمیع شرائع من قبلهم ومن بعدهم بالوحی من اللہ علی لسان جبریل وبالتنبیه علی بعض ذلک فی الکتاب الذی انزل علیهم والدلیل علی ذلک انه ورد فی الاحادیث والاثار ان عیسیٰ علیہ السلام بشرامة بمجیئ النبی ﷺ واخبرهم بجملة من شریعة یاتی بها تخالف شریعة عیسیٰ وکذلک وقع لموسی داؤد علیہما السلام لی اخر ماقال. کذافی الاعلام ج۲ ص۱۵۷، من الحاوی، بعد ازاں شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ'' نے توریت اور انجیل اور زبور میں جو بشارتیں حضور پرنور ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کی شریعت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہیں ان کو نقل کیا ہے۔ اہل علم اصل کی مراجعت کریں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف مذکور ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے اہم مقاصد میں یہ تھا۔ ’’مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد ‘‘یعنی اپنی امت کو اس کی بشارت سنادیں کہ جس نبی آخرالزمان ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام خبر دیتے آئے۔ اب اس کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اپنی امت کو اس کی تاکید اکید کی کہ اگر اس نبی آخرالزمان کا زمانہ پاؤ تو ضرور ان پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بتلائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف میں یہ بھی ارشاد فرمایا: ’’انا جیلهم فی صدورهم رهبان باللیل لیوث بالنهار ‘‘ان کی انجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوگی یعنی وہ اپنی کتاب یعنی قرآن کے حافظ ہوں گے۔ رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔

طریقہ دوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کو دیکھ کر شریعت کے تمام احکام سمجھ جائیں گے۔ نبی اور رسول کا فہم اور ادراک تمام امت کے فہم اور ادراک سے بالا اور برتر ہوتا ہے۔ امت کے تمام فقہاء اور مجتہدین نے مل کر جو شریعت کے احکام کو سمجھا ہے حضرت عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا تنہا فہم وادراک ہزاراں ہزار درجہ اس سے بلند اور برتر ہوگا۔ نبی کی قوت قدسیہ بمنزلہ آفتاب کے ہے اور فقہاء اور ائمہ اجتہاد کی قوت ادراکیہ بمنزلہ ستاروں کے ہے۔

طریقہ سوم

حافظ ذہبی اور حافظ سبکی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے صحابی بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔ علاوہ شب معراج کے بار بار نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کرنا روایات سے ثابت ہے۔ پس جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ سے بلاواسطہ آپ ﷺ کی شریعت کا علم حاصل ہوا اسی طرح اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور پرنور ﷺ کی شریعت کا علم حضور ﷺ سے بلاواسطہ ہوا ہو تو کوئی مستبعد نہیں۔ خصوصاً جب کہ احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور ابن مریم کے درمیان کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں۔ وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے اور ظاہر ہے جب عیسیٰ علیہ السلام حضور پرنور ﷺ کے خلیفہ ہوں گے تو ضرور

آپ ﷺ کی شریعت سے واقفیت ہوگی۔ (ابن عساکر، عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ الا ان ابن مریم لیس بینی وبینه نبی ولا رسول الا انه خلیفتی فی امتی بعدی. کذافی الاعلام ج ا ص ۱۶۱، من الحاوی ۱۲)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی بھی ہیں اور صحابی بھی اور حضور ﷺ کے آخری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یعنی سب سے اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی۔ باقی تمام صحابہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر گئے۔ (کذافی الاعلام ج ۲ ص ۱۶۱، من الحاوی)

طریقہ چہارم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد روحانی طور پر آنحضرت ﷺ سے بحالت بیداری بار بار ملاقات فرمائیں گے اور جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ براہ راست بالمشافہ حضور ﷺ سے دریافت فرمالیں گے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام وکلام ہوتا رہا۔ حضور ﷺ نے شب اسراء میں بیت المقدس میں امامت فرمائی اور تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور ﷺ کی اقتداء کی۔ اسی طرح اس کا برعکس بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس عالم میں تشریف فرما ہوں اور حضور پرنور ﷺ عالم برزخ میں ہوں اور طرفین میں ملاقات ہوسکے اور افاضہ اور استفاضہ کا سلسلہ جاری رہ سکے۔

”وان جماعة من ائمة الشریعة نصوا علی ان من کرامة الولی انه یری النبی ﷺ ویجتمع به فی الیقظة ویاخذ عنه ماقسم له من المعارف

والمواهب ومن نص علی ذلک من ائمة الشافیعة الغزالی والبارزی والتاج السبکی والعفیف الیافعی ومن ائمة المالکیة القرطبی وابن ابی جمرة وابن الحاج فی المدخل وقد حکی عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروی ذلک الفقیه حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل فقال الفقیهه ومن این لک هذا فقال. هذا النبی ﷺ واقف علی رائسک یقول انی لم اقل هذا الحدیث وکشف للفقیه فراه وقال الشیخ ابوالحسن الشاذلی لوحجبت عن النبی ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی مع المسلمین

فاذا کان هذا حال الاولیاء مع النبی ﷺ فعیسیٰ النبی ﷺ اولی بذالک ان یجتمع به ویاخذ عنه ما اراد من احکام شریعة من غیر احتیاج الیٰ اجتهاد ولا تقلید الحفاظ (کذافی اعلام ج۲ ص ۱۶۳، من الحاوی)‘‘﴾ اور ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ولی کی کرامات میں سے یہ ہے کہ وہ حالات بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرتا اور آپ ﷺ کی ہم نشینی کا شرف حاصل کرتا ہے اور آپ سے علوم ومعارف میں سے جو اس کے لئے مقدر ہے۔ حاصل کرتا ہے اور ائمہ شافعیہ میں سے امام غزالیؒ اور بارزیؒ اور تاج الدین سبکیؒ اور عفیف یافعیؒ نے اور ائمہ مالکیہ میں سے قرطبیؒ ابن ابی جمرہؒ اور ابن حاجؒ نے مدخل میں تصریح کی ہے اور بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ ان سے اس فقیہ نے کوئی حدیث روایت کی، تو ان ولی نے یہ فرمایا کہ یہ حدیث تو باطل ہے۔ تو فقیہ نے فرمایا کہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ دیکھئے یہ نبی کریم ﷺ تمہارے سرہانے تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نہیں کہا اور ان فقیہ کو بھی مکشوف ہوا اور انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کی بحالت بیداری اپنی آنکھوں سے زیارت کی اور شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی حضور ﷺ کی زیارت سے حجات میں رہوں تو میں اپنے کو مسلمان نہ سمجھوں۔ پس جب اولیاء کرام کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہ حال ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بدرجہ اولیٰ آپ ﷺ کے ساتھ مجتمع

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ہوں گے اور آپ ﷺ سے جو چاہیں گے احکام شرعیہ کا استفادہ فرمائیں گے اور آپ کو کسی اجتہاد یا حفاظ حدیث کی تقلید کی حاجت نہ ہوگی۔﴾

سوال سوم اور اس کا جواب

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوگی اور وحی کس قسم کی ہوگی۔ وحی نبوت ہوگی یا وحی الہام؟

جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نبوت کا نزول ہوگا۔ مسند احمد اور صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد اور ترمذی اور نسائی میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ”**کذلک اوحی اللہ الیٰ عیسیٰ بن مریم الی قدر اخرجت عباداً من عبادی لا بدان لهم بقتالهم فخرج عبادی الیٰ الطور فیبعث اللہ یاجوج وماجوج (الحدیث)**“ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئے گی کہ تم مسلمان کو لے کر کوہ طور پر چلے جاؤ۔﴾

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے بعد وحی کا نزول ہوگا اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ حضور ﷺ کے بعد جبریل امین زمین پر نہیں آئیں گے یہ بالکل بے اصل ہے۔ شب قدر میں ملائکہ اور جبریل امین کا زمین پر اترنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ ”**تنزل الملئکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر سلم هیی حتی مطلع الفجر**“ حدیث میں ہے کہ جنبی کو حالت جنابت میں بغیر وضو کے نہ سونا چاہئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جبریل امین اس کی موت کے وقت حاضر نہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ مرتے وقت مومن کے پاس فرشتے اور جبریل امین حاضر ہوتے ہیں۔ اگر مرتے وقت وہ باوضو ہو۔

”**وقد زعم زاعم ان عیسیٰ بن مریم اذا نزل لا یوحی الیه وحیا حقیقیا بل وحی الهام وهذا القول ساقط مهمل لا مرین احدهما منابذته للحدیث المذکور والثانی ان ماتوهمه هذا الزاعم من تعذر الوحی الحقیقی فاسد لان عیسیٰ علیہ السلام نبی فای مانع. الخ! (کذافی الاعلام ج۲ ص ۱۶۵، من الحاوی)**“ ﴿یعنی جس شخص نے یہ گمان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر حقیقی وحی کا نزول نہ ہوگا بلکہ وحی الہام ہوگی۔ یہ زعم فاسد اور مہمل ہے۔ اوّل تو اس حدیث صحیح کے خلاف ہے جو

بیان کر چکے۔ دوم یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور نبی سے وصف نبوت کبھی زائل نہیں ہوسکتا۔

ظہور مہدی

’’مہدی‘‘ لغت میں ہدایت یافتہ شخص کو کہتے ہیں۔ معنی لغوی کے لحاظ سے ہر ہدایت یافتہ شخص کو مہدی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن احادیث میں جس مہدی کا ذکر آیا ہے اس سے ایک خاص شخص مراد ہیں جو اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ظاہر ہوں گے۔

ظہور مہدی کے بارہ میں احادیث اور روایات اس درجہ کثرت کے ساتھ آئی ہیں کہ درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اور اس درجہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ آئی ہیں کہ ان میں ذرہ برابر اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ مثلاً امام مہدی کا کیا نام ہوگا۔ ان کا حلیہ کیا ہوگا، ان کی جائے ولادت کہاں ہوگی اور جائے ہجرت اور جائے وفات کہاں ہوگی۔ کیا عمر ہوگی۔ اپنی زندگی میں کیا کیا کریں گے۔ اوّل بیعت ان کے ہاتھ پر کہاں ہوگی اور کتنی مدت تک ان کی سلطنت اور فرمانروائی رہے گی۔ وغیرہ وغیرہ! غرض یہ کہ تفصیل کے ساتھ ان کی علامتیں احادیث میں مذکور ہیں۔

تقریباً حدیث کی ہر کتاب میں امام مہدی کے بارے میں جو روایتیں آئی ہیں وہ ایک مستقل باب میں درج ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے کہ جو امام مہدی کے بارے میں آئی ہیں۔ ’’**العرف الوردی فی اخبار المہدی**‘‘ (جو چھپ چکا ہے) علامہ سفارینی نے شرح عقیدۂ سفارینیہ میں ان تمام احادیث کی تلخیص کی ہے اور ان کو خاص ترتیب سے بیان کیا ہے۔ (حضرات اہل علم شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ ص۶۷ کی مراجعت کریں)

۱...... حدیث میں ہے کہ مہدی موعود اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں گے۔ ’’**قال رسول اللہ ﷺ المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃ** (رواہ ابوداؤد)‘‘ اور امام مہدی کے آل رسول اور اولاد فاطمہ سے ہونے کے بارے میں روایات اس درجہ کثیر ہیں کہ درجہ تواتر تک پہنچ جاتی ہیں۔ (شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ ص۶۹)

۲...... حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوجائے۔ اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

۳...... حدیث میں ہے ان کی پیشانی کشادہ اور ان کی ناک اوپر سے کچھ اٹھی ہوئی اور بیچ میں سے کسی قدر چپٹی ہوگی۔ (رواہ ابوداؤد)

۴...... حدیث میں ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت مکہ معظّمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان ہوگی۔ (ابوداؤد والترمذی)

۵...... حدیث میں ہے کہ امام مہدی خلیفہ ہونے کے بعد تمام روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم اور ستم سے بھری ہوگی۔

۶...... حدیث میں ہے کہ جب امام مہدی مدینہ سے مکہ آئیں گے تو لوگ ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنادیں گے اور اس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی۔

’’هذا خليفة الله المهدى فاسمعوا له واطيعوا ‘‘﴿خداتعالیٰ کا خلیفہ مہدی یہ ہے اس کے حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔﴾

اور بے شمار روایات سے امام مہدی کا کافروں پر جہاد کرنا اور روئے زمین کا بادشاہ ہونا ثابت ہے۔

ناظرین غور کریں کہ مرزا قادیانی میں امام مہدی کی صفات کا کوئی شمہ بھی تو ہونا چاہئے جب ہی تو دعوائے مہدویت چسپاں ہوسکے گا۔ ورنہ صفات تو ہوں کافروں اور گمراہوں کی اور دعویٰ ہو مہدی ہونے کا۔

ایں خیال است ومحال است و جنوں

ایک ضروری تنبیہ

کتب حدیث میں سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم، امام مہدی کے ذکر سے خالی ہیں۔ لیکن دیگر کتب معتبرہ میں ظہور مہدی کی روایتیں اس قدر کثیر ہیں کہ محدثین نے ان کا تواتر تسلیم کیا ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ بخاری اور مسلم نے احادیث صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا۔

بخاری اور مسلم میں کسی حدیث کا نہ ہونا اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ میں صدہا اور ہزارہا ایسی روایتیں ہیں جو بخاری اور مسلم میں نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو شخص ہیں

ظہور مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور امام مہدی دو شخص علیحدہ علیحدہ ہیں۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے لے کر اس وقت تک کوئی اس کا قائل نہیں ہوا کہ نازل ہونے والا مسیح اور ظاہر ہونے والا مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔

صرف مرزائے قادیان کہتا ہے کہ میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں ہی مہدی ہوں اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ میں کرشن مہاراج بھی ہوں اور آریوں کا بادشاہ بھی ہوں اور حجر اسود بھی ہوں اور بیت اللہ بھی ہوں اور حاملہ بھی ہوں اور پھر خود ہی مولود ہوں۔ سب کچھ ہوں گے مگر مسلمان نہیں۔

یہ مرزائے قادیان کا ہذیان ہے۔ جس کا جی چاہے اس پر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اس کا کفر کرے۔ ''امنت باللہ وکفرت بالطاغوت. ومن یکفر بالطاغوت''

احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

۱...... حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور امام مہدی امت محمدیہ کے آخری خلیفہ راشد ہیں۔ جن کا رتبہ جمہور علماء کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے بعد ہے امت میں۔ امت محمدیہ میں سے صرف ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو تردد ہے کہ امام مہدی کا رتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے برابر ہے یا ان سے بڑھ کر ہے۔ (شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ ص۸۱)

میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے یہی ثابت ہے کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے بعد مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

(العرف الوروی ج۲ ص۷۷، من الحاوی)

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مریم بتول کے بطن سے بغیر باپ کے نفخہ جبرئیلی سے نبی اکرم ﷺ سے چھ سو سال پہلے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور امام مہدی آل رسول سے ہیں۔ قیامت کے قریب مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم اور مہدی ایک شخص نہیں بلکہ دو شخص ہیں۔

۳...... احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ امام مہدی کا ظہور پہلے ہوگا اور امام مہدی روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد امام مہدی کے طرز عمل اور طرز حکومت کو برقرار رکھیں گے۔ (الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام ج۲ ص۱۶۲، من الحاوی)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو علیحدہ شخص ہیں۔

۴...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ منورہ ان کا مولد جائے ولادت ہوگا اور مہاجر (جائے ہجرت) بیت المقدس ہوگا۔ (العرف الوردی ج۲ ص۷۳، من الحاوی)

اور بیت المقدس ہی میں امام مہدی وفات پائیں گے اور وہیں مدفون ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے ایک عرصہ بعد وفات پائیں گے اور مدینہ منورہ میں روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے۔ (شرح عقیدہ سفارینیہ ج۲ ص۸۱)

۵...... احادیث میں ہے کہ امام مہدی دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز کے لئے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے۔ یکایک منارہ شرقی پر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ امام مہدی حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر مصلیٰ سے ہٹ جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے نبی اللہ آپ امامت فرمائیں۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ یہ اقامت تمہارے لئے کہی گئی۔ امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ اقتداء فرمائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول ہونے کی حیثیت سے نازل نہیں ہوئے بلکہ امت محمدیہ کے تابع اور مجدد ہونے کی حیثیت سے آئے ہیں۔

(العرف الوردی ج۲ ص۸۴،۶۵، شرح العقیدۃ السفارینیہ ج۲ ص۸۳)

۶...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمنزلہ امیر کے ہوں گے اور امام مہدی بمنزلہ وزیر کے ہوں گے اور دونوں کے مشورے سے تمام کام انجام پائیں گے۔

(شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ ص۹۱،۹۲)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: ’’لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم‘‘ نہیں ہے کوئی مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں ایک ہی شخص ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ اوّل تو یہ حدیث صحیح نہیں۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور غیر مستند ہے۔ ’’قال الحافظ العسقلانی: قال ابوالحسن الخسعی الالدی فی مناقب الامام الشافعی تواترت الاخبار بان المہدی من ہذہ الامۃ وان عیسیٰ یصلی خلفہ ذکر ذلک رد الحدیث الذی اخرجہ ابن ماجہ عن انس وفیہ لا مہدی الا عیسیٰ‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۳۵۸)

دوم: یہ کہ یہ حدیث ان بے شمار احادیث صحیحہ اور متواترہ کے خلاف ہے جن سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور امام مہدی کا دو شخص ہونا آفتاب کی طرح واضح ہے۔

اور اگر اس حدیث کو تھوڑی دیر کے لئے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہا جائے کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی شخص ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی مرسل ہوں گے اور امام مہدی خلیفہ راشد ہوں گے۔ نبی نہ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ غیر نبی کی ہدایت، نبی اور رسول کی ہدایت سے افضل اور اکمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ نبی کی ہدایت معصوم عن الخطا ہوتی ہے اور عصمت خاصہ انبیاء کا ہے اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔ جیسے حدیث میں ہے: ’’لافتی الا علی رضی اللہ عنہ‘‘ کوئی جوان شجاعت میں علی کرم اللہ وجہہ کے برابر نہیں۔

اور یہ معنی نہیں کہ دنیا میں سوائے علی کے کوئی جوان نہیں۔ اسی طرح اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ کوئی مہدی اور کوئی ہدایت یافتہ عصمت اور فضیلت اور علو منزلت میں عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کے برابر نہیں۔ (کذافی العرف الوردی ج۲ ص۸۵)

’’قال المناوی اخبار المهدی لا یعارضها خبر لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم لان المراد به کما قال القرطبی لا مهدی کاملا معصوما الا عیسیٰ‘‘ (کذافی فیض القدیر ج۶ ص۲۷۹)

’’قال القرطبی ویحتمل ان یکون قولہ علیہ السلام ولا مهدی الا عیسیٰ ای لا مهدی کاملاً معصوماً الاعیسیٰ قال وعلیٰ هذا تجتمع الاحادیث ویرفع التعارض وقال ابن کثیر هذا الحدیث فیما یظهر لی ببادی الرای مخالف للاحادیث الواردة فی اثبات مهدی غیر عیسیٰ بن مریم وعند التامل لاینا فیها بل یکون المراد من ذلک ان المهدی حق المهدی هو عیسیٰ ولا ینفی ذلک ان یکون غیره مهدیا ایضاً‘‘ (العرف الوروی ج۲ ص۷۶)

مرزا قادیانی کا مہدی ہونا محال ہے

اس لئے کہ مہدی کی جو علامتیں احادیث میں مذکور ہیں وہ مرزا قادیانی میں قطعاً مفقود ہیں:

۱...... امام مہدی امام حسن بن علی کی اولاد سے ہوں گے اور مرزا مغل اور پٹھان تھا، سید نہ تھا۔

۲...... امام مہدی کا نام محمد، اور والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور مرزا کا نام غلام احمد اور باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔

۳...... امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور پھر مکہ آئیں گے۔ مرزا قادیانی نے کبھی مکہ اور مدینہ کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ ان کو یقین تھا کہ مکہ اور مدینہ میں اسلامی حکومت ہے۔ وہاں مسیلمہ پنجاب کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو یمامہ کے مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوا تھا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مرزا قادیانی حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ بھی نہ کر سکے۔

۴...... امام مہدی روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے اور مرزا قادیانی تو اپنے پورے گاؤں (قادیان) کے بھی چوہدری نہ

تھے۔ جب کبھی زمین کا کوئی جھگڑا پیش آتا تو گرداس پور کی کچہری میں جاکر استغاثہ کرتے۔ خود فیصلہ نہیں کرسکتے تھے ورنہ گرفتار ہوجاتے۔

۵...... امام مہدی ملک شام میں جاکر دجال کے لشکر سے جہاد وقتال کریں گے۔ اس وقت دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودیوں کا لشکر ہوگا۔ امام مہدی اس وقت مسلمانوں کی فوج بنائیں گے اور دمشق کو فوجی مرکز بنائیں گے۔ مرزاقادیانی نے دجال کے کس لشکر سے جہاد وقتال کیا؟ اور دمشق اور بیت المقدس کا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ احادیث نبویہ میں امام مہدی کے متعلق اور بھی بہت سے امور مذکور ہیں جن میں سے کوئی بھی مرزاقادیانی پر منطبق نہیں۔

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں جس کا بلفظہ ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

''قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے، سب حق ہیں۔ ان میں کسی کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ دجال نکل آئے گا اور یاجوج وماجوج ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلے گا اور دھواں جو آسمان سے پیدا ہوگا وہ تمام لوگوں کو گھیر لے گا اور دردناک عذاب دے گا اور لوگ بے قرار ہوکر کہیں گے، اے ہمارے پروردگار اس عذاب سے ہم کو دور کر ہم ایمان لائے اور اخیر کی علامت وہ آگ ہے، جو عدن سے نکلے گی۔ بعض نادان گمان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اہل ہند میں سے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہی مہدی موعود ہوا ہے۔ پس ان کے گمان میں مہدی گزر چکا ہے اور فوت ہوگیا ہے اور اس کی قبر کا پتہ دیتے ہیں کہ فراء میں ہے۔ احادیث صحیحہ جو حد شہرت بلکہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں ان لوگوں کی تکذیب کرتی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں حضرت مہدی علیہ الرضوان کی بیان فرمائی ہیں ان لوگوں کے معتقد شخص کے حق میں مفقود ہیں۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ مہدی

موعود آئیں گے ان کے سر پر ابر ہوگا۔ اس ابر میں ایک فرشتہ ہوگا جو پکار کر کہے گا یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام زمین کے مالک چار شخص ہوئے ہیں۔ جن میں سے دو مومن ہیں دو کافر۔ ذوالقرنین اور سلیمان مومنوں میں سے ہیں اور نمرود و بخت نصر کافروں میں سے اس زمین کا پانچواں مالک میرے اہل بیت سے ایک شخص ہوگا۔ یعنی مہدی علیہ الرضوان۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث نہ فرمائے گا۔ اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ زمین کو جور وظلم کی بجائے عدل وانصاف سے پر کردے گا اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار رہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور دجال کے قتل کرنے میں ان کے ساتھ موافقت کریں گے اور ان کی سلطنت کے زمانہ میں زمانہ کی عادت اور نجومیوں کے حساب کے برخلاف ماہ رمضان کی چودھویں تاریخ کو سورج گہن، اوّل ماہ میں چاند گہن لگے گا۔ نظر انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ یہ علامتیں اس مردہ شخص میں موجود تھیں یا نہیں اور بھی بہت سی علامتیں ہیں جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مہدی منظر کی علامات میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں دوسو تک علامتیں لکھی ہیں۔ بڑی نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ مہدی موعود کا حال واضح ہونے کے باوجود لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔ ’’ھداھم اللہ سبحانہ الیٰ سواء الصراط ‘‘ (اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے)‘‘

(منقول از ترجمہ مکتوبات ص۲۲۰، دفتر دوم مکتوب نمبر۶۷)

’’واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الرحمین‘‘

(۲۰؍جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ، یوم چہارم شنبہ جامعہ اشرفیہ لاہور)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

لطائف الحکم
فی
اسرار نزول
عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه وازواجه وذریاته اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین. اما بعد!

امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تحیۃ کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ اور صریحہ اور متواترہ سے ثابت ہے۔ اس وقت اس مختصر رسالہ میں حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے رفع الی السماء اور نزول کے کچھ اسرار وحکم بیان کرنا مقصود ہے تاکہ اہل ایمان کے ایمان میں زیادتی ہو اور اہل علم کے لئے موجب بصیرت ہو اور اہل تذبذب کے لئے باعث طمانیت ہو اور اہل ضلالت کے لئے سبب ہدایت ہو۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس رسالہ کو قبول فرمائے۔ ''**ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم**'' اور اس رسالہ کا نام ''لطائف الحکم فی اسرار نزول سیدنا عیسیٰ بن مریم'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی نبینا وبارک وسلم تجویز کرتا ہوں اور اللہ کے نام سے مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت الٰہی اس طرح جاری ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی استعداد اور اصل فطرت کے مناسب معاملہ کیا جائے اور مقتضائے حکمت بھی یہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت عام بنی آدم کی طرح ہے یا اس سے جدا اور ممتاز ہے۔ قرآن کریم نے کسی نبی کی فطرت کو بیان نہیں کیا۔ قرآن کریم نے صرف دو پیغمبروں کی فطرت بیان کی ہے۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام کی اور دوسرے حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کی۔ جیسا کہ آل عمران اور سورۂ مریم میں بالتفصیل مذکور ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ شانہ نے دائرہ نبوت کو آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور اس دائرہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم فرمایا اور نبی اکرم سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو دائرہ نبوت کے تمام خطوط کا منتہی اور مرکزی نقطہ بنایا۔ نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ صاحب نبوت مرد ہو عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ ''**لقوله تعالیٰ:**

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا ‘‘یعنی اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے مگر مرد۔ اس لئے دائرہ نبوت کو مرد سے شروع کیا اور فقط مرد سے فقط عورت کو پیدا کیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا کو پیدا کیا اور جب دائرہ نبوت کو ختم کیا تو فقط عورت سے فقط مرد کو پیدا کیا۔ یعنی حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تاکہ دائرہ نبوت کی ہدایت و نیابت دونوں متناسب رہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر میں مٹی شامل تھی۔ اس لئے ان کو آسمان سے زمین پر اتارا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے۔ اس لئے ان کو زمین سے آسمان پر اٹھایا۔ جس طرح ’’ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم‘‘ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے۔

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر میں مٹی شامل تھی۔ اس لئے ان کو آسمان سے زمین پر اتارا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔ اس لئے ان کو زمین سے آسمان پر اٹھایا۔

’’ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے۔﴾ خوب صادق آیا۔

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔ جسمانی حیثیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا تعلق حضرت مریم علیہا السلام سے ہے اور روحانی حیثیت سے افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبرائیل امین علیہ السلام سے ہے۔ صورت اگرچہ آپ کی بشری اور انسانی ہے مگر آپ کی فطرت اور اصلی حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔

نقش آدم لیک معنی جبرائیل رستہ از جملہ ہوا وقال و قیل

اور اسی بناء پر آپ کو ’’کلمۃ القاھا الٰی مریم وروح منہ‘‘ ﴿عیسیٰ علیہ السلام ایک کلمہ اور روح ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا۔﴾

فرمایا کہ جس طرح کلمہ میں ایک لطیف معنی مستور ہوتے ہیں۔ اسی طرح جناب مسیح کے جسم مبارک میں ایک نہایت لطیف شئے یعنی حقیقت ملکیہ مستور اور مخفی ہے۔

نقابیت ہر سطر من زین کتیب فرو ہشتہ بر عارض دلفریب
معانیست ور زیر حرف سیاہ چودر پردہ معشوق و در میغ ماہ

اور چونکہ آپ کو حق تعالیٰ نے فرمایا: ’’روح منہ‘‘ اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ

جس شئے سے وہ بنتی ہے اس کو زندہ کردیتی ہے۔ اس لئے آپ کو احیاء موتی (معنی مردوں کو زندہ کرنے کا کام) اعجاز عطاء کیا گیا اور چونکہ آپ کی ولادت میں نفخہ جرائیل علیہ السلام کو دخل تھا۔ ’’کما قال تعالٰی: فنفخنا فیها من روحنا ‘‘ ﴿ہم نے اس میں اپنی ایک خاص روح بذریعہ نفخہ جرائیل علیہ السلام پھونکی۔﴾

اس لئے ’’فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله ‘‘ ﴿میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔ پس وہ باذن اللہ پرندہ ہو جاتا ہے۔﴾ کا معجزہ آپ کو دیا گیا۔

آمدم برسر مطلب

پس جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی اصلی فطرت ملکی ہے اور آپ کا اصل تعلق جرائیل علیہ السلام اور ملائکہ مقربین سے ہے اور دوسرا تعلق آپ کا حضرت مریم سے ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دونوں قسم کا تعلق معرض ظہور میں آئے اور کچھ حصہ حیات کا ملائکہ مقربین کے ساتھ گزرے اور کچھ حصہ زندگی کا بنی نوع انسان کے ساتھ۔

دستور یہ ہے کہ اگر ولادت اتفاقاً بجائے وطن اصلی کے وطن اقامت میں ہو جاتی ہے تو چند روز کے بعد وطن اصلی میں بچہ کو ضرور لے جاتے ہیں تا کہ وہ بچہ اپنے وطن اصلی کی زیارت سے محروم نہ رہے اور چونکہ جناب مسیح کی ولادت نفخہ جبرئیل سے ہوئی ہے۔ اس لئے اگر مقر ملائکہ یعنی سموات کو جناب مسیح کا وطن اصلی کہا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔

مگر جسمانی حیثیت سے موت طبعی کا آنا بھی لازمی تھا۔ اس لئے آپ کے لئے نزول من السماء مقدر ہوا اور چونکہ ’’رفع الی السماء ‘‘ ملکی اور تشبیہ بالملائکہ کی بناء پر تھا۔ اس لئے قبل الرفع آپ نے نکاح بھی نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ملائکہ میں طریق ازدواج نہیں۔

اور نزول چونکہ جسمانی اور بشری تعلق کی بناء پر ہوگا۔ اس لئے بعد نزول نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی اور وفات پا کر روضہ اقدس کے قریب دفن ہوں گے۔

اور چونکہ آپ کی ولادت نفخہ جبرئیل سے ہوئی اور حضرت جبرئیل کا عروج اور نزول قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

’’کما قال الله تعالٰی: تعرج الملئکة والروح، تنزل الملئکة والروح ‘‘ ﴿فرشتہ اور روح (جبرئیل) آسمان پر جاتے ہیں۔ فرشتہ اور روح (جبرئیل) آسمان پر سے اترتے ہیں۔﴾

اس لئے مناسب ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ آپ کے لئے بھی عروج الیٰ السماء اور نزول الیٰ الارض ہوتا کہ آپ کی فطرت کا ملکی ہونا اور نفخۂ روح القدس سے پیدا ہونا اور ظل جبرئیل ہونا خوب عیاں ہو جائے۔ بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل کو روح کہا گیا اسی طرح جناب مسیح کو بھی روح کہا گیا ہے۔ ’’**قال تعالیٰ: کلمة القاها الیٰ مریم وروح منه**‘‘ وہ ایک کلمہ ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم کی طرف ڈالا۔

پس جس طرح روح بمعنی جبرئیل کے لئے عروج ونزول ثابت کیا گیا۔ اسی طرح جناب مسیح کے لئے بھی جو کہ خدا کی ایک خاص روح ہیں، عروج ونزول ہونا چاہئے اور چونکہ حضرت مسیح کو سراپا روح قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ سراپا روح ہیں اور یہ نہیں کہا گیا: ’’**فیه روح**‘‘ یعنی اس میں روح ہے۔ اس لئے یہود قتل پر قادر نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ روح کا قتل کسی طرح ممکن نہیں۔ نیز آپ کی شان ’’**کلمة القاها الیٰ مریم**‘‘ ذکر کی گئی ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ’’**الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه**‘‘ ﴿اسی کی طرف کلمات طیبات چڑھتے ہیں اور وہی عمل صالح کو بلند کرتا ہے۔﴾

اس لئے آپ کا رفع الیٰ السماء اور بھی مناسب ہوا۔ نیز خدا کا کلمہ کسی کے پست کرنے سے کبھی پست نہیں ہوسکتا۔ خدا کا کلمہ ہمیشہ بلند ہی رہا کرتا ہے۔ ’’**وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة الله هی العلیا**‘‘ ﴿اور خدا تعالیٰ نے کافروں کے کلمہ کو پست کر دیا اور خدا کا کلمہ بلند ہی رہتا ہے۔﴾

اس لئے اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ یعنی عیسیٰ روح اللہ کو آسمان پر اٹھالیا اور کافروں کا کلمہ یعنی دجال پست ہوگا۔ یعنی قتل کیا جائے گا اور چونکہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بشکل بشر متمثل ہوئے تھے۔ ’’**کما قال تعالیٰ: فتمثل لها بشرا سویا**‘‘ اس لئے رفع الیٰ السماء کے وقت ایک شخص آپ کے ہم شکل بنا کر صلیب دے دیا گیا۔ ’’**کما قال تعالیٰ: وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم**‘‘ ﴿یعنی اور (یہود نے) نہیں قتل کیا۔ ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو لیکن ان کے لئے شبیہ بنا دیا گیا تھا۔﴾

اور جس طرح ولادت کے وقت اختلاف ہوا تھا۔ کما قال تعالیٰ: ’’**فاختلف الاحزاب من بینهم**‘‘ ﴿پس جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا۔﴾

اسی طرح رفع الیٰ السماء کے وقت بھی اختلاف ہوا۔

''وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیما'' ﴿جن لوگوں نے حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کیا وہ شک میں ہیں۔ ان کو علم نہیں محض اتباع ظن ہے۔ حضرت مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔﴾

جناب مسیح بن مریم کو نزول من السماء اور قتل دجال کے لئے خاص کیوں کیا گیا

سنت الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جب کسی شئے کو پیدا فرماتے ہیں تو ساتھ ساتھ اس کے مقابل اور اس کی ضد کو بھی پیدا فرماتے ہیں۔

زمین کے مقابل آسمان اور لیل کے مقابل نہار اور ظلمت کے مقابل میں نور اور صیف کے مقابل میں شتاء اور ظل کے مقابل میں حرور (دھوپ) کو پیدا کیا۔

بضدها تبین الاشیاء

تانبا شد راست کے باشد دروغ   آں دروغ از راست می یابد فروغ

ٹھیک اسی طرح کفر کے مقابل ایمان کو پیدا فرمایا۔ اس لئے کہ ایمان کا حاصل تسلیم اور انقیاد ہے اور کفر کا حاصل اباء اور استکبار ہے اور اسی طرح ایمان اور کفر ہر ایک کا الگ الگ منبع اور معدن پیدا کیا۔ ایمان اور اطاعت کا منبع اور معدن ملائکہ کرام ہیں اور کفر اور عصیان کا منبع شیاطین ہیں۔ جس طرح زمین پستی کا منبع ہے اور اس کے مقابل آسمان بلندی کا منبع ہے۔ اسی طرح ملائکہ اور شیاطین کا ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ منبع ایمان واطاعت یعنی ملائکہ کرام کی شان یہ ہے: ''لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون مایؤمرون'' (وہ خدا تعالیٰ کی ذرہ برابر نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے اسے بجالاتے ہیں) اور کفر اور استکبار کے معدن یعنی شیاطین کا یہ حال ہیں۔

''کما قال تعالیٰ: وکان الشیطان لربه کفوراً'' ﴿اور شیطان اپنے رب کا بڑا نافرمان ہے۔﴾

خلاصہ یہ کہ ملائکہ کرام کو شیاطین کے مقابل پیدا فرمایا اور جس قدر شیطان کو طویل حیات دی گئی۔ اس کے مناسب ملائکہ کرام کو ایک طویل حیات عطاء کی گئی۔

اور مناسب بھی یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک یہ زمین ہے۔ اس کے

مقابل یہ آسمان بھی ہے۔ جب تک یہ لیل ہے۔ اس کے مقابل یہ نہار بھی ہے۔ جب تک یہ ظلمت ہے۔ اس کے مقابل نور بھی ہے۔ اسی طرح جب تک شیطان زندہ ہے۔ اس وقت تک اس کے مقابلہ کے لئے ملائکہ کرام بھی زندہ ہیں۔ جس طرح شیاطین کو ہر طرح کی تشکل اور تمثل کی اور عروج اور نزول کی اور شرق سے غرب تک ایک آن میں منتقل ہونے کی طاقت عطاء کی گئی۔ اسی طرح بالمقابل ملائکہ کرام کو بھی یہ تمام طاقتیں علی وجہ الاتم عطاء کی گئیں تاکہ تقابل مکمل رہے۔ قلب انسانی کے ایک جانب اگر شیطان ہے تو دوسری جانب اس کے مقابل ایک فرشتہ موجود ہے۔

شیطان اگر اس کو بہکاتا ہے تو فرشتہ اس کو ہدایت کی جانب بلاتا ہے اور اس کے لئے دعا اور استغفار کرتا ہے لیکن شیاطین اور ملائکہ کرام کا یہ مقابلہ ایک عرصہ تک پوشیدہ اور مخفی طور سے چلتا رہا۔ اس کے بعد حکمت الٰہی اور مشیت خداوندی اس جانب متوجہ ہوئی کہ یہ مقابلہ کسی قدر معرض ظہور میں بھی آئے۔

چنانچہ اوّلاً ایسی ذات کو پیدا فرمایا کہ جس کی حقیقت اور اصل فطرت شیطانی اور صورت اس کی جسمانی اور انسانی ہے۔ یعنی ’’مسیح دجال‘‘ جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے کہ دجال دراصل شیطان ہے۔ یعنی حقیقت اور فطرت اس کی شیطانی ہے اور صورت اس کی انسانی ہے اور وہ ایک جزیرہ میں محبوس ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مصرح ہے۔

کہا جاتا ہے اس دجال اکبر کو ایک جزیرہ میں محبوس کرنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اوّلاً دجال کو پیدا کیا کہ جس کی حقیقت شیطانی اور صورت انسانی ہے۔ اس کے بعد اس کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے نبی کو پیدا فرمایا کہ جس کی فطرت اور اصل حقیقت ملکی اور جبرائیلی ہے اور صورت اس کی بشری اور انسانی ہے۔

اور ایسے نبی سوائے جناب مسیح بن مریم علیہ السلام کے کوئی نہیں نظر آتے۔ پھر جس طرح دجال یہود یعنی بنی اسرائیل سے ہے۔ اسی طرح جناب مسیح بن مریم بھی بنی اسرائیل سے ہیں۔ جس طرح دجال کو ایک جزیرہ میں محبوس کر کے ایک طویل حیات عطاء کی گئی۔ اسی طرح اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا اور قیامت تک آپ کو قتل دجال کے لئے زندہ رکھا گیا اور اسی وجہ سے احادیث میں دجال کے لئے ’’**یخرج**‘‘ اور ’’**یظھر**‘‘ کا لفظ آیا ہے۔ (یعنی نکلے گا اور ظاہر ہوگا) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے۔ مگر

ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ جیسا کہ جناب مسیح کے متعلق ''ینزل من السماء'' کا لفظ آیا ہے۔ (یعنی آسمان سے نازل ہوں گے) جناب مسیح بن مریم اور مسیح دجال کے لئے ''یولد'' (یعنی پیدا کیا جائے گا) کا لفظ کسی جگہ نہیں آیا۔ دجال چونکہ دعوائے الوہیت کا کرے گا۔ اس لئے جناب مسیح بن مریم کی زبان مبارک سے پہلا کلمہ جو کہلایا گیا وہ یہ تھا: ''قال انی عبداللہ'' بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور چونکہ دجال سے بطور استدراج چندروز کے لئے احیاء موتی ظہور میں آئے گا۔ اس لئے اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم کو بھی احیاء موتی کا اعجاز عطاء کیا گیا۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دجال جس وقت ظاہر ہوگا تو ''کھل'' یعنی ادھیڑ عمر ہوگا۔

اسی طرح جناب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے تو ''کھل'' ہوں گے۔

کما قال تعالیٰ: ''وکھلا ومن الصالحین'' اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کہل ہوں گے اور صلحاء میں سے ہوں گے۔

اور جس طرح حضرت مسیح کو آیت کہا گیا: ''ولنجعله آیة للناس'' اسی طرح دجال کو بھی آیت کہا گیا ہے۔ ''کما قال اللہ تعالیٰ: اویاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک'' ﴿یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں جس روز آپ کے رب کی بعض نشانیاں ظاہر ہوں گی۔﴾

اور حدیث میں مصرح ہے کہ بعض آیات ربک سے دجال وغیرہ کا ظاہر ہونا مراد ہے۔ مگر جناب مسیح منجانب اللہ آیت رحمت ہیں اور دجال آیت ابتلاء ہے۔

غرض یہ کہ جناب مسیح بن مریم اور دجال کے اوصاف اور احوال میں اس درجہ مقابلہ کی رعایت کی گئی کہ لقب تک میں تقابل کو نظرانداز نہ کیا گیا۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کا لقب مسیح ہدایت رکھا گیا۔ دجال کا لقب مسیح ضلالت رکھا گیا اور چونکہ دجال ملک شام میں ظاہر ہوگا۔ اس لئے جناب مسیح بن مریم بھی اس کے قتل کے لئے شام میں جامع دمشق کے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے اور باب لد کے قریب اس کو قتل کریں گے اور دجال چونکہ ظاہر ہوکر شدید فساد برپا کرے گا۔ جیسا کہ حدیث نواس بن سمعان میں ہے۔ ''فعاث یمینا وشمالا'' ﴿وہ ہر جگہ فساد پھیلائے گا۔﴾

اس لئے جناب مسیح بن مریم حکم وعدل ہوکر نازل ہوں گے اور چونکہ دجال کے ساتھ زمین کے خزائن ہوں گے۔ اس لئے اس کے مقابل جناب مسیح بن مریم اتنا مال تقسیم

فرمائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ہوگا اور چونکہ بغض وعداوت یہود کا خاص شعار ہے۔اس لئے اس کو یک لخت مٹادیں گے۔

’’واغرینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیامة ‘‘ ﴿اور ہم نے ان میں قیامت تک بغض وعداوت ڈال دیا۔﴾

اور چونکہ دجال یہود سے ہوگا اور اسی وقت سے زندہ ہے۔اس لئے حضرت مسیح بن مریم فقط دجال کو قتل فرمائیں گے اور باقی دجال کے معاون اور مددگار کافر ہوں گے۔اس لئے ان کا مقابلہ اس وقت کے مسلمان امام مہدی کے ماتحت ہوکر کریں گے۔

اور چونکہ یہود اپنی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے جناب مسیح بن مریم پر ایمان نہ لائے تھے۔اس لئے اس وقت یعنی نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے۔

اور نصاریٰ ظاہراً ایمان تو لائے مگر عقیدہ ابنیت کی وجہ سے وہ ایمان کفر سے بھی بڑھ کر تھا۔اس لئے ان کی بھی اصلاح فرمائیں گے اور آپ کی اصلاح سے وہ صحیح ایمان لے آئیں گے۔غرض یہ کہ کل اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ کما قال اللہ تعالیٰ!

’’وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا ‘‘ ﴿اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہید ہوں گے۔﴾

اور چونکہ امام مہدی کے خاندان سے یزید نے خلافت غصب کی تھی۔اس لئے اس کے صلہ میں امام مہدی کو تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت عطاء ہوگی۔

اور جناب مسیح بن مریم نہ کوئی سلطنت رکھتے تھے اور نہ خلافت، آپ کا امت سے تعلق نبوت اور رسالت کا تھا تاکہ آپ پر ایمان لائیں۔مگر یہود تو ایمان ہی نہ لائے اور نصاریٰ لائے تو غلط۔لہٰذا آپ کا حق اہل کتاب کے ذمہ صرف ایمان ہے۔اس لئے نزول کے بعد کوئی شخص اہل کتاب میں ایسا باقی نہ رکھا جائے گا کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے۔

دجال اس امت میں کیوں ظاہر ہوگا

نظام عالم پر ایک نظر ڈالنے سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہر سلسلہ کا سرچشمہ اور کوئی نہ کوئی مخزن اور کوئی نہ کوئی معدن ضرور ہے۔آفتاب ہے کہ تمام روشنیوں کا منبع ہے۔کرۂ نار

ہے کہ جو تمام حرارتوں کا مخزن ہے۔ کرۂ آب ہے کہ تمام برودتوں کا معدن ہے۔ کرۂ ارضی اور کرۂ ہوائی ہے کہ جو تمام رطوبتوں اور یبوستوں کا سرچشمہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح ضرور ہے کہ اس عالم اجسام میں ایک معدن اور منبع ایمان کا ہو کہ جس سے تمام مومنین کے ایمان مستفاد ہوں۔ جس طرح زمین کے تمام روشنیاں آفتاب سے مستفاد ہیں اور ایک مخزن کفر کا ہو کہ اسی سے تمام کافروں کے کفر نکلتے ہوں اور ہر کافر کا کفر اسی مخزن کفر کا ایک پرتوہ ہو۔ سو وہ مخزن ایمان ذات بابرکات نبی اکرم سرور عالم سیدنا محمد ﷺ ہے اور مخزن کفر وہ سراپا شیطنت اور معدن کفر ومعصیت دجال اکبر ہے۔

اور جس طرح نبی اکرم ﷺ ارواح مومنین کے لئے روحانی والد ہیں۔ دجال ارواح کافرین کے لئے روحانی والد ہے۔ دجال ابوالکافرین ہے اور نبی اکرم ﷺ ابوالمومنین ہیں۔ کما قال تعالیٰ!

’’النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم‘‘ اور ایک قرأت میں ہے۔ وهو اب لهم!

(ترجمہ)’’نبی کریم مومنین کے حق میں ان کے نفسوں سے زیادہ اقرب ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات مومنین کی روحانی مائیں ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ مومنین کے روحانی باپ ہیں۔‘‘

اور جس طرح خاتم الانبیاء ﷺ کی ایک مہر نبوت ہے۔ اسی طرح خاتم الدجالین کی مہر کفر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:’’مکتوب بین عینیه کافر‘‘ ﴿یعنی دجال کی پیشانی پر صاف کافر لکھا ہوا ہوگا۔﴾

جس طرح مہر نبوت حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی حسی دلیل تھی۔ اسی طرح دجال کی پیشانی پر کافر کی کتابت اس کے دجل اور کفر کی حسی اور بدیہی دلیل ہوگی۔

اور جس طرح تمام انبیاء سابقین علیہم السلام دجال سے ڈراتے آئے۔ (حدیث میں ہے)’’ما من نبی الا وقد انذر قومه من الدجال‘‘ ﴿کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔﴾

اور جس طرح خاتم الانبیاء کی نبوت بذریعہ مہر نبوت اور خاتم الدجالین کا کفر بذریعہ کتاب’’بین عینیه کافر‘‘ ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح قیامت کے قریب دابۃ الارض

کے ذریعہ سے مؤمنین کا ایمان اور کافرین کا کفر پیشانی پر ظاہر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ جماعت مؤمنین کی اور کافرین کی آخری جماعت ہوگی اور انہیں پر سلسلہ ایمان اور کفر کا ختم کر کے قیامت قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب مکہ یا اجیاد کے زمین سے ایک جانور نکلے گا۔ جس کے ہاتھ میں ایک مہر ہوگی۔ مومن اور کافر کی پیشانی پر ایمان اور کفر کا نشان لگائے گا۔ مومن کی پیشانی پر سفید نکتہ اور کافر کے ماتھے پر سیاہ نکتہ لگائے گا اور اے مومن اور اے کافر ایک دوسرے کو خطاب کریں گے۔ دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح سلسلہ نبوت اور سلسلہ دجل کے خاتم پر نبوت اور دجل کی مہر لگائی گئی۔ اسی طرح سلسلہ ایمان اور کفر کے خاتمین پر بھی ایمان اور کفر کی مہر مناسب ہوئی۔ اس لئے کہ خاتم کے معنی جس طرح آخر کے ہیں اسی طرح صاحب مہر کے بھی ہیں۔ پس خاتم کے لئے مہر کا ہونا نہایت مناسب ہے۔

آمدم برسر مطلب

پس جس طرح خاتم الانبیاء کی بعثت اخیر زمانہ میں اخیر امم کی طرف ہوئی۔ اسی طرح خاتم الدجالین کا ظہور اخیر زمانہ میں مناسب ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قیاس اس کو مقتضی ہے کہ خاتم الدجالین کا مقابلہ خاتم النّبیین کریں اور آپ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے اس کو قتل کریں اور اگر بالفرض نبی اکرم ﷺ خود نہ قتل فرمائیں تو حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے کہ وہی نازل ہوکر دجال کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے قتل فرمائیں؟

جواب: یہ ہے کہ اوّل تو نبی کریم ﷺ دوبارہ کمالات نبوت ورسالت اس رتبہ کو پہنچ چکے ہیں کہ نہ کوئی آپ ﷺ کا مماثل ہے اور نہ مقابل۔ جس طرح آفتاب کے سامنے کسی ظلمت کا ظاہر ہونا ناممکن اور محال ہے اسی طرح آفتاب رسالت کے سامنے دجل کی ظلمت کا ظاہر ہونا محال ہے اور غالباً دجال اسی وجہ سے آپ ﷺ کی موجودگی میں ظاہر نہ ہوسکا۔ دوم یہ کہ آیت شریفہ: ’’واذا اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال اقررتم واخذتم علیٰ ذاکم اصری الآیۃ ‘‘ ﴿اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ نے سب انبیاء سے عہد لیا کہ

جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر تم سب کے بعد ایک رسول آئیں جو تمہاری کتاب اور حکمت کی تصدیق کریں تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس عہد کو قبول کیا۔ سب نے اس کو قبول کیا۔﴾

حضور پرنور ﷺ پر ایمان اور نصرت کا عہد دوسرے انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی امداد کے لئے انبیاء سابقین علیہم السلام سے کسی کا ظہور ضروری ہے اور انبیاء سابقین علیہم السلام سے کوئی نبی دجال کا ضد اور مقابل ہونا چاہئے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کی امت کی نصرت ظہور میں آئے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بارہ میں کون آپ ﷺ کی نیابت کرے تو غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ جناب مسیح بن مریم آنحضرت ﷺ کے نائب خاص ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو سورۂ جن میں عبداللہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ ''لما قام عبدالله یدعوہ کادوا یکونون علیه لبدا'' ﴿جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔﴾

اور حضرت مسیح نے بھی اپنے لئے اس لقب کو ثابت فرمایا ہے۔ ''قال انی عبدالله'' اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام سے یہ ادّعاء ثابت نہیں ہوا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ یہاں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصف عبدیت کے مخبر اور مظہر ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی عبدیت کو خود جناب باری عزاسمہ نے بیان فرمایا ہے۔

اور غالباً اسی نیابت خاصہ کی وجہ سے سرور عالم ﷺ کی آمد آمد کی بشارت کا منصب حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو سپرد کیا گیا۔

''واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد'' ﴿حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں اور تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئیں گے۔ نام ان کا احمد ہوگا۔﴾

اور اسی طرح حضرت مسیح قیامت کے دن شفاعت کے طلبگاروں کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اس شفاعت کے لئے حاضر ہوں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اس وقت یہ

جواب دیں گے۔’’ان محمدا خاتم النّبیین قد حضر الیوم ‘‘آج تو خاتم النّبیین محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ان سے شفاعت کی درخواست کرو۔ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے ایک خاص قرب بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:
’’وقال النبی ﷺ انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لیس بینی وبینہ نبی (رواہ البخاری) ‘‘ ﴿نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عیسیٰ بن مریم سے بہت ہی اقرب ہوں میرے اوران کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔﴾

اور غالباً حضرت مسیح علیہ السلام کو نبی اکرم ﷺ کی طرح معراج جسمانی میں شریک کرنا اسی اولویت کی وجہ سے ہوا اور جس طرح خاتم الانبیاء سے پیشتر نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اسی طرح خاتم الدجالین سے پہلے دجل کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

’’کما قال النبی ﷺ لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ وانہ لا نبی بعدی ‘‘ ﴿نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بہت سے دجال اور کذاب نہ آئیں۔ ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

اس حدیث میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجل کا مدار اصل میں خاتم الانبیاء کے آجانے کے بعد دعوائے نبوت ورسالت پر ہے۔

اس لئے کہ آپ ﷺ نے دجالین کی علامت ہی یہ قرار دی ہے:’’کلھم یزعم انہ رسول اللہ ‘‘یعنی فقط آپ ﷺ کے بعد اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں اللہ کا رسول بنایا گیا ہوں۔ اس کے دجال ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل ہے۔ نیز دجل کے معنی التباس کے ہیں اور دعویٰ الوہیت میں چنداں التباس اور اشتباہ نہیں جتنا کہ دعویٰ نبوت میں ہے۔ اسی وجہ سے فرعون کو باوجود دعوائے الوہیت کے دجال نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ بشر کی عدم الوہیت میں کوئی اشتباہ نہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک کھانے پینے والا اور ہگنے موتنے والا کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔ مگر انبیاء کرام چونکہ جنس بشر سے آئے ہیں، اس لئے دعوائے نبوت میں عقلاً اشتباہ ہوسکتا ہے۔ لیکن خاتم النّبیین اور ختم نبوت کے بعد کسی قسم کا کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا۔ غرض یہ کہ خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا سراسر دجل اور کھلا ہوا ارتداد ہے کہ جس کی سزا بجز قتل کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے جناب مسیح بن مریم علیہ السلام نازل ہوکر دجال مدعی نبوت کو قتل فرمائیں گے کہ خاتم الانبیاء کے بعد کیوں نبوت کا دعویٰ کیا۔

اوران لوگوں سے کہ جو اس مدعی نبوت کا ساتھ دیں گے امام مہدی آ کر قتال کریں گے۔ جس طرح صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کذاب سے قتال کیا۔ سبحان اللہ! حق تعالیٰ نے کس طرح خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت کا واجب القتل ہونا ظاہر فرمایا کہ اس امت مرحومہ کے اوّل اورآخر خلیفہ دونوں سے مدعی نبوت کی جماعت کو خوب اچھی طرح قتل کرایا۔ نیز یہود کے قتل میں حکمت یہ ہے کہ یہود جناب مسیح بن مریم کے کچھ خاص مجرم ہیں۔

اوّل...... تو یہ کہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے۔

دوم...... یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر طرح طرح کے افتراء باندھے۔

سوم...... یہ کہ آپ کے قتل میں پوری کوشش اور تدبیر سے کام لیا۔ مگر حق تعالیٰ نے آپ کو بالکل صحیح وسالم آسمان پر اٹھایا۔

چہارم...... یہ کہ آپ کے بعد جس نبی یعنی خاتم الانبیاء کی آپ نے بشارت دی تھی اس پر ایمان نہ لائے اوراس کے قتل میں بھی پوری کوشش کی۔ مگر سب ناکام رہے۔

پنجم...... یہ کہ مسیح دجال کو خاتم الانبیاء کے بعد نبی مان بیٹھے۔ حالانکہ خاتم النّبیین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

اس لئے مناسب ہوا کہ اب یہود کا استیصال کیا جائے۔ اس لئے کہ اب کفرانتہاء کو پہنچ چکا ہے۔ خاتم الانبیاء کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اور جو اس مدعی کا اتباع کرے وہ شرعاً ہرگز ہرگز زندہ نہیں رکھے جاسکتے۔ ’’اینما ثقفوا اخذوا او قتلوا تقتیلا‘‘

پھر یہ کہ دجال اپنے کو مسیح کہہ کر خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے لگا اور لوگ دھوکہ سے اس مسیح ضلالت کو مسیح ہدایت یعنی مسیح بن مریم (علیہما السلام) سمجھ کر ایمان لائیں گے اور غلطی میں مبتلا ہوں گے۔ اس لئے حضرت مسیح بن مریم کو اس ناقابل تحمل غلطی کے ازالہ کے لئے نازل کرنا ضروری ہوا۔ اس لئے آپ اس کے قتل پر مامور ہوئے۔ تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ کون مسیح ہدایت ہے اور کون مسیح ضلالت ’’ذلک عیسیٰ بن مریم قول الحق الذی فیه یمترون‘‘

’’واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین. وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد النبی الامی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه وازواجه وذریاته اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین ویااکرم الاکرمین ویا اجود الاجودین. آمین یا رب العلمین‘‘

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

اسلام اور مرزائیت
کا
اصولی اختلاف

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه وازواجه وذریاته اجمعین. اما بعد!

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ مرزائی اور قادیانی مذہب اسلام سے کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ بلکہ مذہب اسلام ہی کی ایک شاخ ہے اور دیگر اسلامی فرقوں کی طرح یہ بھی ایک اسلامی فرقہ ہے۔ اس لئے یہ لوگ قادیانیوں کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے میں تأمل کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے ان لوگوں کی یہ غلط فہمی سراسر اصول اسلام سے لاعلمی اور بے خبری پر مبنی ہے۔ یہ مسلمان کی جہالت کی انتہاء ہے کہ اسے اسلام اور کفر میں فرق نہ معلوم ہوا۔ جاننا چاہئے کہ ہر ملت اور مذہب کے کچھ اصول اور عقائد ہوتے ہیں کہ جن کی بناء پر ایک مذہب دوسرے مذہب سے جدا اور ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے بھی کچھ بنیادی اصول اور عقائد ہیں کہ ان اصولوں اور عقائد کے اندر رہ کر جو اختلاف ہو وہ فروعی اختلاف ہے اور جو اختلاف ان مسلمہ اصول اور عقائد کی حدود سے نکل کر ہو وہ اصولی اختلاف کہلاتا ہے اور اس اختلاف سے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد سمجھا جاتا ہے۔

اس مختصر تحریر میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قادیانی مذہب، مذہب اسلام کے اصول اور عقائد سے کس درجہ متصادم اور مزاحم ہے تاکہ یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے۔ مرزائی مذہب کے اصول اور عقائد مذہب اسلام کے اصول اور عقائد کے بالکل مبائن اور مخالف ہیں۔ بالکل ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں۔ مذہب اسلام اور مرزائیت ایک جا جمع نہیں ہوسکتے۔ ’’**فاقول باللہ التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق**‘‘

مرزائیوں کے نزدیک بھی اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں

’’یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان میں کوئی فروعی اختلاف ہے...... کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے، ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب

کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے: ’’لا نفرق بین احد من رسلہ‘‘ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔‘‘
(نہج المصلی، مجموعہ فتویٰ احمدیہ ج۱ ص۲۷۴، ۲۷۵)

پہلا اختلاف

مسلمانوں کے نبی اور رسول محمد عربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور مرزائیوں کا نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

اور ظاہر ہے کہ نبی ہی کے بدلنے سے قوم اور مذہب جدا سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی قوم یہود اور نصاریٰ سے اسی لئے جدا ہے کہ ان کا نبی ان کے نبی کے علاوہ ہے۔ حالانکہ مسلمان بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو شخص فقط حضرت موسیٰ علیہ السلام یا فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے اور محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ یہودی اور عیسائی ہے۔ مسلمان اور محمدی نہیں کہلا سکتا اور جو یہودی اور عیسائی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے وہ یہودی اور عیسائی نہیں رہتا بلکہ مسلمان محمدی کہلاتا ہے۔

اسی طرح جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لائے وہ مسلمان اور محمدی نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ نئے پیغمبر پر ایمان لانے کی وجہ سے پہلے پیغمبر کی امت سے خارج ہو جاتا ہے اور نئے نبی کی امت میں داخل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام مرزائی مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کی امت اور دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ ان کو مسلمان محمدی یا احمدی کہنا جائز نہیں۔ ان کو مرزائی اور غلامی اور قادیانی کہا جائے گا اور ان کا دین اسلام نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کا دین مرزائی دین ہوگا۔

دوسرا اختلاف

تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ جیسا کہ نص قرآنی ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘ اور احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم اور امت محمدیہ ﷺ کے تیرہ سو برس کے تمام علماء متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے یہ مسلّم ہے کہ نبوت و رسالت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ یہ اسلام کا اساسی اصولی اور بنیادی عقیدہ ہے جس میں کسی اسلامی فرقہ کو اختلاف نہیں۔

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ نبوت حضور ﷺ پر ختم نہیں ہوئی۔ آپ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ گویا کہ مرزا قادیانی کے زعم میں حضور ﷺ خاتم النّبیین نہیں۔ بلکہ فاتح النّبیین ہیں۔ یعنی نبوت کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۹، خزائن ج۲۱ص۳۰۶)

امت محمدیہ ﷺ میں سب سے پہلا اجماع

حضور ﷺ کے وصال کے بعد امت محمدیہ ﷺ میں جو پہلا اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ جو شخص حضور ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کرے اس کو قتل کیا جائے۔

اسود عنسی نے حضور ﷺ کے زمانہ حیات میں دعویٰ نبوت کیا۔ حضور ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے روزانہ فرمایا۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جا کر اسود عنسی کا سر قلم کیا۔ مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا، وہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل اور اس کی جماعت کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر روانہ کیا، کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ سے یہ سوال نہیں کیا کہ تو کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلّی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسیلمہ کذاب سے اس کی نبوت کے دلائل اور براہین پوچھے، اور نہ کوئی معجزہ دکھلانے کا سوال کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر میدان کارزار میں پہنچا مسیلمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار جوان تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ نے جب تلوار پکڑی تو مسیلمہ کے اٹھائیس ہزار جوان مارے گئے اور خود مسیلمہ بھی مارا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مظفر ومنصور مدینہ منورہ واپس آئے اور مال غنیمت مجاہدین پر تقسیم کیا گیا۔ مسیلمہ کے بعد طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کے لئے بھی خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ (فتوح البلدان ص۱۰۲)

اس کے بعد خلیفہ عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفۂ وقت نے علماء صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا اور کسی نے اس سے دریافت نہ کیا کہ تیری نبوت کی کیا دلیل ہے اور نہ کوئی بحث اور مناظرہ کی نوبت اور نہ معجزات اور دلائل طلب کئے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ’’وفعل ذلک

غیر واحد من الخلفاء والملوک باشباهم ’’ ﴿بہت سے خلفاء اور سلاطین نے مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے۔﴾

خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے علماء کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کیا۔ خلاصہ یہ کہ قرون اولیٰ سے لے کر اس وقت تک تمام اسلامی عدالتوں اور درباروں کا یہی فیصلہ رہا ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے کافر اور مرتد اور واجب القتل ہیں۔ اب بھی مسلمانان پاکستان کی وزراء حکومت سے استدعا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور سلاطین اسلام کی اس سنت پر عمل کر کے دین اور دنیا کی عزت حاصل کریں۔

عزیزیکہ از در گہش سر بتافت ۔۔۔ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

قتل مرتد کے متعلق مرزائی خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کا فتویٰ

’’مجھے (حکیم نورالدین کو) خدا نے خلیفہ بنادیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کردے اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔‘‘

(رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ج۹ نمبر۱۱ ص۱۴، بابت ماہ نومبر۱۹۱۴ء)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نورالدین صاحب کے نزدیک بھی مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس لئے مخالفین کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اتباع میں اس سنت کے جاری کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔

قادیانیوں کو حج بیت اللہ کی ممانعت کی وجہ

مرزائیوں کے نزدیک قادیان کی حاضری ہی بمنزلہ حج کے ہے اور مکہ مکرمہ جانا اس لئے ناجائز ہے کہ وہاں قادیانیوں کو قتل کر دینا جائز ہے۔ چنانچہ مرزامحمود قادیانی خلیفہ ثانی ایک خطبہ جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ’’آج جلسہ کا پہلا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ حج خداتعالیٰ نے مومنوں کی ترقی کے لئے مقرر کیا تھا۔ آج احمدیوں کے لئے دینی لحاظ سے تو حج مفید ہے مگر اس سے جو اصل غرض یعنی قوم کی ترقی تھی وہ انہیں حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس

لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔'' (برکات خلافت ص۵)

(معلوم ہوا کہ علماء حرمین کے نزدیک قادیانی مرتد اور واجب القتل ہیں)

تیسرا اختلاف

تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اخروی نجات کے لئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا کافی ہے۔ مرزائی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نجات کا دارومدار مرزاغلام احمد پر ایمان لانے پر ہے۔ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

اور جو شخص مرزاغلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور ابدی جہنم کا مستحق ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵، حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

نہ اس کے ساتھ نکاح جائز۔ (برکات خلافت ص۷۵)

اور نہ اس کی نماز جنازہ درست ہے۔ (انوار خلافت ص۹۳)

مرزا قادیانی کے متبعین کے سوا دنیا کے پچاس کروڑ مسلمان کافر اور اولاد الزنا ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷،۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷،۵۴۸، آئینہ صداقت ص۳۵)

چنانچہ اسی بناء پر چوہدری ظفر اللہ نے قائداعظم کے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی کہ ظفر اللہ کے نزدیک قائداعظم کافر اور جہنمی تھے۔

قائداعظم کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ پڑھائیں۔ چنانچہ وصیت کے مطابق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ارکان دولت اور مسلمانان ملت کی موجودگی میں قائداعظم کا جنازہ پڑھا اور اپنے دست مبارک سے ان کو دفن کیا۔

قائداعظم کا مذہب

اس وصیت اور طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ قائداعظم کا مذہب وہی تھا جو حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور پاکستان اسی قسم کی اسلامی حکومت ہے کہ جس قسم کا اسلام حضرت شیخ الاسلام کا تھا۔ مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی پاکستان کے شیخ الاسلام تھے اور ساری دنیا کو معلوم ہے کہ شیخ الاسلام عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مرزائی جماعت کو مرتد اور خارج از اسلام سمجھتے تھے اور ان کی نظر میں مسیلمہ پنجاب کا وہی حکم تھا جو شریعت میں یمامہ کے مسیلمہ کذاب کا ہے۔ شیخ

الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات اس بارہ میں صاف اور واضح ہیں۔

تمام روئے زمین کے کلمہ گو مسلمان مرزائیوں کے نزدیک کافر اور جہنمی اور اولاد الزنا ہیں

مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کے ایک ایک حرف پر بھی عمل کرے۔ مگر مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے تو وہ ایسا ہی کافر ہے۔ جیسے یہود اور نصاریٰ اور دیگر کفار اور مرزا قادیانی کے تمام منکر اولاد الزنا ہیں۔ (قادیانی مذہب ص۱۳۲)

چوتھا اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی معتبر ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی اور اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی تفسیر کا درجہ ہے۔ مرزا قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہی تفسیر معتبر ہے جو میں بیان کروں۔ اگرچہ وہ تمام احادیث متواترہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام علماء کے خلاف ہو۔ (اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

پانچواں اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم معجزہ ہے یعنی حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی اس کا مثل نہیں لاسکتا ہے۔

مرزا قادیانی اور مرزائی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا کلام بھی معجزہ ہے۔ مرزا قادیانی اپنے قصیدہ اعجازیہ کو قرآن کی طرح معجزہ قرار دیتے تھے۔ مرزائیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان لانا ایسا ہی فرض ہے جیسے قرآن پر ایمان لانا فرض ہے اور جس طرح قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کی وحی اور الہامات کی تلاوت بھی عبادت ہے۔ معلوم نہیں کہ کیا مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات کی بھی قرآن کی طرح تلاوت عبادت ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم!

(خطبہ عید مرزا محمود مندرجہ الفضل قادیان ج۱۵ نمبر۸۷ ص۶، مورخہ ۳ ر اپریل ۱۹۲۸ء)

اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بعد اگر کسی اور کتاب پر بھی ایمان لانا فرض ہو تو قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب نہ ہوگی۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

آنچہ من بشنوم زوحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

(درثمین فارسی ص ۲۸۷، نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

چھٹا اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث حجت ہے اور اس کا اتباع ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے۔ ’’**من یطع الرسول فقد اطاع اللہ، وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ**‘‘ مرزا قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو حدیث نبوی میری وحی کے موافق نہ ہو اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔

مرزا قادیانی حدیث نبوی کے متعلق لکھتے ہیں:

۱...... ’’جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔‘‘

(حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰، خزائن ج ۱۷ ص ۵۱)

۲...... ’’اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘

(اعجاز احمدی ص ۳۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰)

ساتواں اختلاف

قرآن اور حدیث جہاد کی ترغیب اور اس کے احکام سے بھرا پڑا ہے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جہاد شرعی میرے آنے سے منسوخ ہوگیا اور انگریزوں کی اطاعت اولی الامر کی اطاعت ہے اور انگریزوں سے جہاد کرنا حرام قطعی ہے۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۷)

مگر پاکستان کی تخریب کے لئے فوجی تیاریاں اور ریشہ دوانیاں، قادیانیوں کے نزدیک فرض عین ہیں اور لیل و نہار اسی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔

آٹھواں اختلاف

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد آنے والا خواہ کتنا ہی صالح اور متقی ہو وہ انبیاء مرسلین سے افضل و بہتر نہیں ہوسکتا۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ میں تمام انبیاء کرام سے افضل ہوں۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ داداست ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرابتمام
کم نیم زان ہمہ بروئے یقین　　ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درثمین فارسی ص۱۷۱،۱۷۲، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

نواں اختلاف

ازروئے قرآن وحدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اور برگزیدہ بندے بغیر باپ کے مریم صدیقہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ صاحب معجزات تھے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں مسیح بن مریم سے افضل ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اقدس میں جو مغلظات اور بازاری گالیاں لکھی ہیں ان کے تصور سے ہی کلیجہ شق ہوتا ہے۔ بطور نمونہ ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں: ’’ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسیح بن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں ہرگز دکھلا نہ سکتا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۴۸،۱۵۳، خزائن ج۲۲ص۱۵۲)

’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ص۲۹۱)

’’اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۴، خزائن ج۱۱ص۲۸۸)

’’یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔‘‘

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ص۲۸۹)

دسواں اختلاف

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ محمد عربی فداہ نفسی وامی وابی ﷺ سید الاولین

والاخرین اور افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور قادیان کا ایک دہقان اور دشمنان اسلام یعنی نصاریٰ بے لگام کا ایک زرخرید غلام یعنی مرزاغلام احمد قادیانی، کبھی تو حضور پرنور ﷺ کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی یہ کہتا ہے کہ میں عین محمد ہوں اور کبھی یہ کہتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ سے بھی افضل اور بہتر ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزات صرف تین ہزار تھے۔

(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳)

اور مرزاقادیانی کے معجزات کی تعداد (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) میں دس لاکھ بتائی ہے۔ گویا معاذ اللہ! محمد رسول اللہ ﷺ مرزائے قادیان سے شان اور مرتبہ میں تین سوتینتیس درجہ کم ہیں اور قرآن کریم میں جو آیتیں حضور پرنور کے بارے میں اتری ہیں ان کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ آیتیں میرے بارے میں اتری ہیں۔ مثلاً:

۱...... آیت: ''سبحن الذی اسری بعبدہ'' جس میں حضور پرنور ﷺ کے معجزہ معراج کا ذکر ہے۔ لیکن مرزاقادیانی کہتا ہے کہ یہ میرے بارے میں نازل ہوئی۔

(تذکرہ ص۷۹، ۲۷۵، ۶۳۵، طبع سوم)

۲...... ''ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی'' جس میں حضور ﷺ کے قرب خداوندی یا قرب جبرئیلی کا ذکر ہے۔ لیکن مرزاقادیانی کہتا ہے کہ یہ میرے پر نازل ہوئی۔ (تذکرہ ص۶۸، ۳۶۰، ۳۹۴، ۳۹۵، ۶۳۳، طبع سوم)

۳...... ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' لیکن مرزاقادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر نازل ہوئی۔ (تذکرہ ص۵۰، ۲۸۰، ۳۵۶، ۵۱۵، ۶۳۱)

۴...... ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی'' (تذکرہ ص۱۴۶، طبع سوم)

۵...... ''انا اعطینک الکوثر'' (تذکرہ ص۹۴، ۱۰۴، طبع سوم)

''وغیر ذلک من الایات''

مرزاقادیانی فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں میرے بارے میں مجھ پر نازل ہوئی ہیں اور مثلاً قرآن کریم میں جو محمد رسول اللہ ﷺ۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

اور ''مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' آیا ہے۔ اس سے بھی مرزاقادیانی ہی مراد ہیں۔ (انوار خلافت ص۱۸)

اور محمد اور احمد میرا نام ہے۔ (نعوذ باللہ) مرزا کیا ہے ایک دجال بھی ہے اور نقال بھی ہے۔

قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے

مرزائیوں کا قادیان بمنزلہ مکہ اور مدینہ کے ہے۔ اس مسجد کے بارے میں کہ جو مرزا قادیانی کے چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔

(براہین احمدیہ ص۵۵۸ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۶۶۷)

قادیان کی زمین ارض حرم ہے

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص۵۰، مجموعہ کلام مرزا غلام احمد)

قادیان کی حاضری بمنزلہ حج کے ہے

مرزا بشیر الدین محمود اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ ’’یہ ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے اور جیسا حج میں رفث اور فسوق اور جدال منع ہے ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہے۔‘‘

(برکات خلافت ص ھ، ز)

(گویا کہ آیت: ’’**فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج**‘‘ قادیان کے جلسہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے) **لاحول ولا قوۃ الا باللہ!**

قادیان میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ

اس مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے...... پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’**سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ**‘‘

(خطبہ الہامیہ حاشیہ ص۲۱، خزائن ج۱۶ ص۲۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ’’مسجد اقصیٰ وہی ہے کہ جس کو مسیح موعود نے قادیان میں بنایا۔‘‘

(خطبہ الہامیہ حاشیہ ص۲۵، خزائن ج۱۶ ص۲۵ حاشیہ)

قادیان میں بہشتی مقبرہ

قادیان میں بہشتی مقبرہ کے نام سے ایک مقبرہ ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں جو

اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ (ملفوظات احمدیہ ج۸ ص۳۲۴)

اور پھر الہام ہوا کہ روئے زمین کے تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(مکاشفات مرزا ص۵۹)

مرزا قادیانی کی امت

مرزا قادیانی نے جابجا اپنے ماننے والوں کو اپنی امت بتایا ہے۔

مرزا قادیانی کے مریدین بمنزلہ صحابہ کے ہیں

امت محمدیہ کی طرح مرزا قادیانی کی امت میں طبقات ہیں۔ مرزا قادیانی کے دیکھنے والے صحابہ کہلاتے ہیں۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ ص۲۵۸،۲۵۹)

توان کے دیکھنے والے تابعین اور تبع تابعین۔ (معاذ اللہ)

مرزا قادیانی کے اہل عیال بمنزلہ اہل بیت کے ہیں

اور مرزا قادیانی کے خاندان کو اہل بیت اور خاندان نبوت اور مرزا قادیانی کی بیویوں کو ازواج مطہرات کہا جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) (ملفوظات ج۲ ص۳۶۳)

مرزا قادیانی کا خاندان، خاندان نبوت ہے

اور مرزا قادیانی کے خاندان کو خاندان نبوت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور قرآن اور حدیث میں اہل بیت اور ذوی القربی کے جو حقوق اور احکام آئے وہ سب مرزا قادیانی کے خاندان اور اہل بیت کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں۔

(تقریر مرزا محمود الفضل قادیان ج۲۰، نمبر۸۱ ص۳، مورخہ ۸رجنوری ۱۹۳۳ء)

مرزا قادیانی کی امت میں ابوبکر وعمر

حکیم نورالدین کو قادیانی خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی طرح مانا گیا ہے اور مرزا بشیر محمود خلیفہ ثانی کو اس امت کا عمر فاروق اعظم ؓ کی طرح کہا جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ (سیرۃ المہدی ج۳ ص۳۷، الفضل قادیان ج۳ نمبر۹۹، مورخہ ۲رفروری ۱۹۱۵ء)

گربہ میر وسگ وزیر وموش را دیوان کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

مرزا قادیانی پر مستقلاً صلوٰۃ وسلام کی فرضیت اور مرزا قادیانی کے مریدین اور کنبہ کی اس میں شرکت اور شمولیت

’’پس آیت:’’یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما‘‘ کی رو سے اوران احادیث کی رو سے جن میں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کی تاکید پائی جاتی ہے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت ﷺ پر بھیجنا ازبس ضروری ہے۔‘‘(رسالہ درود شریف مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی ص۱۳۶)

’’ازروئے سنت اسلام واحادیث نبویہ ضروری ہے کہ تصریح سے آپ کی آل کو بھی درود میں شامل کیا جائے۔اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر یہ بات ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود پر بھی تصریح سے درود بھیجا جائے اوراس اجمالی درود پر اکتفاء نہ کیا جائے جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے وقت آپ کو بھی پہنچ جاتا ہے۔‘‘ (ازرسالہ مذکورہ ص۱۴۰)

چودھری ظفر اللہ کا سلام ٹریکٹ

دس نبی اور ایک بندے کا انتخاب ؎

خدا کے راست باز نبی رامچندر پر سلامتی ہو	خدا کے راست باز نبی کرشن پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی بدھ پر سلامتی ہو	خدا کے راست باز نبی زرتشت پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی کیفنوس پر سلامتی ہو	خدا کے راست باز نبی ابراہیم پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی موسیٰ پر سلامتی ہو	خدا کے راست بات نبی مسیح پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی محمد پر سلامتی ہو	خدا کے راست باز نبی احمد پر سلامتی ہو

خدا کے راست باز بندہ بابا نانک پر سلامتی ہو

(چودھری ظفر اللہ خان قادیانی بیرسٹر کا ٹریکٹ مارچ ۱۹۳۳ء میں بتقریب یوم التبلیغ شائع ہوا،منقول از پیغام صلح لاہور ج۲۱ نمبر۲۲،مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۳۳ء)

اس ٹریکٹ سے چودھری ظفر اللہ کے ایمان کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رام چندر اور کرشن بھی نبی اور

رسول تھے۔ اہل اسلام کے نزدیک تو سرور عالم محمد ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو رام چندر اور کرشن کے ساتھ ذکر کرنا سراسر گستاخی اور گمراہی ہے۔

البتہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کرشن اور رام چندر کے ساتھ ذکر کرنا نہایت مناسب ہے۔ سب کے سب ائمۃ الکفر اور کافروں کے پیشوا تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام اور مرزائیت کا اختلاف اصولی ہے فروعی نہیں۔

مرزائی مذہب نے اسلام کے اصول اور قطعیات ہی کو تبدیل کر دیا ہے۔ اب کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک باقی نہیں رہی۔ یہ جماعت بہ نسبت یہود اور نصاریٰ اور ہنود کے اہل اسلام سے زیادہ عداوت رکھتی ہے۔ جو مسلمان مرزائے قادیان کو نبی نہ مانے وہ ان کے نزدیک کافر اور اولاد زنا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی تعلق جائز نہیں۔ مثلاً مسلمانوں کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور اس کی نماز جنازہ نہیں۔

دین کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: قرآن اور حدیث۔ قرآن کے متعلق تو مرزا قادیانی یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی صحیح ہے کہ جو میں بیان کروں۔ اگرچہ وہ تفسیر کل علماء امت کی تفسیر کے خلاف ہو اور حدیث نبوی کے متعلق یہ کہتا ہے کہ جو حدیث میری وحی کے مطابق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو میری وحی کے خلاف ہوگی وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی۔ اس طرح اسلام کے ان دو بنیادی اصول کو ختم کیا اور اپنی من مانی تاویلات اور تحریفات کو اسلام کے سر لگایا۔ الفاظ تو شریعت کے رکھے مگر معنی بالکل بدل دیئے اور آیات اور احادیث میں وہ تحریف کی کہ یہود اور نصاریٰ بھی پیچھے رہ گئے اور تعلیم یافتہ طبقہ اکثر چونکہ دین اور اصول دین سے بے خبر اور عربی زبان سے ناواقف ہے اس لئے یہ طبقہ زیادہ تر اس گمراہی کا شکار ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین!

ایک ضروری گزارش

قادیانی کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ قادیانی مذاہب اس مثل کا مصداق ہے کہ:

میرے تھیلے میں سب کچھ ہے

ایمان بھی ہے اور کفر بھی ہے۔ ختم نبوت کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی ہے۔ دعوائے

نبوت ورسالت بھی ہے اور جو دعوائے نبوت کرے اس کی تکفیر بھی ہے۔ حضرت مسیح بن مریم کے رفع الیٰ السماء اور نزول کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی۔ وغیرہ وغیرہ! غرض یہ کہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں جس قدر مختلف اور متعارض مضامین ملتے ہیں وہ دنیا کے کسی متنبّی اور ملحد اور زندیق کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جن کا مرزا قادیانی کبھی اقرار کرتے ہیں اور کبھی انکار اور یہ سب کچھ دیدۂ دانستہ ہے اور غرض یہ ہے کہ بات گول مول رہے۔ حقیقت متعین نہ ہو حسب موقعہ اور حسب ضرورت جس قسم کی عبارت چاہیں لوگوں کو دکھلا سکیں اور زنادقہ کا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ بات صاف نہیں کہتے۔ یہی طریقہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا ہے کہ جب مرزا قادیانی کا اسلام ثابت کرنا چاہتے ہیں تو قدیم عبارتیں پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہمارے عقیدے تو وہی ہیں جو سب مسلمانوں کے ہیں اور جب موقعہ ملتا ہے تو مرزا قادیانی کے فضائل اور کمالات اور وحی الہامات کے دعویٰ پیش کر دیتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی مستقل نبی اور رسول نہ تھے۔ وہ تو ظلی اور بروزی نبی تھے۔ ظلی اور بروزی اور مجازی نبی کی اصطلاح مرزا قادیانی نے محض اپنی پردہ پوشی کے لئے گھڑی ہے۔ اگر کوئی شخص حکومت کی وفاداری کا اقرار کرے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنا نام، صدر مملکت رکھ لے اور جو خادم اندرون خانہ خدمت انجام دیتا ہو۔ اس کا نام، وزیر داخلہ، رکھ لے اور جو خادم بازار سے سودا لاتا ہو۔ اس کا نام، وزیر خارجہ، رکھ لے اور باورچی کا نام، وزیر خوراک رکھ لے۔ وغیرہ ذالک! اور تاویل یہ کرے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے میں اپنے آپ کو صدر مملکت اور اپنے خادم کو وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کہتا ہوں اور اصطلاحی اور عرفی معنی میری مراد نہیں، یا یوں کہے کہ میں تو صدر مملکت کا ظل اور بروز ہوں اور اس کے کمالات کا آئینہ ہوں اور میرے اس نام رکھنے سے حکومت کی مہر نہیں ٹوٹتی تو ظاہر ہے کہ یہ تاویل حکومت کی نظر میں اس مجرم اور چالاک اور مکار ہونے سے نہیں بچا سکتی۔ اسی طرح مرزا قادیانی کی یہ تاویل کہ میں ظلی اور بروزی نبی ہوں۔ کفر اور ارتداد سے نہیں بچا سکتی۔ مرزا قادیانی بلاشبہ تشریعی نبوت اور مستقل رسالت کے مدعی تھے اور اپنی وحی اور الہام کو قطعی اور یقینی اور کلام خداوندی سمجھتے تھے اور اپنے زعم میں اپنے خوارق کا نام معجزات رکھتے تھے اور اپنے منکر اور متردد اور ساکت کو کافر اور منافق

ٹھہراتے تھے اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد کا خطاب دیتے تھے۔ جو حقیقی نبوت ورسالت کے لوازم ہیں مرزا قادیانی کا اپنے لئے نبوت کے لوازم کو ثابت کرنا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ مرزا قادیانی مستقل نبوت ورسالت کے مدعی تھے اور بروزی کی تاویل محض پردہ پوشی کے لئے تھی۔ مخالفین کے خاموش کرنے کے لئے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی ظاہر کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ فضائل وکمالات اور معجزات میں تمام انبیاء مرسلین سے بڑھ کر ہوں۔ حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے مرزا قادیانی نے ظلی اور بروزی کی اصطلاح گھڑی ہے جس کا کتاب وسنت میں کہیں نام ونشان نہیں۔

خاتمہ کلام

اب میں اپنی اس مختصر تحریر کو ختم کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں سے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصاً اس کا امیدوار ہوں کہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ! ایک ہی مرتبہ پڑھنے میں مسئلہ کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اکثر دین سے بے خبر بھی ہے اور بے فکر بھی ہے۔ اس لئے وہ غلط فہمی میں زیادہ مبتلا ہے اور قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتا ہے۔

اے میرے عزیز! جس طرح کسی مسلمان کو بے وجہ کافر سمجھنا کفر ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ دونوں جانبوں میں احتیاط ضروری ہے۔

اور جس طرح مسیلمہ کذاب کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی طرح مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ مسیلمہ قادیان، یمامہ کے مسیلمہ سے دجل اور فریب میں کہیں آگے نکلا ہوا ہے۔ ’’ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علی توکلت والیہ انیب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الرحمین‘‘ بندہ گنہگار: محمد ادریس کان اللہ لہ

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور، مورخہ ۱۳؍شوال المکرّم ۱۳۷۱ھ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

دعاوی مرزا

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد ﷲ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ. اما بعد!

دنیا میں بہت سے گمراہ اور جھوٹے مدعی گزرے ہیں مگر اس مسیلمہ ثانی مرزا غلام احمد قادیانی جیسا مدعی کاذب اور مفتری اب تک کوئی نہیں گزرا۔ جو مدعی بھی کھڑا ہوا وہ ایک ہی دعویٰ کو لے کر کھڑا ہوا۔ مگر مرزائے قادیان کے دعوؤں کا کوئی حد اور شمار نہیں۔ اس شخص نے اس کثرت کے ساتھ قسم قسم کے مختلف اور متناقض دعویٰ کئے جن کا احاطہ اس ناچیز کو محال نظر آتا ہے اور دعوؤں کی کثرت اور تنوع ہی کی وجہ سے مرزائی امت کے فضلاء کو مرزائے قادیان کے اصل دعویٰ کی تعین میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوت کے مدعی تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجدد زماں یا امام دوراں یا مہدی زماں ہونے کے مدعی تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ لغوی یا مجازی یا بروزی نبی ہونے کے مدعی تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرزا قادیانی شریعت اور مستقل نبی تھے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبی تھے۔

اس قسم کے دعویٰ تو مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے کئے اور یہود اور نصاریٰ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے موسیٰ اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور شیعوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے یہ کہہ دیا کہ امام حسینؓ سے مشابہت رکھتا ہوں اور ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے کرشن ہونے کا اور آریوں کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا تاکہ ہر طرف سے شکار مل سکے اور باوجود ان مختلف اور متناقض دعوؤں کے بظاہر مدعی اسلام ہی کے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہود اور نصاریٰ اور ہندوؤں اور آریوں میں سے تو کسی نے آپ کو اپنا گرو اور پیشوا اور اوتار نہ مانا۔ البتہ ناواقف عوام اور بعض تعلیم یافتہ حضرات ان کے فریب میں آگئے اور انہیں کلمہ گو خیال کر کے یہ سمجھنے لگے کہ یہ بھی مسلمانوں ہی میں کا ایک فرقہ ہے۔ چونکہ تعلیم یافتہ طبقہ اکثر دین اسلام اور اس کے اصول سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ مدعی کاذب کے مکروفریب کو سمجھ نہ سکا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ نام اسلام کا ہے اور معنی کفر کے ہیں۔ ظاہر میں اسلام کا نام لیا۔ مگر درپردہ اصول اسلام میں وہ عجیب وغریب تحریف کی، کہ جس سے اصل اسلام کی حقیقت ہی بدل گئی اور ایسی تحریف کی کہ یہود ونصاریٰ سے تحریف میں سبقت لے گیا اور شریعت کے الفاظ کو بظاہر برقرار رکھنا اور اس کی حقیقت کو بدل دینا یہی الحاد اور زندقہ ہے۔

مرزا قادیانی نے دعوے تو بے شمار کیئے۔ مگر دلیل کسی کی پیش نہیں کی۔ صرف الہام پر اکتفا کیا اوران بے شمار دعووں سے غرض یہ تھی کہ کوئی فضیلت چھوٹنے نہ پائے اور کوئی فرقہ ہندوستان میں ایسا نہ رہے جس کے وہ مقتداء اور معبود نہ بن جائیں۔ مگر کسی فرقہ پر ان کا افسوں نہ چلا۔ چونکہ مسلمانوں میں ایک جدید تعلیم یافتہ طبقہ دین سے بے خبر ہے۔ اس لئے اس فرقہ پر ہر ملحد اور زندیق کا افسوں اثر کر جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی مثال

مرزا قادیانی ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کا ظل اور بروز ہوں اور دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ میں کرشن جی کا ظل اور بروز ہوں۔ اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ آج کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں قائداعظم کا بھی ظل اور بروز ہوں اور پنڈت نہرو کا بھی ظل اور بروز ہوں۔ ذوالقرنین بھی ہوں اور نمرود بھی۔ ابوبکرؓ بھی ہوں اور ابوجہل بھی۔

غرض یہ کہ مرزا قادیانی کے دعووں کی کثرت اور تنوع کا یہ عالم ہے کہ تفصیلی طور پر ان کا استیعاب اور استقصاء اگر محال نہیں تو مجھ جیسے کمزور اور ناتواں کے لئے مشکل ضرور ہے۔ تاہم بحق خیرخواہی اہل اسلام اختصار کے ساتھ اس کے دعووں کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ ناظرین ان دعووں کی کثرت اور تنوع کو دیکھ کر اندازہ لگالیں کہ مسیلمہ قادیان تیرہ صدی کے مدعیان نبوت سے کفر اور دجل میں گوئے سبقت لے گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور یہ مسیلمہ ثانی کفرودجل میں لاثانی ہے۔

فضائل وکمالات کے دعوے

۱...... ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ

سب سے پہلے مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں بمقابلہ آریہ وغیرہ الہام اور کشف کا دعویٰ کیا کہ میں ملہم من اللہ ہوں۔ چنانچہ اس کا دعویٰ ہے کہ: ’’خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مشرف کیا۔‘‘ (تریاق القلوب ص۱۵۵، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

۲...... وحی کا دعویٰ

بعدازاں وحی کا دعویٰ کیا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور وحی منقطع نہیں ہوئی اور وحی اور

الہام ایک چیز ہے جو کہے کہ دین میں وحی ختم ہوگئی میں اس دین کو لعنتی دین قرار دیتا ہوں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۹، خزائن ج۲۱ ص۳۰۶)

۳...... مجدد ہونے کا دعویٰ

بعدازاں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا کہ میں چودھویں صدی کا مجدد بن کر آیا ہوں۔

(ازالہ اوہام ص۱۵۴، خزائن ج۳ ص۱۷۹)

۴...... محدث من اللہ ہونے کا دعویٰ

محدث من اللہ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص سے اللہ دل ہی میں باتیں کرتا ہو، مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی کو نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔

(توضیح المرام ص۹، خزائن ج۳ ص۶۰، ازالہ اوہام ج۱ ص۳۴۹، خزائن ج۳ ص۲۷۸)

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ دعویٰ آئندہ چل کر صراحۃً دعوائے نبوت کی تمہید ہے۔

۵...... امام زماں ہونے کا دعویٰ

''میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا۔''

(حقیقت الوحی ص۷۹، خزائن ج۲۲ ص۸۲، ضرورۃ الامام ص۲۴، خزائن ج۳ ص۴۹۵)

۶...... خلیفۃ اللہ اور خدا کے جانشین ہونے کا دعویٰ

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔''

(کتاب البریہ ص۷۶، خزائن ج۱۳ ص۱۰۲)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے جس آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اس سے مرزائے قادیان مراد ہے۔ سبحان اللہ! جس آدم علیہ السلام کو خدا نے اپنا خلیفہ بنایا تمام روئے زمین کی بادشاہت ان کو عطاء کی اور مرزا قادیانی کے پاس سوائے چند زمینوں کے کیا رکھا تھا۔ جن کا محصول انگریزی سرکار کو ادا کرتے تھے اور مقدمہ کے لئے کچہری میں حاضری دیتے تھے اور بٹالہ کے تحصیلدار کی خوشامد کرتے تھے۔ کیا اسی زمینداری کا نام خلافت الٰہی اور خدا کی جانشینی ہے؟

۷...... مہدی ہونے کا دعویٰ

یہ دعویٰ مرزا قادیانی کی اکثر تصانیف میں موجود ہے۔ لہٰذا حوالہ کی حاجت نہیں۔ امام مہدی کے ظہور کے بارہ میں بے شمار حدیثیں آئی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچی ہیں۔ ان میں تصریح ہے کہ امام مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے اور مکہ میں ان کا ظہور ہوگا۔ ان کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ اور ظہور کے بعد تمام روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور کافروں سے جہاد وقتال کریں گے اور یہودیوں کو تہ تیغ کریں گے اور مرزا قادیانی کا نام غلام احمد اور ان کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے اور قادیان جیسے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ مکہ اور مدینہ ان کو دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا اور باوجود استطاعت کے حج بھی نہیں کیا اور بجائے جہاد کے انگریزی سرکار کی وفاداری اور ان کے لئے دعا گوئی کو اپنی امت پر واجب کیا۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ سب حدیثیں غلط ہیں۔ پھر جب مہدی ہونے کا دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود میں ہوں۔ خیر مرزا قادیانی نے اپنا نام تو مہدی رکھ لیا۔ مگر یہ بتلائیں کہ بادشاہت کا کیا انتظام کیا۔ آپ تو اپنے چھوٹے سے گاؤں قادیان کے بھی بادشاہ نہ تھے۔ روئے زمین کے تو کیا بادشاہ ہوتے اور یہ بتلائیں کہ مرزا قادیانی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی اولاد سے ہیں؟ پھر کہاں سے مہدی بن گئے۔ غرض یہ کہ مرزا قادیانی کا مہدی ہونا قطعاً محال ہے۔ اس لئے کہ مہدی موعود کی جو علامتیں احادیث میں مذکور ہیں وہ مرزائے قادیان میں ایک ایک کر کے مفقود ہیں۔ محض دعویٰ یا نام رکھنے سے مہدی نہیں بن جاتا۔ جب تک احادیث کے مطابق مہدی کے صفات اور علامات نہ ہوں۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے مہدویت کے دعویٰ کئے۔ نام تو مہدی رکھ لیا مگر امام مہدی کی جو علامتیں احادیث میں مذکور ہیں۔ وہ اپنے میں نہ دکھلا سکے۔ یہی حال مرزائے قادیان کا ہے۔ کہتا ہے کہ میں مہدی ہوں۔ مگر علامتیں نہ دکھلا سکا اور بے خبروں کو گمراہ کر کے دنیا سے روانہ ہوا۔

۸...... حارث ہونے کا دعویٰ

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حارث نام، امام مہدی کی تائید اور مدد کے لئے لشکر لے کر ماوراء النہر سے روانہ ہوگا۔ جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک سردار ہوگا۔ جس کا نام منصور ہوگا۔ ہر مسلمان پر اس کی نصرت ضروری ہے۔ (رواہ ابوداؤد وغیرہ)

(ازالہ اوہام ص۷۹، تقطیع خورد، خزائن ج۳ ص۱۴۱) میں فرماتے ہیں کہ:''وہ حارث میں ہوں۔'' حارث کے معنی زمیندار کے ہیں اور میں بھی قادیان کا زمیندار ہوں اور مسلمانوں پر چندہ سے میری نصرت واجب ہے۔ گویا کہ اس حدیث میں حارث سے مرزاقادیانی اور نصرت سے چندہ مراد ہے۔ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حارث امام مہدی کا مددگار ہوگا نہ کہ بعینہ مہدی ہوگا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی شخص مہدی بھی ہو اور حارث بھی۔ نیز حدیث میں حارث کا مقام خروج ماوراءالنہر مذکور ہے نہ کہ قادیان اور ماوراء النہر سے صوبہ پنجاب مراد لینا۔ یہ مرزاقادیانی ہی کا کام ہے۔ نیز ماوراءالنہر سے قادیان تک راستہ میں افغانستان پڑتا ہے۔ جہاں مدعیان نبوت اوران کے پیرو ہمیشہ قتل ہوتے رہے۔ نیز اس حدیث میں حارث کی فوج عظیم اور لشکر جرار کا بھی ذکر ہے۔ مرزاقادیانی کے پاس فوج کہاں سے آئی۔ وہ بیچارے تو ایک معمولی دہقانی آدمی تھے۔ ان کے پاس اتنی دولت کہاں تھی کہ جو لشکروں پر خرچ کرتے۔ وہ اپنے خرچ ہی کے لئے لوگوں سے چندہ مانگتے تھے۔ چندہ مانگنا فقیروں کا کام ہے نہ کہ امیروں اور بادشاہوں کا۔ غرض یہ کہ احادیث میں حارث مذکور کی جو علامتیں آئی ہیں۔ ان میں کا کوئی شمہ بھی مرزاقادیانی میں نہیں پایا جاتا۔

مرزاقادیانی دل بہلانے کے لئے فوج اور لشکر کی یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ فوج سے ظاہری فوج مرادنہیں۔ بلکہ روحانی فوج مراد ہے۔ ایسی تاویلوں سے جس کا دل چاہے مہدی اور حارث بن سکتا ہے۔

۹...... مسیح بن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

مرزاقادیانی کا یہ دعویٰ تقریباً ان کی تمام کتابوں میں مذکور ہے۔

(تذکرہ ص۱۴۱، طبع سوم، ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند
بنمای بہ صاحب نظرے گوہر خود را

قرآن اور حدیث سے یہ امر صراحۃً ثابت ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا۔''کما قال تعالیٰ: وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ''

دوسرے قیامت کے قریب حضرت مسیح کے نزول اور آمد کا بیان قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً موجود ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دمشق کے منارہ پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

مرزاقادیانی کو جب دعوائے مسیحیت کی فکر ہوئی تو اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا انکار کیا اور ان کی وفات کے مدعی ہوئے اور دفتر کے دفتر اس بارہ میں سیاہ کر ڈالے۔ اس کے بعد اپنے مسیح موعود بننے کے لئے دو طریقے اختیار کئے۔ ایک تو یہ کہ جن احادیث میں مسیح کے آنے کا بیان آیا ہے۔ اس سے مسیح کے ایک مثیل اور شبیہ کا آنا مراد ہے اور دعویٰ کر دیا کہ وہ مثیل میں ہوں اور دوسرا طریقہ یہ کہ جس نبی کا جو مثیل ہوتا ہے خدا کے نزدیک اس کا وہی نام ہوتا ہے۔ یعنی خدا کے نزدیک مرزاقادیانی کا نام عیسیٰ بن مریم ہے۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد خاص الہام کے ذریعہ اللہ نے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ (مرزاقادیانی) وہی عیسیٰ ہے جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ (ازالہ اوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

اور یہ الہام ہوا کہ عیسیٰ ابن مریم کہاں وہ تو مر گئے۔ مسیح موعود تو ہی ہے اور مرزاقادیانی نے ۱۸۹۱ء میں اشتہار دیا کہ: ’’میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق ہے اور تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔‘‘

(ضروری اشتہار مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۳)

اب اس طرح سے مرزاقادیانی نے اپنی مسیحیت کا اعلان شروع کیا اور کہا کہ جس مسیح کے آنے کا وعدہ قرآن وحدیث میں کیا گیا۔ اس سے میرا ہی آنا مراد ہے۔ یعنی نزول سے پیدائش کے معنی مراد ہیں اور دمشق والی حدیث اوّل تو صحیح نہیں اور اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے اصلی دمشق مراد نہیں۔ بلکہ قادیان مراد ہے اور حدیث میں جو زرد لباس کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی حالت صحت اچھی نہ ہوگی اور فرشتوں پر ہاتھ رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ دو شخص ان کو مدد دیں گے۔ (ازالہ اولام ص۲۱۹، خزائن ج۳ ص۲۰۹)

غرض یہ کہ جو امور مرزاقادیانی کی قدرت میں نہ تھے۔ ان میں تاویل کر ڈالی۔ مگر نزول کے بعد منارہ چندہ کر کے بنانا شروع کیا۔ مگر تکمیل سے قبل فرشتہ اجل نے آن دبوچا، حالانکہ حدیث سے یہ واضح ہے کہ دمشق کی جامع مسجد کے منارۂ شرقی پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

نازل ہوں گے۔ یعنی وہ منارہ پہلے سے موجود ہوگا۔ لہٰذا احادیث میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔ وہ وعدہ مرزا قادیانی کے قادیان میں پیدا ہونے سے پورا ہوگیا۔ لیکن اب اشکال یہ ہے کہ اگر نزول سے پیدائش مراد ہے تو عیسیٰ علیہ السلام تو بغیر باپ کے ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس کی تصریح ہے تو پھر مرزا قادیانی کو اگر عیسیٰ بننا منظور تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوتے اور اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جاتے اور پھر آسمان سے نازل ہوتے اور جب مرزا قادیانی سے کہا گیا کہ آپ تو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ میں وہ آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ موجود نہیں۔ جو قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی نسبت مذکور ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اڑاتے تھے اور وہ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے۔ لہٰذا آپ بھی تو کوئی معجزہ اور کرشمہ دکھلاتے تو مرزائے قادیان نے جواب میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ تمام کام محض مسمریزم تھا اور میں ایسی باتوں کو مکروہ جانتا ہوں۔ ورنہ میں بھی کر دکھاتا۔

(ازالہ اوہام ص۱۲۹ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۷،۲۵۸)

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کو بطور مدح اور منقبت ذکر کیا ہے۔ مرزائے قادیان ان کو مکروہ اور قابل نفرت سمجھتا ہے اور سب کو مسمریزم بتلاتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ اظہار معجزات سے سبکدوشی ہو جائے اور کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات کا مطالبہ نہ کر سکے۔

۱۰...... عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہرگز دکھلا نہ سکتا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

مرزا قادیانی نے اس مسیح موعود کی تفسیر دافع البلاء میں یہ کی ہے: ’’اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

مرزا قادیانی کا یہ شعر:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

تمام قادیانیوں کو حفظ یاد ہے۔ معاذ اللہ! جس مسیح بن مریم کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کو موجودگی میں قابل ذکر نہیں اور فارسی شعر یہ ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تابہ نہد پابہ منبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح اہانت ہے جو صریح کفر ہے۔

تاویلات مرزا کا ایک نمونہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال کے خروج میں اس قدر بے شمار صحیح اور صریح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ جن کا انطباق مرزا قادیانی پر محال ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اب فکر ہوئی کہ ان احادیث کو کس طرح اپنے اوپر منطبق کروں۔ اس لئے تاویل کی راہ اختیار کی۔ بلکہ ایسی تحریف کی کہ اوّلین وآخرین میں سے اب تک کسی نے نہیں کی تھی۔

۱...... چنانچہ یہ کہہ دیا کہ نزول مسیح سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ مرزا قادیانی کا اپنے گاؤں میں پیدا ہونا مراد ہے۔

۲...... اور حدیث میں جو مسیح علیہ السلام کا دمشق کے سفید مشرقی مینارہ پر نازل ہونا آیا ہے۔ اس حدیث میں دمشق سے قادیان مراد ہے اور وہ منارہ مرزا قادیانی کی سکونتی جگہ قادیان کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے۔

۳...... اوردجال سے بااقبال قومیں یا شیطان یا عیسائی اقوام مراد ہیں۔

۴...... اوردجال کے کانا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پادریوں میں دینی عقل نہیں۔

۵...... اورحدیث میں جو آیا ہے کہ دجال زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ عہد رسالت میں پادریوں کو موانع پیش تھے۔

۶...... اورحدیث میں جو یہ آیا ہے کہ دجال کے ساتھ جنت اور جہنم ہوگی۔اس سے مراد یہ ہے کہ عیسائی اقوام نے اسباب تنعم مہیا کر لئے ہیں۔

۷...... اورحدیث میں جو دجال کے گدھے کا ذکر آیا ہے اس سے ریل گاڑی مراد ہے۔

۸...... اورحدیث میں جو مسیح بن مریم کا خنزیر کو قتل کرنا آیا ہے اس سے لیکھرام کا قتل مراد ہے۔

۹...... اورحدیث میں جو یہ آیا ہے کہ مسیح صلیب کو توڑیں گے۔اس سے مراد یہ ہے کہ بعثت مرزا سے صلیبی مذہب روبزوال ہوگا۔

۱۰...... اورحدیث میں جو یہ آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پانے کے بعد آنخضرت ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے۔اس سے مراد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو رسول اللہ ﷺ کا قرب روحانی نصیب ہوگا۔

ناظرین کرام!غور فرمالیں کہ ایسی تاویلوں سے تو ہر شخص مسیح موعود بن سکتا ہے اور جس کا جی چاہے یہ کہہ سکتا ہے کہ دمشق سے میرا گاؤں مراد ہے اور روضہ اقدس میں دفن ہونے سے آنخضرت ﷺ کا قرب روحانی مراد ہے۔ یہ تاویلات نہیں بلکہ تحریفات اور ہذیانات ہیں۔ دیوانہ گفت ابلہ باور کرد، کے مصداق ہیں۔ پھر یہ کہ جب مرزا قادیانی کے نزدیک دجال سے عیسائی اقوام مراد ہیں تو مرزا قادیانی انگریزوں کے لئے دعا کیوں مانگتے تھے۔کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کے لئے دعا کیا کرے گا اور اپنی امت کو دجال کے بقاء کی دعا کی تلقین کیا کرے گا۔

پھر جب مرزا قادیانی کے نزدیک دجال کے گدھے سے ریل مراد ہے تو مرزا قادیانی بٹالہ سے چل کر لاہور کا سفر ہمیشہ اسی دجال کے گدھے (ریل) پر کیوں کرتے تھے اور باضابطہ دجال کے کارکنوں سے اس گدھے پر سوار ہونے کا ٹکٹ خرید تے تھے۔

کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسیح موعود دجال کے قتل کے لئے نازل ہوگا وہ دجال کے گدھے پر کرایہ دے کر سفر کیا کرے گا اور بجائے قتل کے اس کی سلطنت کے لئے دعا کیا کرے گا؟

۱۱......مریم علیہا السلام ہونے کا دعویٰ

’’پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہوکر ابن مریم کہلایا۔‘‘

(کشتی نوح ص۴۶،۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

سبحان اللہ! مرزا قادیانی کے کیا حقائق ومعارف ہیں۔ کبھی عیسیٰ بنتے ہیں اور کبھی مریم۔ کبھی مرد اور کبھی عورت اور پھر خود، خود ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی پہلے بیٹا (عیسیٰ) بنے اور پھر ماں (مریم) بنے اور پھر ماں سے بیٹا بن گئے۔ گویا کہ بیٹے کا وجود ماں سے مقدم بھی ہے اور مؤخر بھی ہے اور اس کا عین بھی ہے اور اس کا غیر بھی ہے۔

۱۲......ظلی اور بروزی یا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ

اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطاء کی گئی۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۱۴)

اس سے مرزا قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ میں عین محمد ہوں۔ ظل اور بروز کا لفظ محض دھوکہ اور فریب کے لئے ہے۔ اپنے کفر اور دجل کو چھپانے کے لئے اس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ورنہ درحقیقت مرزا نبوت تشریعیہ اور مستقلہ کا مدعی ہے اور اپنی وحی کو قرآن کی طرح واجب الایمان قرار دیتا ہے اور اپنے منکر کو کافر اور دوزخی بتلاتا ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی کا اقرار ہے کہ صرف صاحب شریعت نبی کے انکار سے کافر ہوتا ہے۔ ملہم من اللہ کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔

بروزی اور ظلی نبوت کی حقیقت

مرزائے قادیان ایک غلطی کا ازالہ میں لکھتا ہے: ’’مگر میں کہتا ہوں کہ

آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے۔ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا، کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ''وآخرین منھم لما یلحقوا بھم'' بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ ہی کا وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزاقادیانی کو نبوت ملنے سے آنحضرت ﷺ کے خاتمیت نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ میں آپ کا ظل اور سایہ ہوں اور سایہ اصل کا غیر نہیں ہوتا۔ یعنی میں آپ کا عین ہوں اور میرا نام بھی محمد اور احمد ہے۔ اس لئے میں بعینہ محمد ﷺ ہوں۔

(تریاق القلوب حاشیہ ص۳۷۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷) میں لکھتا ہے کہ: ''غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد ﷺ کے نام سے پکارا گیا۔''

شیخ محمد عمر قادیانی نے اپنی کتاب (قول فیصل ص۶، بحوالہ اخبار الحکم مورخہ ۲۴؍اپریل ۱۹۰۲ء) پر مرزاقادیانی کا قول اس طرح نقل کیا ہے: ''کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم ﷺ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم ﷺ سے ظلی طور پر ہم کو عطاء کئے گئے ...... پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم ﷺ کے خاص خاص صفات میں اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم ﷺ کے ظل ہیں۔''

ان عبارات میں مرزائے قادیان نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کا ظل اور بروز بتلایا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ سایہ اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ یہ عقلاً اور نقلاً باطل اور محال ہے۔ اگر بروز سے مرزاقادیانی کا یہ مطلب ہے کہ روح محمدی نے تیرہ سو سال کے بعد

مرزا قادیانی کے جسم میں جنم لیا ہے تو یہ عقیدہ اسلام میں کفر ہے۔ یہ عقیدہ ہندوؤں کا ہے جو تناسخ کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر مرزا قادیانی کی مراد یہ ہے کہ آنحضرتﷺ کی روح مبارک کا تیرہ سو سال کے بعد مدینہ منورہ سے چل کر قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جسم میں بروز ہوا ہے تو یہ بعینہ تناسخ ہے۔ جس کے ہندو اور آریہ قائل ہیں کہ مرنے کے بعد ارواح فنا نہیں ہوتیں بلکہ ہوا میں پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی مردہ جسم پاتی ہیں تو اس میں گھس جاتی ہیں اور پھر اس میں یہ پابندی نہیں کہ انسان کا روح، انسان ہی کے جسم میں داخل ہو بلکہ گدھے، کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ اگر بروز سے یہ مراد ہے تو یہ حقیقت تناسخ کی ہے اور کیا مرزائے قادیان کے نزدیک حضرت محمدﷺ کی بعثت حضرت ابراہیم کا بروز تھا اور حقیقت ابراہیمی اور حقیقت محمدی ایک تھی اور دونوں ایک دوسرے کے عین تھے اور یہ غلط ہے بلکہ یہ لازم آئے گا کہ سرور عالم محمدﷺ معاذ اللہ بذاتہ خود کوئی چیز نہ تھے۔ بلکہ ان کا تشریف لانا بعینہ ابراہیم کا تشریف لانا ہے۔ گویا ابراہیم علیہ السلام اصل ہیں اور آنحضرتﷺ ان کا ظل اور بروز ہوئے۔ آنحضرتﷺ کا وجود بالاستقلال نہ رہا اور نہ آپ کی نبوت مستقل رہی اور یہ صریح کفر ہے۔

نیز لازم آئے گا کہ آنحضرتﷺ کی نبوت ظلی ہو مستقل نہ ہو۔ نیز جب آنحضرتﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو لازم آئے گا کہ اصل خاتم النّبیین تو حضرت ابراہیم ہیں اور آپﷺ ان کے ظل اور بروز ہیں اور اگر یہ کہو کہ باوجود ظل اور بروز ہونے کے اصل خاتم النّبیین محمدﷺ ہیں تو لازم آئے گا کہ پھر اسی طرح سے مرزا قادیانی جو خاتم النّبیین کے ظل اور بروز ہیں۔ اصل خاتم النّبیین تو مرزا قادیانی ہوں گے نہ کہ آنحضرتﷺ اور ظاہر ہے کہ یہ امر بھی صریح کفر ہے۔ مرزا قادیانی بھی آنحضرتﷺ کے خاتمیت کے منکر کو کافر بتلاتے ہیں اور یہ کہنا کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے۔ بالکل غلط اور مہمل ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہوسکتا۔ پس اسی طرح نبی کا سایہ بعینہ نبی نہیں ہوسکتا اور اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ سایہ اور ذی سایہ ایک ہی ہوتا ہے تو رسول اللہﷺ ظل اللہ ہیں۔ یعنی اللہ کا سایہ ہیں تو لازم آئے گا کہ وہ عین خدا ہوں اور مرزا قادیانی اپنے خیال میں عین محمد ہیں اور محمدﷺ سایہ خدا ہیں، تو نتیجہ یہ

نکلے گا کہ معاذ اللہ مرزا قادیانی عین خدا ہیں اور اس کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اور مرزا قادیانی جو بار بار یہ کہتے ہیں کہ میں بعینہٖ محمد ﷺ ہوں تو کیا مرزا قادیانی کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا؟ کیا کوئی ادنیٰ مسلمان اس کا تصور کرسکتا ہے کہ قادیان کا ایک دہقان مختاری کے امتحان میں فیل ہونے والا اور انگریزی کچہری کا چکر لگانے والا۔ بعینہٖ محمد ﷺ ہوسکتا ہے۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ!

اور اگر ظل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آ جائے تو اس سے اتحاد اور عینیت ثابت نہیں ہوتی۔ جس طرح خدا کا ظل ہونے سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح نبی کا ظل ہونے سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ غالباً مرزا قادیانی کی مراد یہ ہے کہ جس طرح آئینہ میں کسی شخص کا عکس پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی میں بھی کمالات محمدیہ اور انوار رسالت نبویہ کا عکس پڑا ہے۔ مگر اس سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ آئینہ میں عکس پڑنے سے کوئی حقیقی صفت ثابت نہیں ہو جاتی۔ عکس میں ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں آ جاتی۔ بلکہ ایک قسم کی مشابہت اور ہم رنگی آ جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیلی کے مشابہ اور ان کے ہم رنگ اور ان کے کمالات کا نمونہ ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس امت کے علماء نبی اور پیغمبر ہیں۔

غرض یہ کہ انعکاس اور ظلیت سے عینیت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت آدم علیہ السلام کمالات خداوندی کا آئینہ اور نمونہ تھے۔ مگر معاذ اللہ عین خدا نہ تھے۔

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ تابود شاہیش را آئینہ

اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے کمالات علمیہ وعملیہ کا آئینہ اور نمونہ تھے۔ مگر نبی نہ تھے۔ فقط نبی کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ قوت علمیہ اور قوت عملیہ میں تشبیہ ثابت کیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے۔ جس سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت ثابت ہوئی نہ کہ نبوت۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ظلیت اور انعکاس سے اتحاد اور عینیت کا ثابت کرنا سراسر غلط

اور باطل ہے۔ظلیت اور انعکاس سے صرف ایک قسم کی مشابہت اور ہم رنگی ثابت ہوتی ہے۔ سو اگر مرزا قادیانی کا گمان یہ ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے کمالات اور آئینہ اور نمونہ ہوں اور کمالات نبوت میں سرور عالم ﷺ کے مشابہ اور ہم رنگ ہوں تو مرزا قادیانی اور ان کی امت بتلائے کہ مرزائے قادیان کن کن کمالات علمیہ اور عملیہ میں سرور عالم ﷺ کا آئینہ اور نمونہ تھے۔

مرزا قادیانی کمالات نبوت کا تو کیا آئینہ ہوتے وہ تو حرص وطمع اور مکروفریب اور طعن وتشنیع اور بدزبانی اور بدگمانی کا آئینہ اور جھوٹ کا مجسمہ تھے۔آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں قائداعظم اور قائدملت کا ظل اور بروز اور مظہراتم ہوں۔لہٰذا میری اطاعت واجب ہے تو حکومت پاکستان اس کو یا تو جیل خانہ بھیج دے گی یا پاگل خانہ میں۔ظاہر ہے کہ اگر کوئی سیاہ فام اور چیچک رو اور نابینا اور لولا اور لنگڑا یہ دعویٰ کرنے لگے کہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا ظل اور بروز ہوں تو کون اس کو قبول کرنے پر تیار ہوگا؟

دعوائے ظلیت وبروزیت کا جائزہ

جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کا ظل اور بروز ہوں اور اس کا عکس اور مظہراتم ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ شخص صفات کمال میں اس کا نمونہ ہے اور اخلاق واعمال میں اس کا شبیہ اور مثیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس کا عکس اور تصویر ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اگرچہ ذات مختلف ہے۔مگر آئینہ میں جو عکس اور نقش نظر آرہا ہے وہ اصل کے ہم رنگ ہے اور بظاہر ہو بہو وہی معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا جب مرزا قادیانی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ کا ظل اور بروز ہوں اور حضور پرنور ﷺ کا مظہراتم ہوں تو اس کا مطلب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ معاذ اللہ! مرزا قادیانی صفات کمال اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں آنحضرت ﷺ کے شبیہ اور مثیل اور آپ ﷺ کا نمونہ ہیں تو ہم مرزا قادیانی کے حالات کا آنحضرت ﷺ کے حالات اور صفات کے ساتھ موازنہ کر کے جائزہ لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس دعویٰ میں کس حد تک صداقت ہے۔موازنہ کے لئے صرف چند باتیں ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین پر مرزا قادیانی کے دعویٰ ظل اور بروز کی حقیقت واضح ہوجائے۔

سرور عالم ﷺ کے صفات وکمالات

۱...... آنحضرت ﷺ امی تھے۔ مگر تعلیم الٰہی سے آپ ﷺ نے دنیا کو علم وحکمت سے بھر دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم وحکمت میں رشک حکماء عالم بنادیا۔

درفشانی نے تیریٔ قطروں کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کا بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی ہوگئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یہ وہ کرشمہ ہے جس کا تمام مغربی اقوام کے فضلاء کو اقرار واعتراف ہے۔

۲...... آنحضرت ﷺ کی اور آپ کے ازواج مطہرات کی تمام زندگی فقیرانہ اور درویشانہ گزری۔ دو دو مہینے گھر میں چولہا نہیں سلگتا تھا۔ صرف کھجور اور پانی پر گزر تھا۔ خرقہ اور گدڑی آپ کا لباس تھا اور بوریا آپ کا فرش تھا۔ دن میں بکثرت روزے رکھتے اور رات کو تہجد میں کئی کئی پارے پڑھتے کہ پاؤں پر ورم آجاتا۔

۳...... مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد آنحضرت ﷺ پر جہاد فرض ہوا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو جہاد کا حکم سنادیا۔ اوّل مشرکین عرب سے جہاد کیا۔ غزوۂ بدر میں قریش مکہ کے سر پر ضرب کاری لگائی اور برابر سلسلہ جہاد کا جاری رہا۔ غزوۂ خندق ۵ ہجری میں ارشاد فرمایا کہ: ''الان نغزوهم ولا یغزوننا'' اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ لوگ ہم پر حملہ آور نہ ہوں گے۔ یعنی اب ان کی طاقت ختم ہوئی۔ چنانچہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ قریش نے آنحضرت ﷺ کی حکومت کو تسلیم کرلیا۔ بعدازاں ۷ ہجری میں خیبر فتح کیا جو یہودیوں کا گڑھ تھا اور وہاں ان کے قلعے تھے۔

اس طرح یہودیت کا خاتمہ فرمایا اور ۸ ہجری میں مکہ مکرمہ اور حنین اور طائف کو فتح فرمایا۔ اس کے بعد حجاز اور نجد اور یمن کا تمام طویل وعریض رقبہ اسلام کے زیرنگین آگیا۔

پھر اسی سال میں موتہ جو علاقہ شام کے قریب تھا وہاں آٹھ ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ جس نے قیصر روم کے ڈیڑھ لاکھ مسلح لشکر جرار کو شکست دی۔ اس کے بعد ۹ ہجری میں آپ ﷺ نے قیصر روم کے مقابلہ کے لئے تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں خروج فرمایا۔ قیصر روم مرعوب ہوکر واپس ہوگیا اور آپ ﷺ بلامقابلہ کے مظفر ومنصور مدینہ منورہ واپس آئے۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

۴...... پھر آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے حسب ارشاد آپ ﷺ کے خلفاء خاص کر ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے قیصر وکسریٰ کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں، جو آدھی آدھی دنیا کے فرمانروا تھے۔ ایک ہی ہلّہ میں دونوں کو پچھاڑا۔ جس کا تماشہ ساری دنیا نے دیکھا اور شام اور ایران اور عراق اور مصر وغیرہ وغیرہ فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کر دیئے اور آج یہ مستقل چار سلطنتیں ہیں جو اب تک مسلمانوں کے زیر اقتدار ہیں اور اگر ان چاروں سلطنتوں کا رقبہ حجاز اور نجد اور یمن کے رقبہ کے ساتھ ملا لیا جائے تو امریکہ کی سلطنت کے رقبہ سے کم نہ ہوگا۔ بلکہ زیادہ ہی ہوگا۔

۵...... حق جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو خلق عظیم سے سرفراز فرمایا۔ ''انک لعلٰی خلق عظیم'' آپ ﷺ کے بارہ میں نازل فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے دشمنان خدا سے جہاد فرمایا۔ مگر زبان مبارک سے کسی بڑے سے بڑے دشمن کے حق میں گالی نہیں نکالی۔ مکہ کی تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی سے نکل کر مدینہ منورہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کی تلقین فرمائی اور اپنی تیرہ سالہ ظالم دشمنوں کی شکوہ شکایت کا کوئی حرف زبان سے نہیں نکلا۔

مرزا آنجہانی کے حالات

۱...... جو شخص مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ ان کی ساری تصانیف میں سوائے اپنی تعلّیوں اور دعوؤں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتحقیر اور ان کے معجزات کے انکار کے اور کچھ بھی نہیں۔ خاص کر ان کی تصانیف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور ان کے سب وشتم سے بھری پڑی ہیں اور ان کے مرید طوطے کی طرح ان کو رٹے ہوئے ہیں۔

۲...... مرزا قادیانی کی زندگی امیرانہ تھی۔ مشک اور عنبر اور مرغ اور مزعفر اور مقویات اور مفرحات بکثرت استعمال کرتے اور تقویت اعصاب کے لئے انگریزی دوائیں استعمال کرتے اور بیویوں کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے اور قسم قسم کے زیورات تیار ہوتے تھے۔ مرزا قادیانی نے اپنے بیویوں کا نام امہات المومنین رکھا ہوا تھا جو دنیا کی عیش وعشرت میں نوابوں اور امیروں کی بیگمات سے کہیں آگے تھیں اور مرزا قادیانی بجائے عبادت کے عیش

وعشرت اور خواب استراحت میں وقت گزارتے۔ مرزا قادیانی تہجد اور تراویح میں کیا قرآن پڑھتے۔ مرزا قادیانی حافظ قرآن نہ تھے۔ حالانکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ میرا خروج آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔ جو پہلی بعثت سے اکمل ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ بعثت ثانیہ میں قرآن بھول گئے تھے؟

۳...... اور مرزا قادیانی نے نہ کوئی ہجرت کی اور نہ کبھی کافروں سے جہاد کیا۔ بلکہ اپنی امت کے لئے نصاریٰ سے جہاد وقتال کو صرف ممنوع ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی (ضرورۃ الامام ص۲۳، خزائن ج۱۳ ص۴۹۳) میں لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے:''**واطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم** اس کی رو سے انگریز ہمارے اولوالامر ہیں۔ اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو بھی ہے کہ دل کی سچائی سے ان کی مطیع رہیں۔'' غرض یہ کہ مرزا قادیانی نے مسئلہ جہاد کو منسوخ کر دیا اور عقیدۂ جہاد کو وحشیانہ عقیدہ قرار دیا۔

اس طرح سے مرزا قادیانی اور ان کی امت نے جہاد سے تائب ہوکر نصاریٰ کی اطاعت کو اپنا فریضہ اور مقصود بنالیا۔ اس طرح ساری زندگی انگریزوں کی اطاعت شعاری اور ان کی باج گزاری میں گزاری۔

اے مسلمانو! خدارا انصاف تو کرو کہ کیا ایسا شخص جو ساری عمر کافروں کا اطاعت شعار اور باج گزار رہا وہ اس رسول اعظم کا ظل اور مثیل کیسے بن سکتا ہے کہ جس نے دس سال کی مدت میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سے جہاد کیا اور ان کو شکست دی اور ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی کہ پاکستان جیسی سلطنت اس کے ایک گوشہ میں رکھی جاسکے۔

۴...... مرزا قادیانی بتلائیں کہ انہوں نے اور ان کے ابوبکر اور عمر یعنی خلیفہ نورالدین اور خلیفہ بشیرالدین نے بھی کوئی علاقہ کافروں کا فتح کیا؟ یہ مساکین کیا فتح کرتے، یہ تو قادیان جیسا گاؤں بھی انگریزوں سے نہ لے سکے۔ پھر دعویٰ یہ ہے کہ میں آدم خلیفۃ اللہ بھی ہوں اور داؤد بھی ہوں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے شان میں بڑھ کر ہوں۔ آپ انبیاء علیہم السلام سے تو کیا بڑھ کر ہوتے۔ آپ تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے غلاموں کے برابر نہیں ہوسکے۔ جن مسلمان بادشاہوں نے کافروں سے جہاد کیا اور ان کا علاقہ فتح کیا۔ مرزا قادیانی تو ان کے برابر بھی نہیں ہوسکتے۔ آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں قائداعظم کا ظل اور بروز ہوں یا محمود

غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فاتح ہند کا ظل اور بروز ہوں تو غالباً کوئی مجنوں ہی اس کی تصدیق کرے گا۔

۵...... مرزا قادیانی اپنے لئے مدعی تو خلق عظیم کے ہیں۔ مگر علماء ومشائخ کو گالیاں دینے میں مشاق ہیں۔ ہر وقت نئی گالی تراشتے ہیں۔ مثلاً اندھیرے کے کیڑو۔ جھوٹ کا گوہ کھایا۔ رئیس الدجالین اور ذریت شیطان عقت الکلب۔ فول الفول، کھوپڑی میں کیڑا۔ مرے ہوئے کیڑے علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ ہامان الہالکین اور خنزیر اور کتے۔ حرامزادہ، ولدالحرام، اوباش، چوہڑے، چمار، زندیق، ملعون وغیرہ۔ معمولی الفاظ تو بے تکلف اور بے اختیار نکل آتے ہیں۔ جیسا کہ عصائے موسیٰ اور المسیح الدجال میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ یہ بدزبانی اور دعویٰ یہ کہ میں سرور عالم ﷺ کا ظل اور مثیل اور مظہر اتم ہوں۔ (تفصیل اس کتاب میں شامل رسالہ شرائط نبوت کے آخری حصہ پر دیکھی جاسکتی ہے)

۱۳...... نبوت ورسالت کا دعویٰ

’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

’’حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶)

’’وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تاکہ تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘

(دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۶)

۱۴...... مستقل نبوت ورسالت وحی وشریعت کا دعویٰ

مرزا قادیانی اپنے لئے مستقل اور تشریعی نبوت کا مدعی ہے۔ جیسا کہ عبارات ذیل سے واضح ہے۔

’’اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘

(اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

اس عبارت میں مرزائے قادیان نے ایک دعویٰ تو اپنی رسالت اور تشریعی نبوت کا کیا ہے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ اس آیت کا مصداق مرزائے قادیان ہے نہ کہ حضرت محمد ﷺ یعنی حضور پرنور ﷺ جن پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ اس کے مصداق نہیں۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیت محمد ﷺ کے بارہ میں اتاری کہ خداتعالیٰ آپ ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ قادیان کا دہقان یہ کہتا ہے کہ اس آیت کا مصداق میں ہوں۔

''خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔'' (اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶)

''اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی تھی۔ مثلاً یہ الہام ''قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم'' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم وموسیٰ'' یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ تھی۔ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵،۴۳۶)

''انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے۔ اسی رسول کے مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

''یٰسین. انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم ''اے سردار تو خدا کا مرسل ہے۔ راہ راست پر اس خدا کی طرف سے جو غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰)

''انا ارسلنا احمد الٰی قومه فاعرضوا وقالوا کذّاب اشر''

(اربعین نمبر۳ ص۳۳، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

''فکلمنی ونادانی وقال انی مرسلک الٰی قوم مفسدین وانی جاعلک للناس اماما وانی مستخلفک اکراما کما جرت سنتی فی الاوّلین''

(انجام آتھم ص۷۹، خزائن ج۱۱ ص۷۹)

''الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔''

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲)

ان تمام عبارات سے صاف عیاں ہے کہ مرزائے قادیان مستقل اور تشریعی نبوت کا مدعی تھا اور وہ اپنی نبوت ورسالت کو آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کے ہم پلّہ بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھتا تھا۔ جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور یہ عبارتیں اس قدر صریح اور واضح ہیں کہ ان میں ظلیت اور بروزیت کی تاویل نہیں چل سکتی۔

ان تصریحات کے باوجود مرزا قادیانی نے اپنی پردہ پوشی اور مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے ظل اور بروز کی اصطلاح نکالی۔ تاکہ ختم نبوت کی نصوص قطعیہ کی مخالفت سے بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکل آئے اور دفع الزام کے لئے یہ کہہ دیا جائے کہ میں مستقل نبی نہیں بلکہ بروزی اور ظلی نبی ہوں۔

اگر نبوت تشریعی یا غیرتشریعی کا دروازہ حسب ارشاد خداوندی خاتم النّبیین بند نہ ہوا ہوتا اور آنحضرت ﷺ کی متابعت اور مشابہت کی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ملتی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ'' اور حضرت علیؓ کے حق میں فرمایا: ''انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الّا انه لا نبی بعدی''

اور ایک حدیث میں ہے: آنحضرتﷺ نے صدیق اکبرؓ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ قرار دیا۔ مگر نبی نہیں بنائے گئے۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرتﷺ کے بعد کسی شخص کو کسی قسم کی نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔

۱۵...... ظلی طور پر محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۰۹)

۱۶...... آنحضرتﷺ کے مظہر اتم ہونے کا دعویٰ

(خطبہ الہامیہ ص۲۶۷، خزائن ج۱۶ ص۲۶۷)

۱۷...... رحمۃ للعالمین ہونے کا دعویٰ

(تذکرہ ص۸۱، طبع سوم)

۱۸...... ظلی طور پر خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ میں ظلی طور پر خاتم الانبیاء بھی ہوں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرتﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے۔ مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ”واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم“ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرتﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرتﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمدﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمدﷺ ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲، ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۵،۲۶۶)

امت مرزائیہ کے چند مدعیان نبوت کا ذکر

مرزا قادیانی کی امت نے جب یہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے ختم نبوت کا مسئلہ تو

ختم کر دیا اور قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ کھول دیا تو حوصلہ مند مرزائیوں کو طمع ہوئی کہ موقع ملنے پر ہم بھی مسیح موعود بن جائیں گے اور مرزا قادیانی کی طرح عیش وعشرت کی زندگی بسر کریں گے۔اب ہم امت مرزائیہ کے چند مدعیان کا ذکر کرتے ہیں۔

۱...... چراغ الدین متوطن جموں

چراغ الدین نامی، جموں کا رہنے والا تھا۔ وہ مرزا قادیانی کا مرید تھا اس نے مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی نبوت ورسالت کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا قادیانی نے اس کو باغی مرید کہہ کر اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔

۲...... منشی ظہیر الدین اروپی

یہ شخص موضع اروپ ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا۔ اس کے نزدیک مرزا قادیانی، صاحب شریعت نبی تھے۔ اس کا خیال تھا کہ قادیان کی مسجد ہی خانہ کعبہ ہے۔ نماز اسی کی طرح منہ کر کے پڑھنی چاہئے۔ لاہوری پارٹی کے جریدۂ پیغام صلح کا مدیر بھی رہا ہے۔ یہ شخص اپنے یوسف ہونے کا مدعی تھا۔ لیکن بعد میں اپنے دعویٰ پر ثابت نہ رہا اور مرزائے قادیان کی تحریروں میں تخالف اور تضاد پر مضمون بھی لکھا جو لاہوری مرزائیوں کے رسالہ المہدی میں شائع ہوا۔

۳...... محمد بخش قادیانی

یہ شخص قادیان کا رہنے والا ہے۔ اس کو الہام ہوا: ’’آئی ایم وٹ وٹ‘‘ یعنی میں ’’وٹ وٹ ہوں۔‘‘

۴...... مسٹر یار محمد پلیڈر

یہ شخص ہوشیار پور کا وکیل تھا۔ یہ شخص مرزا قادیانی کا حقیقی جانشین اور خلیفہ برحق ہونے کا مدعی تھا۔ مرزا محمود سے اس کا جھگڑا رہا کہ مسند خلافت میرے لئے خالی کر دے۔ مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوا۔

۵...... عبداللہ تیماپوری

یہ شخص تیماپور واقع علاقہ حیدرآباد دکن کا رہنے والا تھا۔ پہلے روح القدس کے

نزول کا مدعی بنا۔ پھر مظہر قدرت ثانیہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس شخص نے پیشین گوئی کی تھی کہ مرزا محمود احمد بہت جلد میری بیعت میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن پیشین گوئی پوری نہ ہوسکی۔ سب سے پہلے اس پر یہ وحی آئی: ''یا ایھا النبی تیمار پور میں رہیو۔'' یہ شخص یہ کہتا تھا کہ میں ظل محمد بھی ہوں اور ظل احمد بھی اور درجہ رسالت میں، میں اور مرزا قادیانی دونوں بھائی ہیں اور مساوی حیثیت رکھتے ہیں جو فرق کرے وہ کافر ہے۔

۶...... سید عابد علی

پرانا مرزائی، قصبہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ مدعی الہام کا ہوا۔

۷...... عبداللطیف گناچوری

یہ بھی ایک مشہور مرزائی ہے۔ مدعی نبوت اس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک ضخیم کتاب ''چشمہ نبوت'' شائع کی جس میں لکھتا ہے کہ مرزا قادیانی کا نام زمین پر غلام احمد اور آسمان پر مسیح بن مریم تھا۔ اسی طرح خدا نے زمین پر میرا نام عبداللطیف اور آسمانوں میں محمد بن عبداللہ موعود رکھا ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی روحانی اولاد بن کر سید ہاشمی بن گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی آل رسول میں داخل ہوں۔

۸...... ڈاکٹر محمد صدیق بہاری

یہ شخص صوبہ بہار کے علاقہ گدگ کا رہنے والا تھا۔ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی سے متعلق تھا۔ یہ کہتا تھا کہ مرزا قادیانی نے جس پسر موعود کی پیشین گوئی کی تھی وہ میں ہی یوسف موعود ہوں۔ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اہل قادیان کی اصلاح کروں۔ قادیان سے آواز اٹھ رہی ہے کہ حضرت خاتم النّبیین کے بعد بھی نبوت جاری ہے۔ اسلام میں سرور دو جہاں کی ذات گرامی پر اس سے بڑھ کر اور کوئی حملہ متصور نہیں ہوسکتا کہ حضور کے بعد کوئی اور نبی کھڑا کیا جائے اور بیس کروڑ مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام تصور کیا جائے۔ میں اسی توہین آمیز عقیدہ کے مٹانے کی غرض سے مبعوث ہوا ہوں۔ محمودیوں اور پیغامیوں (قادیانی مرزائیوں اور لاہوری مرزائیوں) میں جھگڑا تھا۔ اس لئے میں حکم بن کر آیا ہوں۔ میرے نشانات کئی ہزار ہیں۔ صرف اخلاقی نشان چون ہیں۔ یہ نعمت

سیدنا محمد ﷺ کی محبت میں فنا ہونے اور قادیان کے خلاف کرنے سے ملی۔ غیرت الٰہی نے میرے لئے مرزا قادیانی کے نشانات سے بڑھ کر نشانات ظاہر کئے۔ میری بعثت کے بغیر قادیان کی اصلاح ناممکن تھی۔ میں نے تلاش حق میں مرزا محمود کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ لیکن عقائد پسند نہ آنے کی وجہ سے بیعت فسخ کر دی اور قادیان سے نکالا گیا۔ اب میں مسلسل بارہ سال سے محمودی عقائد کی تردید کر رہا ہوں۔

۹...... احمد سعید سنبھڑیالی

یہ شخص سنمبڑیال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا اسسٹنٹ انسپکٹر مدراس جو پہلے مرزائی تھا بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

۱۰...... احمد نور کابلی

یہ شخص قادیان کا سرمہ فروش، مرزا غلام احمد قادیانی کے حاشیہ نشینوں میں سے تھا۔ اس کی ناک پر پھوڑا ہو گیا۔ جب کسی طرح اچھا نہ ہوا تو عمل جراحی کرایا۔ جب ناک کٹ گئی تو دعویٰ نبوت کا کر دیا اور کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے: ’’**عسٰی ان یبعثک ربک مقام محمودا** ‘‘ اور آیت: ’’**ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم** ‘‘ میرے ہی بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ **فتلک عشرة کاملة!**

نمونہ کے طور پر ہم نے مرزائی امت کے دس مدعیان نبوت کا ذکر کر دیا۔ ان دس کے علاوہ اور بھی مرزائی امت میں مدعیان نبوت گزرے ہیں۔ جن میں سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ میں ہی حقیقی مرزا قادیانی ہوں۔ اس شخص کا نام فضل احمد تھا جو موضع چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی کا تھا۔

یہ سب مدعیان نبوت مرزائی تھے۔ بعد میں نبوت کے مدعی بن گئے۔ ان میں سے کوئی وکیل تھا اور کوئی پٹواری تھا اور کوئی انسپکٹر تھا۔ ان مرزائی مدعیان نبوت کے مفصل حالات کتاب آئمہ تلبیس مصنفہ مولانا ابوالقاسم دلاوری مرحوم میں مذکور ہیں۔ وہاں دیکھ لئے جائیں۔ (یا قادیانی مذہب مصنفہ پروفیسر الیاس برنی، مطبوعہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ص۱۰۱۰ تا ۱۰۲۴ مطالعہ کیا جائے)

استفتاء از فضلاء امت مرزائیہ

کیا فرماتے ہیں فضلاء امت مرزائیہ اور فقہاء ملت قادیانیہ ان مرزائی مدعیان نبوت کے بارہ میں جو پہلے مرزاغلام احمد قادیانی کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ ہم مستقل نبی نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے ظل اور بروز ہیں اور ہماری نبوت مرزا قادیانی کی نبوت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور ہماری نبوت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس طرح موسیٰ عمران کی امت میں بنی اسرائیل میں بہت سے نبی ہوئے۔ اسی طرح ہم موسیٰ قادیان کی امت کے نبی ہیں۔

پس ان لوگوں کے بارہ میں ملت مرزائیہ کا کیا حکم ہے۔ آیا یہ مرزائی مدعیان نبوت مسلمان ہیں یا کافر ومرتد ہیں اور آیا صادق ہیں یا کاذب۔ اگر یہ لوگ اپنے دعوائے نبوت میں صادق ہیں تو تمام مرزائیوں کو ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ کیونکہ انبیاء ورسل میں تفریق کفر ہے اور جو لوگ مثلاً مرزابشیرالدین وغیرہ جو ان مرزائی پیغمبروں پر ایمان نہیں لاتے مرزائی جماعت کی طرف سے ان پر کافر اور مرتد ہونے کا فتویٰ شائع ہونا چاہئے اور اگر یہ لوگ کاذب اور کافر ہیں تو ان کے کفر کی وجہ بتلائی جائے۔ کیونکہ جب مرزا قادیانی کے نزدیک نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہوا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے تو محض دعوائے نبوت تو وجہ کفر کی نہیں ہوسکتی تو پھر آخر کس وجہ سے ان مدعیان نبوت کو جو پہلے مرزا قادیانی کے صحابہ وتابعین میں سے تھے۔ کس بناء پر ان کو ملت مرزائیہ کا کافر اور مرتد قرار دیا گیا۔ جب کہ مرزائی امت کے نزدیک تمام انبیاء سابقین کے اسماء وصفات کا مرزا قادیانی کو عطاء کیا جانا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرزا قادیانی کا نام زمین میں تو غلام احمد اور آسمان میں محمد اور احمد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرزا قادیانی خاتم الانبیاء ﷺ کے ظل اور بروز بن سکیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی کے کسی صحابی یا تابعی کو مرزا قادیانی کے تمام اسماء وصفات مل سکیں اور وہ مرزا قادیانی کا ظل اور بروز اور عین بن سکے۔ دونوں میں کیا فرق ہے۔ اے ملت مرزائیہ کے فضلاء اس مسئلہ کو واضح فرمائیے۔ بینوا وتوجروا!

۱۹...... سارے عالم کے لئے مدارنجات ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ عالم کی نجات اخروی کا دارومدار ان کی نبوت

ورسالت پر ایمان لانا ہے اور جو شخص مرزا قادیانی کی مخالفت کرے۔ وہ گویا ابلیس اور دوزخی ہے اور کہتے ہیں کہ میرا منکر کافر اور مردود ہے۔

اور عقائد مرزا میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کے فعل پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں: ''کفر دو قسم پر ہے (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہی کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

اور یہی مضمون (حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵) میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا ہے اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مدار نجات مرزا قادیانی پر ایمان لانا ہے جو مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔

حالانکہ تریاق القلوب میں مرزا قادیانی یہ تصریح کرتے ہیں کہ کافر وہ ہے کہ صاحب شریعت نبی کی نبوت کا انکار کرے اور اس کے سوا ملہم من اللہ اور محدث من اللہ وغیرہ وغیرہ کے انکار سے کافر نہیں ہو جاتا۔ چنانچہ تریاق القلوب میں ہے: ''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہیں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''

(حاشیہ تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

پس تریاق القلوب کی اس عبارت کو پہلی عبارتوں کے ساتھ ملانے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی مستقل نبوت اور شریعت جدیدہ کے مدعی ہیں اور شریعت ان کے نزدیک امرونہی کا نام ہے جو ان کی وحی میں موجود ہے پس جب کہ مرزا قادیانی نے یہ اصول مقرر کر دیا کہ جو صاحب شریعت ہو اس کا انکار کفر ہے اور با آواز بلند کہہ دیا کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا ان ہی نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لے کر آئے ہوں اور پھر اپنے منکرین اور معترضین کو کافر کہا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے نکاح کو ناجائز قرار دیا اور اپنے منکرین کی نماز جنازہ کو حرام اور ممنوع قرار دیا تو صاف ظاہر ہو گیا کہ مرزا قادیانی نبوت مستقلہ اور شریعت جدیدہ کے مدعی ہیں۔ لیکن محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے ظلی اور بروزی کے الفاظ گھڑے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے اس قول کے مطابق تمام لاہوری جماعت کافر اور جہنمی ہوگی۔ کیونکہ لاہوری جماعت مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ بلکہ محض مجدد مانتی ہے۔

مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ صریح آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ حق جل شانہ فرماتے ہیں: ’’اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلٰی علیهم ان فی ذلک رحمة وذکر لقوم یؤمنون ‘‘یعنی یہ قرآن جو آنحضرت ﷺ پر نازل کیا گیا۔ قیامت کے لئے کافی ہے اور بس کسی اور کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قرآن کافی نہیں جب تک وحی اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔

حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں: ’’یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوه الٰی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیرا واحسن تاویلا (نساء)‘‘

مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم پر تین چیزوں کی اطاعت واجب ہے۔ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور اولوالامر کی اور اولوالامر کے ساتھ ارشاد ہے کہ اگر کسی وقت تمہارا اولیالامر سے نزاع اور اختلاف ہو جائے تو اس وقت اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ وہی قابل اطاعت ہیں۔ معلوم ہوا کہ اولی الامر! یعنی غیر نبی سے اختلاف ہوتا ہے۔ خواہ وہ علماء ہوں یا اولیاء یا امراء ہوں۔ مگر قیامت تک نبی اکرم ﷺ سے اختلاف نہیں ہوسکتا۔ قیامت تک آپ ﷺ ہی مطاع مطلق ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری اپنی تفسیر (ج۱ ص۳۷۶ طبع چہارم) پر لکھتے ہیں کہ: ’’چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس امت کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک محمد رسول ﷺ ہی ہوں گے...... اس لئے آپ ﷺ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ خود مطاع ہوگا اور اس لئے محمد ﷺ مطاع نہ رہیں گے اور یہ خلاف قرآن کے ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے جب اس کو ’’فان تنازعتم‘‘ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں آسکتا۔‘‘

۲۰...... عموم بعثت کا دعویٰ

’’میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں۔‘‘ (حاشیہ حقیقت الوحی ص۱۹۲، خزائن ج۲۲ ص۲۰۰)

۲۱...... آدم خلیفۃ اللہ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اس کلام میں آدم علیہ السلام قرار دیا ہے۔ ’’یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنة‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۲۳، خزائن ج۱۷ ص۴۱۰)

(ازالہ اوہام ص۶۹۵، خزائن ج۳ ص۴۷۵) میں لکھتے ہیں کہ: ’’اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور ’’انی جاعل فی الارض خلیفه‘‘ کی کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور ’’من شذ شذ فی النار‘‘ کی تہدید سے بچیں۔‘‘

۲۲...... ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

آیت: ’’واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی‘‘ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔

(اربعین نمبر۳ ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱)

۲۳......نوح علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۴......یعقوب علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۵......موسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۶......داؤد علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۷......شیث علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۸...... یوسف علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۲۹......اسحاق علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۳۰......یحییٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

۳۱......اسماعیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں اسماعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں۔یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حقیقت الوحی ص۷۲ حاشیہ،خزائن ج۲۲ ص۷۶)

۳۲......آنحضرت ﷺ کے ساتھ برابری کا دعویٰ

یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہوکر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہوکر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۷،خزائن ج۱۸ ص۲۱۰)

بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت:''واخرین منهم لما یلحقوا بهم بروزی''طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴،خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

اور ضمیمہ (حقیقت الوحی ص۸۵،۸۶،۷۹،۸۱) میں اکثر ان اوصاف کو اپنے لئے ثابت کیا ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص ہیں اور (ازالہ اوہام) میں ایسا ہی کیا۔

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں جو آیتیں سید المرسلین ﷺ کے فضائل خاصہ میں نازل فرمائیں۔ یہ قادیان کا دہقان الہام کے ذریعہ اپنے اوپر چسپاں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان آیتوں کا مصداق میں ہوں۔ جیسے:

۱...... ''قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا''

(تذکرہ ص۴۴،۲۳۸،۳۹۴،۴۲۷، طبع سوم)

۲...... ''هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین كله'' (تذکرہ ص۴۵،۷۵،۲۳۸،۲۷۳،۳۵۴،۳۶۷،۳۸۷،۴۸۹،۶۰۷،۶۰۹،۶۲۸، طبع سوم)

۳...... ''انا اعطیناک الکوثر'' (تذکرہ ص۲۷۸، طبع سوم)

۴...... ''انا فتحنا لک فتحا مبینا. لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وما تاخر'' (تذکرہ ص۹۲،۲۴۶،۲۷۸،۶۴۸،۶۴۹، طبع سوم)

۵...... ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین'' (تذکرہ ص۸۱،۳۸۵، طبع سوم)

۶...... ''سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ'' مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص۲۱، خزائن ج۱۶ ص۲۱)

۷...... ''دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی''

(تذکرہ ص۶۸،۳۶۰،۳۹۴،۳۹۵،۶۳۳، طبع سوم)

۸...... ''یریدون ان یطفؤا نور الله'' (تذکرہ ص۱۰۷،۳۷۶،۶۴۳، طبع سوم)

۹...... ''الم نشرح لک صدرک'' (تذکرہ ص۱۰۵، طبع سوم)

۱۰...... ''لا تخف انک انت الاعلی''

(تذکرہ ص۱۳ص۱۰۷،۲۷۹،۳۶۳،۶۴۳، طبع سوم)

۱۱...... ''کنتم خیر امة اخرجت للناس'' (تذکرہ ص۲۰۸،۲۷۴، طبع سوم)

۱۲...... ''انی فضلتک علی العالمین'' (تذکرہ ص۹۶ص۱۲۵،۳۵۹، طبع سوم)

۱۳...... ''اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا'' (تذکرہ ص۵۰۵، طبع سوم)

۱۴...... ''ورفعنا لک ذکرک'' (تذکرہ ص۹۴،۲۸۹،۷۳۴، طبع سوم)

۱۵...... ''انک علی صراط مستقیم'' (تذکرہ ص۷۸،۹۴،۲۷۵،۳۶۸،۳۹۵، طبع سوم)

۱۶...... ’’وجیها فی الدنیا والآخرة ومن المقربین‘‘
(تذکرہ ص۹۴،۲۴۷،۳۶۱،۳۶۸، طبع سوم)

۱۷...... ’’الیس اللہ بکاف عبدہ‘‘
(تذکرہ ص۲۵،۸۸،۹۳،۲۴۶،۲۷۸،۴۵۴،۲۸۰،۵۲۵،۵۸۷،۶۳۹،۶۴۰،۶۴۵،۶۸۹،۸۱۴، طبع سوم)

۱۸...... ’’محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم‘‘ (تذکرہ ص۹۳، طبع سوم)

۱۹...... ’’ماکان اللہ لیعذبهم وانت فیهم‘‘
(تذکرہ ص۴۹،۹۲،۲۵۳،۴۲۱،۶۴۹، طبع سوم)

۲۰...... ’’ولقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون‘‘
(تذکرہ ص۸۹،۲۷۸،۲۸۷،۳۶۷،۶۲۸،۶۴۰، طبع سوم)

۲۱...... ’’فاتخذوا من مقام ابراهیم مصلی‘‘ (تذکرہ ص۱۰۹،۳۶۴،۶۴۳، طبع سوم)

۲۲...... ’’قل یا ایها الکافرون لا اعبد ما تعبدون‘‘ (تذکرہ ص۸۴، طبع سوم)

۲۳...... ’’قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب‘‘
(تذکرہ ص۸۲، طبع سوم)

۲۴...... ’’قل هو اللہ احد. اللہ الصمد. لم یلد ولم یولد. ولم یکن له کفوا احد‘‘ (تذکرہ ص۴۹، طبع سوم)

۲۵...... ’’قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم‘‘ (تذکرہ ص۲۲۰،۲۲۱، طبع سوم)

۲۶...... ’’یٰسن والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین‘‘
(تذکرہ ص۴۷۹، طبع سوم)

۲۷...... ’’واللہ یتم نورہ‘‘ (تذکرہ ص۲۴۰، طبع سوم)

۲۸...... ’’تمت کلمة ربک‘‘
(تذکرہ ص۶۷،۲۷۵،۳۶۶،۴۸۷،۶۳۱،۶۳۳، طبع سوم)

۲۹...... ’’قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیٰ انما الهکم اله واحد‘‘
(تذکرہ ص۸۹،۲۴۵،۲۷۸،۳۶۲،۴۳۶،۶۳۹، طبع سوم)

۳۰...... ’’یاایها المدثر قم فانذر وربک فکبر‘‘ (تذکرہ ص۵۱، طبع سوم)

باتفاق مفسرین ومحدثین قرآن کریم کے آیات مذکورہ بالا سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ مگر مرزائے قادیان کہتا ہے کہ ان آیات میں جن فضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا مصداق میں ہوں۔

اے مسلمانو! کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تمسخر نہیں کیا اور (ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) پر لکھتا ہے کہ آیت شریفہ: ''ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد'' سے میں خود مراد ہوں۔ ''کبرت کلمة تخرج من افواهم ان یقولون الا کذبا''

اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ ہے کہ میں رحمة للعالمین ہوں۔ ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین قل اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون'' میرے متعلق مجھ پر نازل ہوئیں۔ (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵)

۳۳...... آنحضرت ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان أتنکر

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

اس کے لئے (یعنی نبی کریم) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا؟

اس شعر میں مرزا قادیانی نے ایک تو اپنی افضلیت کا دعویٰ کیا اور دوسرے آپ ﷺ کے معجزۂ شق القمر کا انکار کیا۔ جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ''اقتربت الساعة وانشق القمر'' اس لئے کہ اس شعر میں شق قمر کو چاند گرہن ہونے سے تعبیر کیا۔ یعنی آپ ﷺ کے لئے فقط چاند گرہن ہوا تھا۔ چاند کے دو ٹکڑے نہیں ہوئے۔ اس لئے مرزا قادیانی دو وجہ سے کافر ہوئے۔ نیز مرزا قادیانی نے (تحفہ گولڑویہ ص۶۳، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) میں آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) میں اپنے نشانات کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ بتائی۔

کاش کوئی مرزائی ان دس لاکھ میں سے دس ہزار ہی معجزات لکھ کر شائع کر دیتا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہوتا کہ مرزا قادیانی کے معجزات کیسے ہیں۔ بندۂ ناچیز کئی مرتبہ بہ سلسلہ تبلیغ ودعوت قادیان گیا۔ وہاں ان دس لاکھ نشانات کا ذکر کیا کہ آخر دس لاکھ معجزات کہاں گئے تو

قادیان کے ایک شخص نے بتلایا کہ مرزا قادیانی کا کوئی مرید اگر ایک روپیہ کا بھی منی آرڈر مرزا قادیانی کے نام بھیجتا تھا۔ مرزا قادیانی اس کو اپنا معجزہ شمار کرتے تھے تو اس حساب سے اگر مریدوں سے دس لاکھ روپیہ ملا ہو تو ان کو دس لاکھ معجزات کہا جا سکتا ہے۔

۳۴...... حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ

''ان اللہ خلق آدم وجلعه سید اوحاکما وامیر اعلیٰ کل ذی روح من الانس والجان کما یفهم من اٰیة اسجدوا لادم ثم ازله الشیطان واخرجه من الجنان وردالحکومة الیٰ هذا الثعبان ومس آدم ذلة وخزی فی هذه الحرب والهوان وان الحرب سجال وللاتقیاء مال عند الرحمٰن فخلق اللہ المسیح الموعود لیجعل الهزیمة علی الشیطان فی آخر الزمان وکان وعدا مکتوبا فی القرآن'' (حاشیہ در حاشیہ خطبہ الہامیہ ص۳۱۲، خزائن ج۱۶ ص۳۱۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور سردار اور حاکم اور امیر ہر ذی روح جن وانس پر بنایا۔ جیسا کہ آیت: ''اسجدوا لآدم'' سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے پھسلایا اور جنت سے نکلوا دیا اور حکومت اس اژدھا یعنی شیطان کی طرف لوٹائی گئی اور سخت لڑائی میں حضرت آدم کو ذلت اور رسوائی نے چھوا اور لڑائی ڈول کھینچنا ہے اور بزرگوں کے لئے مال ہے۔ رحمٰن کے نزدیک، پس اللہ نے پیدا کیا مسیح موعود کو تاکہ شکست دے شیطان کو آخر زمانہ میں اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔ (معاذ اللہ)

''اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۷، خزائن ج۲۲ ص۵۷۵)

۳۵...... اپنی وحی اور الہام کے قرآن کے برابر ہونے کا دعویٰ

مرزائے قادیان کی جسارت اور دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی وحی کو قرآن کریم اور توریت اور انجیل کے برابر سمجھتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''میں خدا تعالیٰ کی تیئس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

''مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

پس جب مرزا قادیانی نے اپنی وحی کو قرآن اور توراۃ اور انجیل کے برابر قرار دیا تو پھر قرآن آخری کتاب الٰہی نہ رہا۔

۳۶...... قرآن کی طرح اپنی وحی کے اعجاز کا دعویٰ

مرزا قادیانی کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کی طرح میری وحی بھی حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کے مقابلہ اور تحدی کے لئے ایک قصیدہ شائع کیا۔ جسکا نام قصیدۂ اعجازیہ رکھا۔ علماء نے اس قیدہ کے اشعار میں مرزا قادیانی کی صرفی اور نحوی اور عروضی غلطیاں شائع کردیں اور مرزا قادیانی اور ان کی امت اس کے جواب سے عاجز رہی اور ہے۔

۳۷...... مرزائے قادیان کا اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ

مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے معجزات تین ہزار قرار دیئے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص۶۷، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) اور اپنے معجزات دس لاکھ بتلاتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) گویا کہ مرزا قادیانی اپنے گمان میں آنحضرت ﷺ سے افضل اور برتر ہیں اور گویا کہ سیدالانبیاء ﷺ اپنی عظمت وشان میں قادیان کے اس دہقان سے تین سوتینتیس درجہ کم ہیں۔ العیاذ باللہ!

۳۸...... تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ

''بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اور اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۷۴)

مرزا قادیانی کا اس عبارت میں آنحضرت ﷺ کا استثناء محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے ہے۔ ورنہ پہلے گزر چکا ہے کہ (تحفہ گولڑویہ ص۶۷) پر مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتلائی ہے اوراپنے معجزات کی تعداد تتمہ (حقیقت الوحی ص۶۸) میں تین لاکھ بتلائی ہے اور (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶) میں دس لاکھ بتلائی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عبارت مذکورہ بالا میں آنحضرت ﷺ کا استثناء محض لوگوں کے دکھلانے کے لئے تھا۔ ورنہ حقیقتاً دل میں یہ تھا کہ میرے معجزات تو دس لاکھ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے معجزات دس ہزار ہیں۔ دروغ گوراحافظہ نباشد!

۳۹......میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

’’اوردانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرانام میکائیل رکھا ہے۔‘‘

(حاشیہ اربعین نمبر۳ ص۲۳، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳)

۴۰......خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ

’’انت منی بمنزلة اولادی، انت منی بمنزلة ولدی اسمع یا ولدی‘‘ (حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۲، حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

اے میرے بیٹے سن۔ (البشریٰ ج۱ ص۴۹)

۴۱......اپنے اندر خدا کے حلول یعنی اتر آنے کا دعویٰ

مرزا قادیانی کو الہام ہوا۔ آواہن کہ خدا تیرے اندر اتر آیا۔ (تذکرہ ص۳۱۱)

۴۲......خودخدا ہوجانے کا دعویٰ

’’اور میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور پھر فرماتے ہیں اوراس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ پھر فرماتے ہیں اوراس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: ’’انا زینا السماء الدنیا بمصابیح‘‘ پھر

میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ ’’اردت ان استخلف آدم فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم‘‘ یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر ظاہر ہوئے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۷۸،۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۴،۱۰۵، آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً، اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۵ء)

یہ واقعہ اگرچہ حالت کشف اور الہام کا ہے۔ مگر کتاب وسنت اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب اور الہام سب قطعی ہوتا ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام کا خواب قطعی نہ ہوتا تو محض خواب کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا جائز نہ ہوتا۔

خود مرزا قادیانی بھی لکھا: ’’ان ارؤیا الانبیاء وحی‘‘ انبیاء کا خواب وحی ہوتی ہے۔ (حمامتہ البشریٰ ص۱۳ حاشیہ، خزائن ج۷ ص۱۹۰)

یوسف علیہ السلام جب جیل خانہ میں تھے تو اس وقت دو قیدیوں نے دو خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ یوسف علیہ السلام نے تعبیر دینے کے بعد فرمایا: ’’قضی الامر الذی فیہ تستفتیان‘‘ اس کام کا فیصلہ ہوگیا۔ جس کی بابت تم دریافت کرتے تھے۔ یعنی جو تعبیر دے دی گئی وہ اٹل فیصلہ ہے۔ اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ پس جب کہ نبی کی طرف سے کافر کے جواب کی تعبیر اٹل فیصلہ ہے تو خود نبی کا خواب اور اس کا الہام کیسے اٹل نہ ہوگا۔

۴۳…… صاحب ’’کن فیکون‘‘ ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ’’انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون‘‘ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

۴۴…… حجر اسود ہونے کا دعویٰ

الہام ہوا کہ یکے پائے من می بوسد ومن میگفتم کہ حجر اسود منم۔

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

۴۵...... بیت اللہ ہونے کا دعویٰ

''خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔''

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

۴۶......حیض اور حمل اور ولادت کا دعویٰ

مرزا قادیانی کو الہام ہوا۔ ''یریدون ان یروا طمثک'' (یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) اس الہام کی تشریح خود مرزا قادیانی کی زبانی اس طرح ہے۔ ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

اس الہام میں مرزا قادیانی عورت بنے۔ اب نعوذ باللہ! خدا تعالیٰ مرزا سے ہم بستری کرتے ہیں اور رجولیت کی طاقت ظاہر کی جاتی ہے۔ جس کو مرزا قادیانی کے ایک مرید قاضی یار محمد بی.او.ایل پلیڈر اپنے (ٹریکٹ نمبر۳۴ موسوم بہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر) میں لکھتے ہیں کہ: ''جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔'' (اس قسم کی وساوس یقیناً شیطانی ہیں۔ کوئی عاقل کبھی خدا کی طرف نعوذ باللہ! اس قسم کے افعال کو تجویز نہیں کر سکتا)

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۶) میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا......یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔

(کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰،۵۱)

۴۹......کرشن مہاراج ہونے کا دعویٰ

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) پر لکھتے ہیں کہ: ''آریہ قوم کے لوگ

کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔''

۵۰......آریوں کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ

''اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ص۵۲۲)

اور بادشاہت سے مرزا قادیانی کے نزدیک روحانی بادشاہت مراد ہے۔ اس لئے ظاہری بادشاہت کا تو نام ونشان نہ تھا۔

مرزا قادیانی نے جو کرشن مہاراج ہونے کا یا آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمیں اس دعوے سے کوئی بحث نہیں۔ وہ جانیں اور ہندو جانیں۔ چاہے وہ اس دعویٰ کو تسلیم کریں یا اس کی تردید کریں۔ ہم تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ کیا مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ اور کرشن مہاراج یک جان اور دو قالب تھے۔ نیز مرزا قادیانی کو چاہئے تھا کہ کرشن مہاراج ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے مسلمانوں کو ان کتابوں کا مطالعہ کرتے جو ہندوؤں کے اوتار کرشن کے حالات اور صفات اور عادات کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ پھر اگر وہ اپنی ذات میں مشرکین کے اوتاروں کے اوصاف اور اخلاق پاتے تو ان کو یہ حق تھا کہ وہ کرشن مہاراج ہونے کا دعویٰ کریں۔

حق تو یہ ہے کہ اس قسم کے دعاوی سے مرزا قادیانی کی اندرونی حقیقت خوب واضح ہوجاتی ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

خیالات نادان خلوت نشیں بہم بر کند عاقبت کفر و دیں

ناظرین کرام نے مرزائے قادیان کے دعاوی پڑھ لئے ہیں جن سے صاف واضح ہے کہ مرزا قادیانی کا مقصود سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمام دنیا کے پیشواؤں کے فضائل اور کمالات اپنے لئے ثابت کرے اور تمام انبیاء سابقین علیہم السلام اور تمام اوّلین وآخرین پر اپنی برتری ثابت کرے اور ہر فرقہ کا پیشوا اور گرو بن جائے۔ مسلمانوں کے لئے آنحضرت ﷺ کے ظل اور بروز اور مظہر اتم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہود کے لئے موسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور عیسائیوں کے لئے عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہونے کا دعویٰ

کیا تاکہ ہندو بھی میرے سے علیحدہ نہ ہوسکیں۔ جس شخص نے قادیانی کی کتابیں دیکھی ہیں۔ اس پر یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اس کی ساری تصنیفات اپنی تعلّی آمیز دعوؤں اورانبیاء کرام علیہم السلام کی تنقیص اورتوہین سے بھری پڑی ہیں۔ جن سے مرزاقادیانی کی اندرونی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

مرزاقادیانی کے یہ دعاوی مسروقہ ہیں

اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزاقادیانی کے یہ تمام دعاوی سابق مدعیان نبوت ومہدویت اورمسیحیت سے مسروق ہیں۔ مرزاقادیانی سے پہلے تیرہ صدی کے اندر بہت سے مدعیان نبوت اور مدعیان مسیحیت اور مدعیان مہدویت گزرے ہیں۔ جن کا مفصل ذکر کتاب آئمہ تلبیس مصنفہ مولانا ابوالقاسم دلاوری مرحوم میں موجود ہے۔ فاضل مرحوم نے پانچ سوصفحہ سے زائد کی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں تیرہ صدی کے مدعیان نبوت اورمدعیان مہدویت کا مفصل حال لکھا ہے جس میں فاضل مرحوم نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائے قادیانی نے جس قدر بھی دعویٰ کئے ہیں۔ وہ سب لفظ بلفظ گزشتہ مدعیان نبوت ومہدویت ومسیحیت سے مسروق ہیں۔ یعنی چرائے گئے ہیں اور مرزاقادیانی کے دعویٰ گزشتہ کذابین اور مفترین کے باطل دعوؤں کا نچوڑ ہیں۔ پس اگر مرزاقادیانی کے دعوؤں میں کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو گزشتہ مدعیان میں یہی ہوسکتی ہے۔ ’’تشابهت قلوبهم‘‘ سب اہل باطل کے دل ملتے جلتے ہیں۔

نصیحت

مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے چوروں اور ایمان کے رہزنوں سے اپنے ایمان کی دولت کو بچاکر رکھیں کہ مبادا کوئی رہزن اس لازوال دولت کو اچک کر نہ لے جائے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　　پس بہروستے نشاید داد دست

’’واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین‘‘

بندۂ ناچیز: محمد ادریس کان اللہ لہ

۲۰؍رمضان المبارک یوم دوشنبہ ۱۳۸۶ھ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

احسن البیان

فی

تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان

یعنی

مسلمان کون ہے اور کافر کون؟

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک بیان ہے اسلام کے بنیادی مسئلہ کفر و ایمان پر جسے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سلمہ اللہ و مدظلہ نے ماہ محرم ۱۳۷۳ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ اس بیان کا عربی نام ہے: ''احسن البیان فی تحقیق مسئلة الکفر والایمان'' آج کل کے عوام بلکہ خواص تعلیم یافتہ عربی نام سے غیر مانوس ہونے کی وجہ سے کتاب کے اندرونی مسائل کو اوّل نظر میں معلوم نہیں کر سکتے۔ اس بناء پر موجودہ ارباب تصنیف و تالیف اور مخالفین اسلام عموماً ناموں میں جدت اور اردو زبان استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً دو اسلام، دو قرآن، قرآنی فیصلے! ان ناموں کو دیکھ کر لوگ خواہ مخواہ پڑھنے اور مطالعہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ عاجز بھی عموماً عربی کے نام کے ساتھ ساتھ ایک اردو نام تجویز کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کا نام ہم نے وضع کیا ہے۔ ''مسلمان کون ہے اور کافر کون؟''

علاوہ ازیں چونکہ اس کتاب میں ایمان، کفر، الحاد، زندقہ، نفاق وغیرہ کی تعریفات اور احکام تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ اس لئے یہ کتاب اس نام کی وجہ سے اسم بامسمی ہوگئی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اس بیان میں ۵۷ کتابوں سے عبارتیں اور حوالے نقل فرمائے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو وہ معلومات حاصل ہوں گے جو تفاسیر واحادیث کی ضخیم کتابوں کے بعد علماء کو بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ پھر کتابوں کی ورق گردانی کے علاوہ حضرت مصنف مدظلہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علماء اہل سنت والجماعت کے علوم و معارف کو سہل اردو عبارت میں مرتب فرما کر ملت مسلمہ پاکستانیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ (حضرت مولانا مفتی) محمد عبداللہ غفرلہ (ملتانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان و کفر اور ایمان کے احکام و تعریفات

ایمان اور اسلام کی تعریف

(۱) لفظ ایمان امن اور امانت سے مشتق ہے۔ لغت میں ایمان ایسی خبر کی تصدیق

کو کہتے ہیں کہ جس خبر کو ہم نے مشاہدہ نہ کیا ہو اور محض مخبر کی امانت اور صداقت کے بھروسہ اور اعتماد پر اس کو تسلیم کر لیا ہو۔

مثلاً اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کی خبر دے تو اس کے جواب میں ''صدقنا'' اور ''سلمنا'' (یعنی ہم اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں) کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ''امنا'' نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ طلوع شمس محسوس اور مشاہد ہے ایمان کا اطلاق لغت میں غائب اور غیر محسوس چیزوں کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ محسوس اور مشاہد چیزوں کے ماننے کو مطلق تصدیق کہیں گے مگر ایمان نہ کہیں گے۔

اور اصطلاح شریعت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اعتماد اور بھروسہ پر احکام خداوندی اور غیب کی خبروں کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو بغیر دیکھے محض نبی اور رسول کے اعتماد پر ماننے کا نام ایمان ہے اور مرتے وقت فرشتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ماننا یہ ایمان نہیں۔ یہ ماننا اپنے مشاہدہ پر مبنی ہے نبی کریم کے اعتماد اور بھروسہ پر نہیں۔

اسلام

اسلام، لغت میں اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے یا بالفاظ دیگر اپنے کو کسی کے حوالہ اور سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے اور اصطلاح شریعت میں نبی برحق کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ اپنی رائے اور خیال کے مطابق اللہ کی اطاعت کرنا شریعت کے نزدیک یہ اسلام نہیں بلکہ کفر ہے۔

کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

بادشاہ اور حکومت کی اطاعت اور وفاداری وہی معتبر ہے کہ جو احکام وزارت کے ماتحت ہو۔ احکام وزارت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ حکومت سے بغاوت ہے اور اگر باایں ہمہ حکومت کی وفاداری کا دعویٰ کرے تو عقلاء کے نزدیک وہ دعویٰ جہالت اور حماقت ہے۔

''قال تعالیٰ: فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما'' ﴿قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ لوگ...... نہیں مومن ہو سکتے جب تک آپ ﷺ کو اپنے اختلاف میں حاکم اور منصف نہ بنائیں اور پھر آپ ﷺ کے فیصلہ کے بعد دل میں کسی قسم کی تنگی اور انقباض نہ پائیں اور دل وجان سے آپ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں۔﴾

ورنہ اگر زبان سے تو آپ ﷺ کو حاکم اور منصف مانا مگر دل میں آپ ﷺ کے فیصلہ سے تنگی انقباض پایا تو یہ لوگ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور قابل گردن زدنی ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق سے منقول ہے: ''قال لو ان قوما عبد واللہ تعالیٰ واقاموا الصلاۃ واتوا الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشی صنعہ رسول اللہ ﷺ الاصنع خلاف ما صنع اووجدوا فی انفسھم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلاھذہ '' امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر کوئی قوم اللہ کی عبادت کرے اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ سب ادا کرے۔ مگر کسی فعل کے متعلق جو حضور ﷺ نے کیا ہو، یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ کام کیوں کیا یا اس کے خلاف کیوں نہ کیا یا آپ ﷺ کے کسی حکم سے قلب میں تنگی اور انقباض کو محسوس کیا تو یہ لوگ باوجود نماز اور روزہ کے، کافر اور مشرک کے حکم میں ہیں اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(روح المعانی ج۵ص۶۵)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ایمان درلغت بمعنی گردیدن ودر شرع مخصوص است بگردیدن آنچہ پیغمبر خدا ﷺ از نزد خدا آوردہ وبہ بندگان رسانیدہ از امرونہی وجز متشابہ وجز آن۔ الیٰ ان قال: وبالجملہ حقیقت ایمان ومدار امن از عذاب ابدی ونجات اخروی ہمیں تصدیق پیغمبر است یعنی تصدیق رسالت وے کہ صفت دل است بمعنی گرددین پذیرفتن بدل آنچہ از خدا آوردہ ورسانیدہ کہ لازم وے تسلیم است بمعنی گردن وارن وسپرون خودرا بحکم۔ نہ تصدیق بمعنی راست گودانستن پیغمبر یا راست دانستن رسالت دے چہ مجرد این معرفت ویقین بدل قبول وتسلیم فائدہ نہ کند بسے از اہل مکروعناد بودند کہ باوجود معرفت صدق پیغمبر بنظر معجزات ودریافت علامات کہ کتب سابقہ بدان مملو ومشحون بودہ براہ جحود وانکار می رفتند الذین اتناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون وحجدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا. الیٰ ان قال:

اسلام درلغت بمعنی انقیاد وفرمانبرداری وتسلیم شدن مرحکم سے راہے سرکشی

واعراض ورد شرع مخصوص است بانقیاد واطاعت احکام وبجا آوردن آنچہ پیغمبر بداں خبر دادہ ازفرائض وارکان۔ پس اسلام نام ظاہر اعمال است وایمان نام باطن اعتقاد۔
(شرح فارسی بخاری ج۱ص۵۱)

تنبیہ

اس عبارت سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ خدا اور رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ فقط خدا اور رسول کو موجود مان لیا جائے یا فقط زبان سے خدا کی الوہیت اور نبی کی نبوت کا اقرار کرلیا جائے۔ بلکہ ایمان کے معنی بے چون وچرا اور بے دغدغہ اور بے تردد دل وجان سے تمام احکام کے ماننے کے ہیں۔ رسول کی رسالت کا اقرار کرنا اور اس کی شریعت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ ایسا ہے کہ حکومت اور بادشاہت کو تو تسلیم کرے اور اس کے دستور وآئین کو واجب العمل نہ سمجھے۔ کیا عقلاء کے نزدیک یہ کھلا ہوا تمسخر نہیں؟

کفر کی تعریف

کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نبی کے بھروسہ اور اعتماد پر بے چون وچرا تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کو نہ ماننا کہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے پہنچی ہے۔ ایسی چیز کو نہ ماننے کا نام کفر ہے۔ قطعی اور یقینی کی قید اس لئے لگائی کہ دین کے احکام ہم تک دو طریق سے پہنچے ہیں۔ ایک بطریق تواتر اور ایک بطریق خبر واحد۔ تواتر اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز نبی اکرم ﷺ سے ہم تک علی الاتصال اور مسلسل ہم تک پہنچی ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک نسلاً بعد نسلٍ ہر زمانہ کے مسلمان اس کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایسی شئے قطعی اور یقینی ہے جس میں احتمال خطا اور نسیان کا نہیں۔ ایسے قطعی اور یقینی اور متواتر کا انکار کفر ہے اور جو امور خبر واحد سے ثابت ہوں ان کا انکار کفر نہیں۔

متواترات میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے۔ اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم

میں ہے۔ مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے۔ اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد اور زندقہ کہتے ہیں۔ (جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے)

تاویل وہاں مسموع ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور جو امور قطعی اور صاف اور روز روشن کی طرح واضح ہوں ان میں تاویل کرنا، انکار کے مترادف ہے۔

ضروریات دین کی تعریف

ضروریات دین اصطلاح شریعت میں انہیں امور کو کہا جاتا ہے کہ جو آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہوں اور عام طور پر مسلمان ان امور کو جانتے ہوں۔ ایمان اور اسلام کے لئے ان امور کا تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

تواتر مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک بھی حجت ہے

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۵۵۶، خزائن ج۳ ص۳۹۹) پر لکھتے ہیں کہ: تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی اور تواتر اگر غیر قوموں کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔

اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ متواتر ہے

ختم نبوت کا عقیدہ، ضروریات دین اور متواترات اسلام میں ہے جو قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے اور نسلاً بعد نسلٍ اور قرناً بعد قرنٍ اور عصراً بعد عصرٍ ہر زمانہ میں نقل ہوتا چلا آیا ہے۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع مدعی نبوت کے قتل پر ہوا

اسود عنسی نے حضور ﷺ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ مسیلمہ کذاب نے نبی کریم ﷺ ہی کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے مارا گیا اور اسی طرح دیگر مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا گیا۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں اسلامی حکومت نے ہر اس شخص کو سزائے موت دی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جس طرح تواتر کا ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح اجماع

کا ماننا بھی ضروری ہے۔ ورنہ اگر اجماع کا اعتبار نہ کیا جائے تو دین ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جائے۔ جس قانون کی بناء پر کسی اجماعی اور اتفاقی اصول پر نہ ہو اس قانون کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض لفظ ہی ہیں جس خودغرض کا جی چاہے گا وہ قانون کے الفاظ میں اپنے حسب منشا تاویل کرلے گا۔

اسی طرح دین بھی اگر اجماعی اصول پر مبنی نہ ہو تو وہ دین، دین کہلانے کا مستحق نہیں۔ محض ایک بازیچہ اطفال اور مضحکہ خیز چیز ہے جس شخص کا جی چاہتا ہے اس کو دین بنالیتا ہے۔ اسی طرح پوری امت کا دین یکساں نہ ہوگا بلکہ ہر ایک کا دین علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

اجماع مرزا قادیانی کے نزدیک بھی حجت ہے

مرزا قادیانی اپنی کتاب (ایام صلح ص۸۷، خزائن ج۱۴ ص۳۲۳) میں لکھتے ہیں کہ:
’’وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔‘‘
ایک دوسری کتاب (انجام آتھم ص۱۴۴، خزائن ج۱۱ ص۱۴۴) میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کے زیادتی کرے اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت یا اس میں کمی کرے یا کسی عقیدۂ اجماعیہ کا انکار کرے اس پر اللہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت یہ میرا اعتقاد ہے۔

ایمان اور کفر میں وجود اور عدم کے اعتبار سے فرق

ایمان اور کفر کی تعریف سے یہ امر واضح ہوگیا کہ ایمان کے وجود اور تحقق کے لئے ان تمام احکام کی تصدیق ضروری ہے جن کا حکم نبوی ہونا قطعاً و یقیناً ثابت ہوگیا۔ ان سب کو قبول اور تسلیم کرنے کا نام ایمان اور اسلام ہے اور کفر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام احکام شریعت کا انکار کرے ایک حکم قطعی کا انکار بھی کفر کے تحقق کے لئے کافی ہے۔ قال تعالیٰ:
’’یاایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین‘‘ اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یعنی اسلام کے تمام احکام کو مانو۔ بعض احکام اسلامیہ کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

’’افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الاخزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الیٰ اشد العذاب وما اﷲ بغافل عما تعملون (بقرہ)‘‘ ﴿تو کیا مانتے ہو بعض کتاب اور نہیں مانتے بعض کو۔ سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی۔ دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں گے سخت سے سخت عذاب میں اور اﷲ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے۔﴾

’’وقاتلوا الذین لا یومنون باﷲ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ماحرم اﷲ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطو الجزیۃ عن یدوھم صاغرون (سورہ توبہ)‘‘ ﴿لڑو اور ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اﷲ پر اور آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں ان کو جس کو حرام کیا اﷲ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا۔ ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہوکر۔﴾

’’افکلما جاء کم رسول بما لاتھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون وقالو قلوبنا غلف بل لعنھم اﷲ بکفرھم فقلیلا مایؤمنون (بقرہ)‘‘ ﴿پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اﷲ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔﴾

’’ان الذین یکفرون باﷲ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا والذین آمنوا باﷲ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اﷲ غفورا رحیما‘‘ ﴿جو لوگ منکر ہیں اﷲ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اﷲ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر، اور ہم نے تیار کر رکھا ہے

کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جولوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ان کو جلد دے گا ان کے ثواب، اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔﴾

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ فلاسفہ یونان جو کہ سموات اور کواکب کے فنا اور فساد کے قائل نہیں وہ قطعاً کافر ہیں۔ جیسا کہ امام غزالی نے اپنے رسائل میں اس کی تصریح کی ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ نصوص قطعیہ اور اجماع انبیاء کرام علیہم السلام کے منکر ہیں۔

۱...... ''کما قال تعالیٰ: اذا الشمس کورت واذ النجوم انکدرت''

﴿جب کہ سورج لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے بے نور ہو جائیں گے۔﴾

۲...... ''اذا السماء انشقت''﴿جب کہ آسمان پھٹ جائے گا۔﴾

۳...... ''وفتحت السماء فکانت ابوابا''﴿جب کہ آسمان کھل جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔﴾

نمیدانند کہ مجرد تفوہ بکلمہ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ماعلم مجیہ الدین بالضرورۃ باید (مکتوبات ج۱ ص۳۲۳)

(ترجمہ) ''نہیں جانتے کہ محض کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں۔ مسلمان ہونے کے لئے ان تمام امور کی تصدیق لازمی اور ضروری ہے کہ جن کا دین سے ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہو۔''

البتہ جن امور کا ظنی طور پر دین سے ہونا ثابت ہو ان کے انکار سے کفر کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطلب

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا فقط یہ مطلب نہیں کہ حق تعالیٰ کی الوہیت اور آنحضرتﷺ کی نبوت ورسالت کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو خدا اور آنحضرتﷺ کو نبی اور رسول مانے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام کو دل وجان سے مانے۔ ورنہ خدا اور رسول کو ماننا اور ان کے کسی حکم کو نہ ماننا یا اس پر نکتہ چینی کرنا۔ یہ ایمان نہیں۔ بلکہ استہزاء اور تمسخر ہے۔ حکومت کو ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے احکام اور

قوانین کو تسلیم کرے اور ان کو قابل اطاعت اور واجب العمل سمجھے۔ محض ذات کا ماننا کوئی ماننا نہیں۔ اصل ماننا حکم کا ماننا ہے۔

دنیا میں سب سے پہلا کفر

دنیا میں سب سے پہلا کفر ابلیس کا ہے جس نے حکم خداوندی کو خلاف حکمت اور خلاف مصلحت قرار دیا۔ حق تعالیٰ نے جب فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو سب سجدہ میں گر پڑے۔ مگر ابلیس نے خدا تعالیٰ کے اس حکم پر یہ اعتراض کیا۔

''انا خیر منه خلقتنی من نارو خلقته من طین'' ﴿میں آدم سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ مٹی سے بہتر ہے اس لئے بہتر کو کمتر کے لئے سجدہ کا حکم مناسب نہیں۔﴾

ابلیس حق تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت اور خالقیت کا منکر نہ تھا بلکہ حق تعالیٰ کے ایک حکم کو خلاف حکمت سمجھتا تھا اس لئے وہ کافر گردانا گیا۔ ''وابیٰ واستکبر وکان من الکافرین'' اور ہمیشہ کے لئے ملعون ومطرود اور مرجوم اور مردود بنا کر بارگاہ خداوندی سے نکال کر باہر کیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حکم خداوندی پر اعتراض کرنا اور اس کو خلاف حکمت اور غیر مناسب تصور کرنا یہ بھی کفر ہے۔ خدا وحدہ لاشریک لہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم ہے اور نہ اس کے حکم میں کوئی اس کا شریک اور سہیم ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا کافر اور مشرک اعظم شیطان ہے جس نے اپنے زعم فاسد اور خیال کاسد کو خداوند ذوالجلال کے حکم کے برابر نہیں بلکہ اس سے بہتر سمجھا۔

شیطان نے نہ خدا کی تکذیب کی اور نہ اس کی وحدانیت کا انکار کیا اور نہ حضرت آدم کی خلافت اور نبوت کا انکار کیا۔ صرف ایک حکم خداوندی پر اعتراض کرنے کی وجہ سے کافر اور ہمیشہ کے لئے ملعون اور مردود بنایا۔ ''فاخرج فانک من الصاغرین وان علیک لعنتی الیٰ یوم الدین''

فائدہ

شیطان نے فقط کفر ہی نہیں کیا بلکہ حماقت بھی کی کہ بے دلیل آگ کے مٹی سے بہتر

ہونے کا دعویٰ کیا۔ شیطان کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ جس سے وہ آگ کا مٹی سے بہتر ہونا ثابت کر سکے۔ بلکہ مٹی کے بہتر ہونے کے دلائل بہت ہیں۔

۱...... زمین تمام خیرات و برکات اور تمام ارزاق اور اقوات اور تمام فواکہ اور ثمرات کا منبع اور سرچشمہ ہے جس پر تمام عالم کی حیات موقوف ہے۔

۲...... زمین ہی تمام زندوں اور مردوں کا ماویٰ اور مسکن ہے۔ زندہ اس پر زندگی بسر کرتے ہیں اور مردے اس میں دفن ہوتے ہیں۔

۳...... عنصر ترابی کی ہر انسان اور حیوان کو ہر وقت ضرورت ہے۔ عنصر ناری کی کبھی ضرورت پیش آتی ہے۔

۴...... آگ بالطبع مفسد اور مہلک ہے اور زمین نہ مہلک ہے اور نہ محرق بلکہ محافظ ہے۔

۵...... آگ کی طبیعت میں خفت اور حدت ہے اور تپش ہے اور زمین کی طبیعت میں سکون اور وقار اور رزانت ہے۔

علاوہ ازیں حق جل شانہ مالک مطلق اور خالق مطلق ہیں۔ جس طرح کائنات کا وجود اس کا رہین منت ہے۔ اسی طرح کائنات کی فضیلت بھی اس کی مشیت کے تابع ہے۔ جس کو چاہیں افضل بنائیں اور جس کو چاہیں مفضول بنائیں۔ جس کو چاہیں ساجد بنائیں اور جس کو چاہیں مسجود بنائیں۔

کرا زہرۂ آنکہ از بیم تو کشاید زبان جز بہ تسلیم تو
زباں تازہ کردن باقرار تو لیکی ختن علت از کار تو

’’**لایسئل عما یفعل وھم یسئلون**‘‘ اور جس کا وجود بھی اپنا نہیں وہ سوال کیسے کر سکتا ہے۔ ملائکۃ اللہ (اللہ کے فرشتے) جانتے تھے کہ ہم نور سے پیدا کئے گئے اور ہر لمحہ اور ہر لحظہ سانس کی طرح اللہ کی تسبیح وتحمید اور تقدیس وتمجید ہم سے جاری ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور ان کی اولاد زمین میں فساد ہی پھیلائے گی۔ مگر بایں ہمہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے لئے سجدہ کا حکم کیا فوراً سجدہ میں گر گئے اور سمجھے کہ تمام عزتیں اور فضیلتیں ان کے حکم کے تابع ہیں اور حکم خداوندی سے سرتابی کے برابر کوئی ذلت نہیں اور اعتراض نہیں کیا کہ ہم نور سے پیدا کئے گئے اور آدم مٹی سے۔

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

ائمہ دین میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ سو جاننا چاہئے کہ اہل قبلہ کا لفظ اصطلاح میں اہل ایمان کے لئے بولا جاتا ہے اور اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ وہی لوگ کہلاتے ہیں کہ جو تمام قطعیات اسلام اور ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ کیونکہ جو لوگ ضروریات دین کے منکر ہوں۔ مثلاً شراب اور زنا کو حلال سمجھتے ہوں۔ وہ شریعت میں اہل قبلہ ہی نہیں اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو شخص فقط قبلہ رخ نماز پڑھتا ہو۔ اگرچہ وہ کسی حکم قطعی کا منکر ہو۔

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ کی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اہل قبلہ کی زنا کاری اور شراب خواری کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔ یا مثلاً کوئی شخص دیدہ ودانستہ نماز کو ترک کردے۔ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ فاسق وفاجر کہا جائے گا۔

ہاں! البتہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نماز پنج گانہ کو فرض نہیں سمجھتا یا چوری اور زنا کو حلال سمجھتا ہوں تو یہ شخص بالاجماع کافر ہوگا۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں: ''**معنی هذه القاعدة ان لا يكفر فی المسائل الاجتهادية اذا لا نزاع فی كفر من انكر ضروريات الدين** '' اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا جو قاعدہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے اس کے کفر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قاعدے کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کی طرح قبلہ رخ نماز پڑھتے ہیں اگر ان سے بے خبری میں کوئی کلمہ ایسا نکل جائے کہ جس سے کفر لازم آتا ہو تو ان کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ جب تک صاف طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اس کا التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ لزوم کفر، کفر نہیں۔ التزام کفر، کفر ہے۔ خوب سمجھ لو۔

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں

تاویل وہاں معتبر ہے کہ جہاں کوئی اشتباہ ہو اور قواعد عربیت اور قواعد شریعت میں اس کی گنجائش ہو یعنی وہ تاویل کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہو اس میں تاویل معتبر نہیں۔ بلکہ ایسے امور میں تاویل کرنا انکار کے ہم معنی ہے۔

مثلاً اگر کوئی عین نصف النہار کے وقت جس وقت کوئی ابر اور غبار بھی نہ ہو اور دھوپ نکل رہی ہو یہ کہے کہ اس وقت دن نہیں ہے، بلکہ رات ہے۔ ممکن ہے اس وقت آسمان پر کوئی بجلی کوندرہی ہو اور یہ روشنی اس کی ہو۔ جس کو لوگ دھوپ سمجھے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی عاقل اس تاویل کو تاویل کہے گا بلکہ یہ کہے گا کہ اس محسوس اور مشاہدہ چیز کا انکار کر رہا ہے۔ اس طرح کی تاویلیں اگر معتبر ہوں تو دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا اور دہریہ اور منکرین توحید اور منکرین رسالت بھی کافر نہ ہوں گے۔ آخر وہ بھی کسی دلیل اور تاویل ہی کی بناء پر توحید ورسالت کے منکر ہیں۔

علماء اسلام کی فتوائے تکفیر میں احتیاط

علماء ربانیین نے فتوائے تکفیر میں کبھی عجلت نہیں کی۔ فروعی مسائل میں کسی کو کافر نہیں بتایا۔ جب تک روز روشن کی طرح کسی کا کفر واضح نہیں ہوگیا۔ اس وقت تک کفر کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اگر مسلمان کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور ایک ادنیٰ سا احتمال صحیح معنی کا بھی ہو تو جب تک قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ متکلم نے معنی کفر ہی مراد لئے ہیں۔ اس وقت تک اس کے کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ہاں! اگر کسی جگہ قطعی اور یقینی طور پر کفر ثابت ہو جائے تو پھر کفر کا فتویٰ دینا فرض اور واجب ہوگا۔

مرزاقادیانی ہی کو لے لیجئے کہ ابتداء میں علماء نے مرزاقادیانی کے کلام کی تاویل کی مگر جب مرزاقادیانی کا کفر اس درجہ واضح ہوگیا کہ تاویل کی گنجائش نہ رہی تو چاروناچار تکفیر کرنی پڑی تاکہ مسلمان گمراہ نہ ہوں۔ ایمان اور کفر کا فرق واضح کرنا علماء کا فریضہ ہے۔ جو اللہ کی طرف سے ان پر عائد ہے۔ اگر علماء اس قدر احتیاط نہ کرتے تو آج کفر اور اسلام

میں امتیاز نہ رہتا۔ جس ملحد کا جی چاہتا وہ اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام بتاتا۔ اللہ تعالیٰ علماء دین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے کفر اور اسلام کے فرق کو واضح کیا۔

اور جب کبھی کسی عالم نے غلطی یا کسی خودغرضی کی وجہ سے کوئی غلط فتویٰ دیا۔ اسی وقت اس کی تردید کی لہٰذا چند غلط فتوؤں کی بناء پر تمام صحیح فتوؤں کا رد کرنا سراسر خلاف عقل ہے۔

بعض فتوؤں کے دانستہ یا نادانستہ غلط ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سب فتوے غلط ہیں اور تکفیر کا کوئی فتویٰ قابل اعتبار نہیں۔ لہٰذا مرزائیوں کے کفر کا فتویٰ بھی قابل اعتبار نہیں۔ یہ نتیجہ نکالنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ چونکہ بعض حکام عدالت نے دانستہ یا نادانستہ غلط فیصلے کئے ہیں اور کر رہے ہیں اور روزانہ ان کی اپیلیں ہورہی ہیں۔ ادھر فیصلہ اور ادھر اپیل۔ لہٰذا عدالت کا کوئی فیصلہ قابل اعتبار نہیں یا یہ کہے کہ پولیس کے چالان بہت سے غلط بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا عدالت یا پولیس کا کسی کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مجرم ہے یا یہ شخص چور یا بدمعاش ہے۔ صحیح نہیں۔

تو کیا دنیا کے مجرم یہ کہہ کر رہا اور بری ہوسکتے ہیں کہ بعض حکام فیصلہ میں غلطی کرتے ہیں یا بدنیت ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو کارخانہ عالم درہم وبرہم ہو جائے۔ مرزا قادیانی کی طرح دنیا میں بہت سے کذاب مدعی ہوئے ہیں تو کیا کوئی شخص سچے نبیوں کی اس بناء پر تکذیب کر سکتا ہے کہ سلسلہ مدعیان نبوت میں بہت سے کاذب بھی ہیں۔ لہٰذا ہم کسی نبی کو نہیں مانتے۔

پس جس طرح دنیا میں صدق اور کذب کی پڑتال کی جاتی ہے اسی طرح فتاوائے تکفیر کو بھی دیکھنا چاہئے جو کتاب وسنت کے معیار پر صحیح اترے اس کو قبول کیا جائے اور جو اس معیار پر نہ اترے اس کو قبول نہ کیا جائے۔

محض اتنا کہہ دینے سے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا میں کوئی کافر اور مرتد نہیں۔

کیا ڈاکٹروں اور بیرسٹروں کے اختلاف سے یہ فیصلہ کرنا جائز ہے کہ ڈاکٹروں اور بیرسٹروں کا کوئی قول اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ ان میں اختلاف ہے۔ لہٰذا دنیا میں اب کوئی مریض نہیں۔

اصل وجہ یہ ہے کہ بے دین اور بد دین لوگ ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ عوام کو علماء سے بدظن کیا جائے اور مسئلہ تکفیر کو آڑ بنا کر علماء کا تمسخر کیا جائے اور لوگوں کے جذبات کو ان کے خلاف ابھارا جائے تا کہ لوگ دین سے بیزار ہو جائیں اور علماء اتنے ذلیل ہو جائیں کہ ایمان اور کفر اور حلال اور حرام کی کوئی بات زبان ہی سے نہ نکال سکیں۔ ان بیچارے بے دینوں کو علماء سے کوئی ذاتی عداوت نہیں اور نہ ذاتی عداوت کی کوئی وجہ موجود ہے۔ بلکہ نفرت وحقارت کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ علماء حلال وحرام کا نام کیوں لیتے ہیں۔ ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ یہ گروہ ہماری رشوت ستانی اور شراب خوری اور بے پردگی وغیرہ وغیرہ کو کیوں حرام اور ناجائز کہتا ہے۔

مسئلہ تکفیر میں احتیاط کا دوسرا پہلو

مسئلہ تکفیر نہایت نازک ہے۔ جس میں غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے جس طرح کسی مسلمان کو بلا قطعی اور واضح دلیل کے کافر کہنا وبال عظیم ہے۔ اسی طرح جس شخص کا کفر دلیل قطعی سے واضح ہو جائے اس کو مسلمان کہنا بھی نہایت خطرناک ہے۔ اس زمانہ میں ایک جماعت تو وہ ہے کہ جس کا مسلک یہ ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں مسلمانوں کی تکفیر کی جائے اور اس کے بالمقابل ایک دوسری جماعت تعلیم یافتہ اور آزاد خیال لوگوں کی ہے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا مدعی ہو اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہو کسی طرح اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ اگرچہ وہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا منکر ہو اور اسلام پر نکتہ چینی کرتا ہو۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح مسلمان کو بے دلیل کافر کہنا کفر ہے۔ اسی طرح کافر کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ مسلمان ہونے کے لئے فقط مدعی اسلام ہونا کافی نہیں۔ جب تک کہ اسلام کے تمام احکام کو دل وجان سے نہ مانے۔

حکومت کا وفادار وہی ہے کہ جو حکومت کے تمام قوانین اور آئین کو واجب العمل تسلیم کرتا ہو۔ محض زبان سے وفاداری کا دعویٰ کافی نہیں۔ جو شخص حکومت کی وفاداری کا مدعی ہو اور قانون شکنی کو بھی جائز قرار دیتا ہو اور علی الاعلان لوگوں کو قانون شکنی پر آمادہ کرتا ہو یا قانون کے ایسے جدید اور نئے معنی بیان کرتا ہو کہ جواب تک وزراء حکومت اور حکام عدالت

کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرے ہوں تو ایسا شخص حکومت کے نزدیک وفادار نہیں بلکہ جھوٹا اور مکار ہے اور فریبی اور عیار ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص توحید ورسالت کا تو اقرار کرے مگر شراب اور زنا کی حرمت کا انکار کرے یا یہ کہے کہ میں ارکان اربعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض نہیں سمجھتا تو جو شخص شراب اور زناء کے حرمت کے منکر کو اور علی ہذا ارکان اربعہ کی فرضیت کے منکر کو کافر نہ سمجھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ شخص بھی شراب وزنا کی حرمت اور ارکان اربعہ کی فرضیت کا منکر ہے۔ اگر یہ خود منکر نہ ہوتا تو منکر کو ضرور کافر سمجھا جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کے گالیاں دینے والے کو کافر نہیں سمجھتا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ شخص بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور گستاخی کو جائز سمجھتا ہے۔ جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ سمجھے اس کا صاف مطلب ہے کہ دعوائے نبوت اس شخص کے نزدیک بھی جائز ہے۔

مسئلہ تکفیر کی غرض وغایت یہ ہے کہ اسلام اور کفر کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں اور خدا کے وفادار اور باغی دوست اور دشمن ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو جائیں۔ ''لیمیز اللہ الخبیث من الطیب'' لہٰذا جو شخص بے وجہ مسلمان کو کافر اور ضروریات دین کے منکر کو مسلمان بتاتا ہے۔ وہ اسلام کو کفر کی حدود میں اور کفر کو اسلام کی حدود میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کی تمام عدالتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ عدل اور ظلم کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ ایمان اور کفر کی حدود ملتبس نہ ہونے پائیں اور ایمان وتوحید کا آب طہور، کفر اور شرک کی نجاست کی آمیزش سے پاک اور صاف رہے۔ ''قال تعالیٰ: انما المشرکون نجس. فاجتنبوا الرجس من الاوثان''

ایمان، احکم الحاکمین کی بے چون وچرا اطاعت اور حلف برداری کا نام ہے اور کفر، اللہ رب العالمین سے بغاوت کا نام ہے۔ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ احکم الحاکمین نے جو قانون اور حکم اپنے خلفاء اور وزراء کے توسط سے بندوں پر اتارا ہے اس کو واجب العمل نہ سمجھے اور قانون حکومت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہی بغاوت ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ تکفیر کی حقیقت صرف یہ ہے کہ احکم الحاکمین کے وفادار اور باغی کے فرق کو واضح کر دیا جائے اور مفتی، مستفتی کو یہ بتلا دے کہ تو اس قول یا اس فعل سے خدا کے وفاداروں میں نہیں رہا یا خدا کے باغیوں میں جاملا۔

علماء کسی کو کافر بناتے نہیں البتہ بتاتے ہیں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کسی کو کافر نہیں بناتے اور نہ کوئی کسی کو کافر بنا سکتا ہے۔ کافر تو خود اپنے قول اور فعل سے بنتا ہے۔ البتہ علماء اس کو یہ بتادیتے ہیں کہ اس قول اور فعل سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کافر بنانا علماء کے اختیار میں نہیں اور بتادینا جرم نہیں۔

اگر کوئی وکیل یا بیرسٹر کسی تقریر یا تحریر کے متعلق یہ بتادے کہ یہ تقریر اور تحریر قانوناً بغاوت اور شدید ترین جرم ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وکیل نے اس کو باغی بنایا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس قابل اور نکتہ رس وکیل نے تیری بغاوت کو بتلادیا اور تیرے باغی ہونے کو جتلادیا تاکہ تو پکڑا نہ جائے۔ بالفرض اگر اس وکیل کی رائے صحیح بھی نہ ہو تب بھی یہ وکیل قابل تشکر ہے کہ اس نے متنبہ تو کردیا۔

ارتداد، الحاد، زندقہ کے احکام وتعریفات

ارتداد کی تعریف

ارتداد کے معنی لغت میں لوٹ جانے اور پھر جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایمان اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں: ''**هو الرجوع من الاسلام الى الكفر**'' ﴿اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔﴾

اور یہ امر وضاحت کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ کفر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مذہب بھی تبدیل کرے۔ بلکہ شریعت کے کسی ایک حکم قطعی کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ارتداد کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ علانیہ طور پر تبدیل مذہب کر دے۔ مثلاً ترک اسلام کر کے یہودی یا عیسائی ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نہ تو تبدیل مذہب کرے اور نہ توحید ورسالت کا انکار کرے۔ لیکن شریعت کے کسی حکم کا انکار کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نماز اور زکوٰۃ کو ضروری اور فرض نہیں سمجھتا اور حج کے لئے مکہ مکرمہ جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ مثلاً قادیان یا ربوہ (چناب نگر) کا جانا حج کے قائمقام ہوسکتا ہے تو ایسا شخص

بلاشبہ کافر اور مرتد ہے اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ اگرچہ یہ شخص خدا کی تمام صفات کاملہ پر ایمان رکھتا ہو اور صدق دل سے آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار کرتا ہو۔ اس لئے کہ جو حکم قرآن کریم اور حدیث متواتر سے ثابت ہو چکا ہے اس کا انکار، انکار رسالت کے مترادف اور ہم معنی ہے۔ جس طرح سرے ہی سے حکومت کو نہ تسلیم کرنا بغاوت ہے، اسی طرح ایک قانون شاہی کی قانون شکنی اور انکار بھی بغاوت ہے۔ اگرچہ وہ اس قانون کے سوا حکومت کے اور تمام احکام اور قوانین کو تسلیم کرے۔

شیطان کا کفر اور ارتداد بھی اسی قسم کا تھا کہ وہ خدا کی توحید اور ربوبیت کا مقر اور معترف تھا اور یارب! کہہ کہ حق تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا۔ ''قال رب فانظرنی الیٰ یوم یبعثون. قال رب بما اغویتنی'' مگر حکم سجود کو قابل عمل نہیں سمجھتا تھا۔

''ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین'' ﴿ابلیس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔﴾ یعنی پہلے مسلمان تھا اب کافر ہوگیا اور اسلام کے بعد کافر ہونے ہی کو ارتداد اور ہونے والے کو مرتد کہتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ص۳۶۷) میں لکھتے ہیں:

''کما ان الردة تتجرد عن السب فکذلک تتجرد عن قصد تبدیل الدین وارادة التکذیب بالرسالة تجرد کفر ابلیس عن قصد التکذیب بالربوبیة'' ﴿یعنی ارتداد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ نبی کی شان میں سب وشتم کرے یا تبدیل مذہب کرے یا نبوت ورسالت کی تکذیب کرے۔ بغیر اس کے بھی ارتداد متحقق ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ شیطان ملعون کا ارتداد حکم خداوندی کے نہ ماننے کی وجہ سے تھا۔ خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کے انکار کا ارادہ بھی نہ تھا۔﴾

مرزاقادیانی کے نزدیک ایمان اور کفر کی حقیقت

گزشتہ سطور میں یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ ایمان کے لئے تمام ضروریات دین کا ماننا لازم ہے۔ مگر کفر اور ارتداد کے لئے تمام ضروریات دین کا انکار ضروری نہیں بلکہ بعض ضروریات دین کا انکار بھی ویسا ہی کفر ہے جیسا کہ کل ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ کفر اور ارتداد کے لئے اسلام یا توحید ورسالت کا انکار ضروری نہیں۔ اب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کفر

وارتداد کے بارہ میں مرزا قادیانی کا یہی مسلک ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی تصانیف میں ڈاکٹر عبدالحکیم کو بار بار کافر اور مرتد بتایا ہے۔ (حقیقت الوحی ص۱۵۹، خزائن ج۲۲ ص۱۶۳) حالانکہ ڈاکٹر عبدالحکیم سوائے مرزا قادیانی کی نبوت کے اسلام کے کسی حکم کے منکر نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ ارتداد کفر کے لئے صرف ایک امر کا انکار بھی کافی ہے۔ اگرچہ وہ تاویل ہی سے کیوں نہ ہو اور علی ہذا! جو لوگ مرزا قادیانی کی نبوت کے منکر یا متردد ہیں وہ بھی مرزا قادیانی کے نزدیک کافر ہیں بلکہ مرزا قادیانی اپنے منکر اور رسول اللہ ﷺ کے منکر کا کفر ایک ہی قسم کا بتاتے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

معلوم ہوا کہ مرزائیوں کے نزدیک بالاتفاق ایک امر قطعی کا انکار بھی کافر ہونے کے لئے کافی ہے۔

حیرت اور صد حیرت ہے کہ پنجاب کے مسیلمہ کذاب کے متبعین اور اذناب ہم سے یہ کہتے ہیں کہ تم اہل قبلہ اور کلمہ پڑھنے والوں کی کیوں تکفیر کرتے ہو اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ تم تمام روئے زمین کے اہل قبلہ کو قادیان کے ایک دہقان کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر بتلاتے ہو۔

الحاد اور زندقہ کی تعریف

جو امور بدیہی اور قطعی طور پر دین سے ثابت ہوں ان میں تاویل کرنا اور ان کے ایسے معنی بیان کرنا جو اجماعی عقیدہ کے خلاف ہوں قرآن کریم میں اس کا نام الحاد اور حدیث میں اس کا نام زندیق ہے اور اصطلاح شریعت میں ملحد اور زندیق اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو الفاظ تو اسلام کے کہے مگر معنی ان کے ایسے بیان کرے جس سے اس کی حقیقت ہی بدل جائے جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں یہ تاویل کرے کہ قرآن میں صلوٰۃ سے فقط دعا اور ذکر کے معنی مراد ہیں اور اس خاص ہیئت سے نماز پڑھنا ضروری نہیں اور زکوٰۃ سے تزکیہ نفس مراد ہے ایک معین نصاب سے مال کی خاص مقدار کا دینا مراد نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قانون کی کسی دفعہ کی ایسی شرح کرے جو اس کے منشاء کے مطابق اور تمام عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ اب تک ججوں نے جو اس دفعہ کا مطلب سمجھ کر فیصلہ کیا وہ سب غلط تھا۔

اس شخص کے متعلق عدالت کا فیصلہ یہ ہوگا کہ یہ شخص تاویلات فاسدہ سے حکومت کے لٹریچر اور اس کے قانون کی حقیقت کو پلٹنا اور بدلنا چاہتا ہے اور صدہا سال کے عدالتوں کے فیصلوں کو غلط اور تمام گزشتہ فاضل اور مسلم عاقل دانا ججوں کو نادان اور ناسمجھ ثابت کرنا چاہتا ہے اور جو شخص مسلم عاقلوں اور داناؤں کو ناسمجھ اور نادان ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہی اس کے نادان ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

کافر اور منافر اور زندیق میں فرق

جو شخص ظاہر اور باطن میں دین اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جو ظاہر میں مقر اور باطن میں منکر ہو وہ منافق ہے اور جو شخص دین اسلام کا تو دل سے مقر ہو مگر ضروریات دین میں ایسی تاویلیں کرتا ہو جس سے شریعت کی حقیقت اور غرض وغایت ہی بدل جائے تو ایسا شخص اصطلاح شریعت میں ملحد اور زندیق کہلاتا ہے اور جس طرح منافق کا حکم کافر سے اشد ہے اسی طرح ملحد اور زندیق کا حکم منافق سے اشد ہے اور الحاد اور زندقہ درحقیقت نفاق کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جس طرح منافق ملمع کاری سے کام لیتا ہے اسی طرح ملحد اور زندیق اپنے عقائد کفریہ پر تاویل فاسد کے ذریعہ اسلامی صورت کا ملمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ لوگ اسلام کے دھوکہ میں اس کے باطنی کفر کو قبول کر لیں۔ جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المختار میں لکھتے ہیں: ’’**فان الزندیق یموہ کفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورت الصحیحۃ**‘‘ (شامی ج۳ص۳۳۴، باب الردۃ)

(ترجمہ) ’’تحقیق ملحد اور زندیق اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرتا ہے۔ تاکہ اپنے عقیدہ فاسدہ کو اس ملمع کاری کے ذریعہ لوگوں میں رائج کر سکے اور اپنے اس فاسد عقیدہ کو عمدہ صورت میں پیش کر سکے۔‘‘

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد

ایمان اور کفر کی تقسیم

خداوند ذوالجلال نے کائنات ارضی اور سماوی کے پیدا کرنے کے بعد سب سے اخیر میں ہمارے والد بزرگوار محترم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور مسجود ملائک بنایا

اور اپنی خلافت و نیابت کا تاج ان کے سر پر رکھا اور نبوت و رسالت کا خلعت ان کو پہنایا اور اپنا نائب خلیفہ بنا کر سرزمین ہند پر اتارا۔ (حضرت آدم علیہ السلام کے ہندوستان میں اترنے کی روایتیں تفسیر درمنثور ج ا قصہ حضرت آدم میں مذکور ہیں۔ اہل علم درمنثور کی طرف مراجعت فرمائیں) تاکہ اس شہنشاہ مطلق اور احکم الحاکمین کے احکام کے مطابق تمام عالم پر حکمرانی فرمائیں۔ بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کو وزارت عظمیٰ کا منصب جلیل عطاء فرماتے ہیں تو فوجوں کو سلام کا حکم دیتے ہیں۔ ملائکہ ارضی وسماوی، یہ خداوند احکم الحاکمین کے فوج اور لشکر ہیں۔ اس لئے ان کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ یہ ہمارے خلیفہ اور نائب ہیں۔ ان کا حکم ہمارا حکم ہوگا اور ان کی اطاعت ہماری اطاعت ہوگی۔

حضرت آدم علیہ السلام حق تعالیٰ شانہ کے پہلے نبی اور پہلے رسول اور خلیفہ ہیں اور سرور عالم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ حق تعالیٰ کے آخری نبی اور آخری رسول اور آخری خلیفہ ہیں۔ اوّل سے آخر تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام فقط رضا اور غیر رضا کا فرق بتلانے کے لئے دنیا میں آئے کہ کون سا کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے مطابق ہے اور کون سا کام اس کی مرضی کے خلاف ہے اور کون سی چیز اللہ کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہے اور کون سی چیز اللہ کے نزدیک قبیح اور ناپسند ہے جس نے حضرت انبیاء کے اعتماد اور بھروسہ پر اللہ کے احکام کو قبول کیا۔ وہ مومن بنا اور جس نے قبول نہ کیا وہ کافر بنا۔ اس طرح عالم دو قسموں پر منقسم ہوا۔ یعنی مومن اور کافر۔

’’ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن‘‘ ﴿اسی نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پس تم سے مومن ہیں اور تم میں سے کافر۔﴾

اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ایمان اور کفر کی جنگ شروع ہوگئی اور قوم دو قسموں پر منقسم ہوگئی۔ آخری فتح ایمان اور اہل ایمان کی ہوئی۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد۔ حق اور باطل ہدایت اور ضلالت، سعادت اور شقاوت کا فرق واضح کرنا اور پھر اہل ایمان اور اہل ہدایت کو ساتھ لے کر اہل باطل سے جہاد وقتال کرنا ہے تاکہ خدا کے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حزب اللہ اور حزب الرحمٰن کا لقب عطاء کیا اور کافروں کو حزب الشیطان کے نام سے موسوم کیا اور ہر فریق کے احکام جدا جدا بتلا دیئے تاکہ دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں معاملہ نہ ہو۔

کفر کے احکام

کفر کے متعلق دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک اخروی اور ایک دنیوی۔ اخروی حکم یہ ہے کہ کفر کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔ کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ کما قال تعالیٰ: ’’ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللّٰہ لھم. ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء. ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللّٰہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم طریقا ‘‘ ﴿جو لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر رہے تو ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس کے نیچے کے گناہ جس کے چاہے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ۔﴾

اور یہی مضمون احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جس طرح دنیا میں بغاوت کی سزا حبس دوام ہے۔ اسی طرح کفر کی سزا اللہ کے یہاں دائمی عذاب ہے۔ اس لئے کہ کفر اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہے۔

کفر کے دنیوی احکام

۱...... ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ کفر اور کافروں سے تبّریٰ اور بیزاری ہو۔ یعنی کافروں کو خدا کا دشمن سمجھے اور کوئی دوستانہ تعلق ان سے نہ رکھے۔ ’’قال تعالیٰ: قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برؤا منکم ومما تعبدون من دون اللّٰہ کفر نابکم وبدابیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا وحتی تؤمنوا باللّٰہ وحدہ ‘‘ ﴿تم کو چال چلنی چاہئے اچھی ابراہیم کی اور جو اس کے ساتھ تھے جب انہوں نے کہا اپنی قوم کو ہم الگ ہیں تم سے اور ان سے جن کو تم پوجتے ہو۔ اللہ کے سوا ہم منکر ہوئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو یہاں تک کہ تم یقین لاؤ اللہ اکیلے پر۔﴾

اس کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں۔ جس میں کافروں سے موالات یعنی دوستانہ تعلقات کی ممانعت اور حرمت صراحۃً مذکور ہے اور علماء نے کافروں سے

ترک موالات پر مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔

۲...... کافروں سے مناکحت حرام ہے۔

۳...... کافر، مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں۔

۴...... کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا یا اس کی قبر پر جانا بھی جائز نہیں۔

''لاتصلّ علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وما تواوهم فاسقون'' ﴿اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان۔﴾

۵...... مسلمان کے جنازہ میں کافر کو شرکت کی اجازت نہیں۔ وہ وقت رحمت کا ہے اور کافر سے لعنت آتی ہے۔

۶...... مردہ کافروں کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ اگرچہ قریبی رشتہ دار ہوں۔

''قال تعالیٰ: ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ'' ﴿لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے۔﴾

۷...... کافر کا ذبیحہ اور شکار مسلمان کے لئے حلال نہیں۔

۸...... کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

۹...... جو کافر دارالاسلام میں مسلمانوں کی رعایا ہوں، ان کو فوج میں بھرتی کر کے جہاد میں ساتھ لے جانا جائز نہیں۔ معلوم نہیں کہ سازش کر کے دارالحرب کے کافروں سے جاملیں۔

''کما قال تعالیٰ: ولو خرجوا فیکم مازاد وکم االخبا لاولا وضعوا خلالکم یبغونکم الفتنة وفیکم سمّاعون لهم'' ﴿اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے۔﴾

حدیث میں ہے:''انا لانستعین بمشرک الا ان یکونوا تابعین لنا اذلاء'' ﴿ہم مشرک کی مدد نہیں لینا چاہتے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ ہمارے تابع اور مذلل ہو کر رہیں۔﴾

۱۰...... جو کافر اسلامی حکومت میں رہتے ہوں ان سے جزیہ لیا جائے گا۔

’’حتی یعطوا الجزیة عن یدوهم صاغرون‘‘ ﴿یہاں تک کہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور مسلمان سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔﴾

۱۱...... کسی کافر کو کوئی وزارتی یا فوجی یا افسری کی قسم کا کلیدی عہدہ دینا ہرگز جائز نہیں اور نہ کافروں سے سیاسی اور مملکتی امور میں مشورہ لینا جائز ہے۔ اس بارے میں فاروق اعظم ؓ اور ابوموسیٰ اشعری ؓ کا ایک مکالمہ نقل کرتے ہیں۔

ابوموسیٰ اشعری ؓ: ’’قلت لعمر ؓ ان لی کاتبا نصرانیا‘‘ ابوموسیٰ ؓ کہتے ہیں میں نے فاروق اعظم ؓ سے عرض کیا اے امیرالمومنین میرے پاس ایک نصرانی کاتب ملازم ہے۔

عمر فاروق ؓ: ’’مالک قاتلک اللّٰہ اما سمعت اللّٰہ یقول یاایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیهود والنصاریٰ اولیاء بعضهم اولیاء بعض لا اتخذت حنیفا‘‘ اے ابوموسیٰ! تجھے کیا ہوا خدا تعالیٰ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا کہ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست اور معین اور مددگار نہ بناؤ۔ (تمام کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تمہارا کوئی دوست نہیں۔ کسی مسلمان کو کیوں نہ ملازم رکھا)

ابوموسیٰ اشعری ؓ: ’’یاامیر المؤمنین ان لی کتابته وله دینه‘‘ ابوموسیٰ نے عرض کیا اے امیرالمومنین مجھ کو تو فقط اس کے حساب وکتاب سے مطلب ہے۔ اس کا دین اس کے لئے ہے۔

عمر فاروق ؓ: ’’لا اکرمهم اذا هانهم اللّٰہ ولا اعزهم اذا ذلهم اللّٰہ ولا ادینهم اذا قصاهم اللّٰہ تعالیٰ (اقتضاء الصراط المستقیم)‘‘ فاروق اعظم ؓ نے فرمایا: خدا کی قسم میں ان لوگوں کا ہرگز اعزاز اور اکرام نہ کروں گا جن کو خدا نے ذلیل اور حقیر قرار دیا اور ان لوگوں کو ہرگز اپنے قریب جگہ نہ دوں گا جن کو اللہ تعالیٰ نے دور رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاروق اعظم ؓ نے ابوموسیٰ ؓ کو اس پر زجر اور توبیخ کی اور یہ فرمایا: ’’لاتدنهم وقد اقصاهم اللّٰہ ولا تکرمهم وقداهانهم اللّٰہ ولا

تأمنهم وقد خزنهم الله وقال: لا تستعملوا اهل الکتاب فانهم یستحلون الرشاو استعینوا علی امورکم وعلی رعیتم بالذین یخشون الله تعالی (تفسیر قرطبی ج۴ ص ۱۷۹) ''کافروں کو اپنے قریب جگہ مت دو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو دور رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان کا اعزاز اور اکرام نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کا حکم دیا ہے۔ ان کو امین اور امانت دار نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خائن بتلایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کو کوئی عہدہ نہ دو۔ یہ لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں رشوت لینے کو حلال سمجھتے ہیں۔ امور سلطنت اور امور رعیت میں ایسے لوگوں سے امداد لو جو خدا ترس ہوں۔

امام ابوبکر رازی (احکام القرآن ج۲ ص۳۷) میں لکھتے ہیں: ''وقد روی عن عمر انه بلغه ان ابا موسیٰ استکتب رجلا من اهل الذمة فکتب الیه یعنفه وتلا. یاایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم'' ایک روایت میں ہے کہ فاروق اعظمؓ کو یہ خبر پہنچی کہ ابوموسیٰؓ نے ایک نصرانی کو اپنا کاتب مقرر کیا ہے۔ فاروق اعظمؓ نے اسی وقت ان کو ایک توبیخی اور تہدیدی خط لکھا اور اس میں یہ آیت لکھی۔

مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ہم پوری آیت مع ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں: ''یاایها الذین امنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواهم وما تخفی صدورهم اکبر قدبینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون هٰاانتم اولاء تحبونهم ولایحبونکم وتؤمنون بالکتاب کله واذا لقوکم قالوا اٰمنا واذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان الله علیم بذات الصدور ان تمسکم حسنة تسؤهم وان تصبکم سیئة یفرحوابها وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدهم شیا ان الله بما یعلمون محیط'' اے ایمان والو! نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا۔ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں۔ ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو۔ نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے ان کی جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتادیئے تم کو پتے۔ اگر تم کو عقل ہے۔ سن لو! تم لوگ ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ تم پر انگلیاں غصہ سے تو کہہ مروتم

اپنے غصہ میں۔ اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں۔ اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو۔ تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے۔ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ سب اللہ کے بس میں ہے۔ (ترجمہ: شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بمع فوائد مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ اثر جو ہم نے نقل کیا ہے ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''**ففی ھذا الاثر مع ھذہ الایۃ دلیل علی ان اھل الذمۃ لایجوز استعمالھم فی الکتابۃ التی فیھا استطالۃ علی المسلمین واطلاع علی دواخل امورھم التی یخشی ان یفشوھا الی الاعداء من اھل الحرب ولھذا قال تعالٰی لیالونکم خبالا ودوا ماعنتم** (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۷۴)'' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول میں بمع آیت کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ اہل الذمہ کو ایسے تحریری کاموں میں ملازم رکھنا جس کی وجہ اہل اسلام پر ان کی تعدی لازم آتی ہو اور مسلمانوں کے داخلی امور پر مطلع ہونے کے بعد کفار اور دشمنان اسلام کی طرف جاسوسی کا خطرہ ہو جائز اور حلال نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ''**لایالونکم خبالا**''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس بصیرت افروز اور سیاست آموز مکالمہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ غیر مسلموں پر اعتماد فقط شریعت ہی کے خلاف نہیں۔ بلکہ تدبیر اور سیاست کے بھی خلاف ہے اور یہ واضح فرمادیا کہ غیر مسلم کو ملازمت دینے کے لئے یہ عذر کہ ہم کو صرف ان کی خدمات درکار ہیں۔ ان کے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ عذر سراسر پوچ اور بیکار ہے۔ تم کو دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں تو اس کافر کو تو اپنے مذہب سے سروکار ہے اور تمہارے مذہب سے اس کو خصومت اور پیکار ہے۔ تم بے خبر اور غافل ہو اور وہ بڑا ہوشیار ہے۔ اس کافر کو ہر وقت یہ فکر ہے کہ اس کی قوم عزیز اور سربلند ہو اور اسلام اور مسلمان ذلیل اور خوار ہوں۔ ''**قال تعالٰی: ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا**''

مرتد کا شرعی حکم

اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے جو قرآن کریم اور حدیث نبوی اور اجماع سے ثابت ہے۔ مرتدین کا سزائے ارتداد پر شوروغوغا ایسا ہی ہے جیسا کہ چور اور ڈاکو کو قطع ید (ہاتھ اور

پیر کاٹنے) اور سولی پر لٹکانے کی سزا پر شور وغوغا برپا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چور اور ڈاکو کے ہاتھ اور پیر کاٹنا خلاف تہذیب ہے۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے چوروں اور ڈاکوؤں کی جو سزا تجویز فرمائی وہ تو ان حضرات کے نزدیک خلاف تہذیب ہے۔ مگر چوری ان حضرات کے نزدیک خلاف تہذیب نہیں اور علیٰ ہذا زنا کاری اور شراب خوری کی سزا جلد اور رجم بھی ان کے نزدیک خلاف تہذیب ہے۔ مگر زنا اور شراب خواری، بے حیائی اور بدمستی خلاف تہذیب نہیں اور قانون مارشل لاء، حکومت کے مرتد کی سزا ہے۔ ادنیٰ عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ تلوار سے فقط مرتد کی گردن اڑا دینا اتنا شدید نہیں جتنا کہ زندوں پر بے دریغ گولیاں چلانا اور ان پر آگ برسانا۔

اگر کوئی شخص سرے ہی سے اسلام میں داخل نہ ہو تو اسلام کی توہین نہیں۔ لیکن اسلام میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہونے میں اسلام کی زیادہ توہین ہے۔ جس طرح رعایا بن جانے کے بعد باغی ہو جانے میں حکومت کی زیادہ توہین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا بن جانے کے بعد باغی کی سزا سخت ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ جو اس سلطنت کی رعایا ہی نہیں بلکہ کسی دوسری سلطنت کی رعایا ہے۔ جو شخص ابتداء ہی سے مخالف ہو وہ اتنا مضر نہیں جتنا کہ محبت اور موافقت کے بعد۔ مخالفت کرے۔ لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی بات تو ہوگی کہ دوستی کے بعد دشمنی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ بعض یہودیوں نے اسلام کو اسی طرح بدنام کرنے کی کوشش کی۔

’’وقالت طائفة من اهل الكتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون‘‘ یہودیوں کی ایک جماعت نے بطور چالاکی یہ کہا کہ کچھ آدمی صبح کے وقت مسلمانوں کی کتاب پر ظاہراً ایمان لے آئیں اور شام کے وقت منکر ہو جائیں اور لوگوں سے یہ کہیں کہ ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں کہ جن کی توریت میں بشارت دی گئی۔

شاید اس طریق سے بہت سے ضعیف الایمان اسلام سے مرتد ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اسلام میں ضرور کوئی عیب دیکھا ہوگا کہ اسلام میں جو داخل ہونے کے بعد پھر اس سے نکلے۔ غرض یہ کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہونا اس میں اسلام کی سخت توہین اور تذلیل ہے۔ اس لئے شریعت میں مرتد کی سزا بھی سخت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس مقام پر بعض لوگ ان آیات قرآنیہ کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں مرتد کی سزا فقط لعنت اور حبط اعمال ذکر کی گئی ہے اور اس کے ساتھ قتل مذکور نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ قتل عمد کے متعلق فقط لعنت اور غضب کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر قصاص کا ذکر نہیں فرمایا تو یہ اس کی دلیل نہیں بن سکتا کہ قتل عمد پر قصاص نہیں۔ ''کما قال تعالیٰ: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذاباً عظیما ''پس جس طرح قتل عمد کی سزا یعنی قصاص دوسری جگہ ہے۔ اس غضب اور لعنت کے ساتھ شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح ان آیات مرتدین کے ساتھ جن میں فقط لعنت اور حبط اعمال کا ذکر ہے۔ ان آیات اور احادیث کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جن میں قتل مرتد کا ذکر ہے۔ اب ہم مسئلہ زیر بحث یعنی قتل مرتد کے دلائل بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔

مرتدین کے حق میں قرآن کریم کا فیصلہ

''یایھا الذین امنوا من یرتدمنکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون ''اے ایمان والو! جو تم سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو مرتد ہو کر اپنا ہی نقصان کرے گا۔ دین اسلام کو کوئی ضرر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلہ کے لئے ایسی قوم لائے گا کہ جن کو اللہ محبوب رکھتا ہو اور وہ اللہ کے عاشق ہوں گے۔ خدا کے محبین اور عاشقین یعنی مسلمانوں کے حق میں نرم اور متواضع اور کافروں کے حق میں جنہوں نے خدا اور رسول کے مقابلہ میں سر اٹھا رکھا ہے ان کے حق میں سخت اور زبردست ہوں گے۔ خدا کی راہ میں ان مرتدین سے جہاد وقتال کریں گے اور مرتدین کے مقابلہ میں مقاتلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہرگز نہ ڈریں گے۔ مثلاً اگر مرتدین کے جہاد وقتال پر کوئی یہ طعنہ دے کہ قتل مرتد خلاف انسانیت ہے تو ان کو اس ملامت اور طعن کی ذرہ برابر پرواہ

نہ ہوگی۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے محبین اور محبوبین کو مرتدین سے جہاد وقتال کی توفیق دی۔ جس کو چاہتا ہے اس کو اس قسم کی توفیق دیتا ہے اور اللہ بڑی بخشش والا اور خبردار ہے۔ خوب جانتا ہے کہ کون اس اعزاز اور اکرام کا مستحق ہے کہ اس کے ہاتھ سے مرتدین کی سرکوبی کرائی جائے اور اے مسلمانو! تم یہود اور نصاریٰ کی موالاۃ اور ان کے تعلقات پر ہرگز نظر نہ کرنا۔ جز ایں نیست کہ تمہارا ولی اور معین ومددگار اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے عاشق ہیں۔ یعنی وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں سے بے دغدغہ ملامت۔ عاشقانہ اور والہانہ جہاد وقتال کرے تو ایسا شخص بلاشبہ حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت سے ہے اور انجام کار اللہ ہی کی جماعت شیطان کی جماعت پر غالب رہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس آیت شریفہ کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں مفصل کلام فرمایا۔ اس وقت ہم اس کا خلاصہ اور اقتباس پیش کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ’’یایھا الذین اٰمنوا من یرتد ‘‘ اس آیت سے دو چیزوں کا بیان کرنا مقصود ہے۔ ایک اس حادثہ اور فتنہ کی خبر دینا ہے کہ جو حضورﷺ کے وفات سے پیشتر پیش آیا اور بعد میں ترقی کر گیا۔ یعنی فتنہ ارتداد اور دوسرے اس فتنہ کے انسداد کی تدبیر بتلانا کہ جو اللہ تعالیٰ نے غیب الغیب میں اس کے لئے مقرر فرمائی ہے تاکہ جس وقت وہ فتنہ نمودار ہو تو دل مضطرب اور پریشان نہ ہوں۔ پیش آنے سے پہلے ہی اس سے واقف اور باخبر ہوں اور تاکہ جس وقت وہ ظاہر ہو تو اس کو انسداد کے لئے اس تدبیر کو اختیار کریں جو حق تعالیٰ نے بتلائی ہے اور اپنی ہمت اور سعی اور جدوجہد سے دریغ نہ کریں اور اس تدبیر کو حد اتمام تک پہنچانے کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

اس حادثہ اور فتنہ کی شرح تو یہ ہے کہ حضورﷺ کے اخیر زمانہ میں عرب کے کچھ فرقے مرتد ہوگئے۔ بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی قوم نے اس کی تصدیق کی اور ایک فتنہ عظیم برپا کیا۔ جیسے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی اور پھر شاہ صاحب نے مختصراً ان مدعیان نبوت کے دعوائے نبوت اور ان کے قتل کا حال بیان فرمایا جس کو عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مدعیان نبوت کے باب میں مفصل ذکر کریں گے۔

اور عرب کے بعض فرقے اسلام سے مرتد ہوکر اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ گئے اور ایک فرقہ نے فقط زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ باقی اسلام کی کسی اور چیز کا انکار نہیں کیا نہ توحید کا نہ رسالت کا نہ نماز کا اور نہ روزہ کا اور نہ حج کا۔ اوّل الذکر دو فریق کے قتل وقتال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی تردد نہ ہوا۔ اس آخری فرقہ یعنی مانعین زکوٰۃ کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تردد ہوا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے والوں سے کیسے قتال کرتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (یعنی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے) میں ضرور اس سے جہاد وقتال کروں گا۔ یعنی اگرچہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتا ہو اور یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ یا رسی بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد وقتال کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں آ گیا کہ یہی حق ہے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

(راجع احکام القرآن للجصاص ج۳ص۸۲، عمدۃ القاری ج۲۴ص۸۱،۸۲، باب قتل من ابیٰ قبول الفرائض)

اور اس تدبیر کی شرح جو حق جل شانہ نے اس حادثہ میں مقرر فرمائی۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتدین سے جہاد وقتال کا داعیہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب معطر پر القاء فرمایا اور ان کے دل میں اس کا اہتمام اور فکر خاص طور سے ڈال دیا اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے بارہ میں فرمایا: ''**العصمة فیها السیف رواہ حذیفة**'' فتنہ ارتداد میں بچنے کی صورت صرف تلوار ہے۔

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اس تیسرے فرقہ یعنی مانعین زکوٰۃ کے جہاد وقتال کے بارہ میں ابتداً متردد تھے کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں اور کلمہ گو ہیں۔ ان سے کیسے جہاد وقتال کیا جائے۔ مگر جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور تنہا نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا کہ سوائے جہاد میں جانے کے کوئی مفر نہیں تو عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ بیٹھئے ہم جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں ہم مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب ہم پر حقیقت منکشف ہوئی تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شکرگزار ہوئے۔ (کذا فی ازالۃ الخفاء ص۷۳تا۷۵)

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ۱۲ص ۲۴۴) میں لکھتے ہیں کہ مرتد ہونے والے تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ تھے کہ جو شرک اور بت پرستی کی طرف لوٹ گئے تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو کسی مدعی نبوت کے پیرو ہوگئے تھے۔ تیسرے وہ لوگ تھے جو اسلام پر قائم تھے۔ لیکن صرف زکوٰۃ کے منکر تھے اور یہ تاویل کرتے تھے کہ زکوٰۃ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی اور ’’خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلاتک سکن لھم‘‘ کا خطاب (جس میں زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ہے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس تیسرے گروہ کے قتال کے بارہ میں کچھ تردد تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس گروہ کے قتال اور جہاد پر تلے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میری سمجھ میں آ گیا اور مجھ کو شرح صدر ہو گیا کہ یہی حق ہے۔

(فتح الباری ج ۱۲ص ۲۴۴،۲۴۵)

یعنی یہ سمجھ میں آ گیا کہ فرائض دین اور شعائر اسلام اور ضروریات دین میں ایسی مہمل تاویل کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسی تاویلوں کی وجہ سے آدمی کفر اور ارتداد سے نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک باب قائم فرمایا۔ وہ یہ ہے: ’’باب من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ‘‘ جو شخص فرائض دین میں سے کسی ایک فریضہ کو بھی قبول نہ کرے تو وہ کافر اور مرتد ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے محض کلمہ گو اور مدعی اسلام ہونا کافی نہیں جب تک کہ تمام احکام کو قبول نہ کرے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ ’’حتّٰی سبی وقتل وحرق بالنیران اناساً ارتدوا عن الاسلام ومنعوا الزکوٰۃ فقاتلھم حتّٰی اقروا ابا الماعون‘‘

(تفسیر ابن جریر ج ۱ص ۱۸۳)

یہاں تک ان لوگوں کو قید کیا اور قتل کیا اور ان کے گھروں میں آگ لگائی جو اسلام سے مرتد ہوئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تا آنکہ انہوں نے اسلام امر کا اقرار کیا کہ حقیر سے حقیر چیز بھی نہ روکیں گے۔

امام محمد بن حسن شیبانی سے منقول ہے کہ جو بستی ترک اذان یا ترک ختان پر متفق ہو جائے یعنی اس پر متفق ہو جائے کہ ہم بغیر اذان کے نماز پڑھیں گے اور ختنہ نہیں کرائیں گے تو بادشاہ اسلام کے ذمہ ان سے جہاد وقتال واجب ہے۔

امام ابوبکر رازی (احکام القرآن ج۳ ص۸۲) سورۂ توبہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''قد کانت الصحابة سبت ذراری مانعی الزکوٰة وقتلت مقاتلتهم وسموهم اهل الردة لانهم امتعنوا من التزام الزکوٰة وقبول وجوبها فکانوا مرتدین بذلک لان من کفر بآیة من قرآن فقد کفر به کله وعلی ذلک اجری حکمهم ابوبکر الصدیق مع سائر الصحابة حین قاتلواهم ویدل علی انهم مرتدون بامتنا عهم من قبول فرض الزکوٰة ماروی معمر عن الزهری. الخ! ثم ساق الروایات فی ذلک انی ان قال فاخبر جمیع هولاء الرواة ان الذین ارتدوا من العرب انما کان ردتهعم من جهة''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے مانعین زکوٰۃ کی اولادوں کو قید کرلیا تھا اور ان کے مردوں کو قتل کردیا تھا اور انہیں اہل ردۃ کا لقب دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کے التزام اور تسلیم وجوب سے انکار کردیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کے التزام اور تسلیم وجوب سے انکار کردیا تھا۔ اسی بناء پر انہیں مرتد قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ جو شخص ایک آیت قرآنی کے ساتھ انکار کرلے تو اس نے تمام قرآن کا انکار کردیا۔ (جیسا کہ سرکاری ایک قانون کا انکار بغاوت سمجھا جاتا ہے) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتفاق کے ساتھ اس وجہ سے ان پر حکم قتل جاری کردیا۔

ان کے زکوٰۃ کے فریضہ کو انکار وعدم قبول کی وجہ سے مرتد ہو جانے پر دلیل وہ روایات ہیں جو زہری سے معمر نے روایت کی ہیں۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر رازی نے وہ روایات نقل فرمائی ہیں۔ پھر یہ فرمایا کہ ان تمام روایان حدیث کے بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عرب کے مرتد ہوئے تھے۔ ان کا ارتداد بوجہ انکار زکوٰۃ کے تھا۔

لطائف ومعارف

۱...... ''فسوف یاتی الله بقوم'' یعنی اللہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک قوم

لائے گا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو قوم مرتدین سے جہاد وقتال کرے گی۔ وہ قوم خدا تعالیٰ کی آوردہ اور پسندیدہ ہوگی۔

۲...... پھر آئندہ آیت میں اس قوم میں اس قوم کی چھ صفتیں ذکر فرمائیں۔ اوّل ودوم یحبھم ویحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھے گا اور وہ اللہ کو محبوب رکھیں گے۔ یہ دو صفتیں وہ ہیں کہ جن کا تعلق خدا اور بندہ کے درمیان ہے۔ سوم وچہارم اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یعنی مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں گرم ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''اشداء علی الکفار رحماء بینھم'' جیسے جبریل امین اہل ایمان کے لئے باعث رحمت ہیں اور کافروں کے لئے موجب ہلاکت ہیں۔ بمنزلہ جارحہ الٰہیہ کے ہیں، کبھی رحمت وبرکت کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اہلاک واتلاف کا صدور ہوتا ہے۔ ان دو صفتوں کا تعلق بندوں کے باہمی روابط اور تعلقات سے ہے۔ صفت پنجم، جہاد فی سبیل اللہ یعنی خدا سے سرکشی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کشی میں اپنی پوری جدوجہد کو پانی کی طرح سے بے دریغ بہا دینا یہ حقیقت ہے جہاد کی۔ صفت ششم کسی ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کرنا بسا اوقات آدمی کسی چیز کو حق سمجھتا ہے۔ مگر بدنامی اور لوگوں کی ملامت اور طعن وتشنیع کی وجہ سے حق نصرت اور حمایت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس صفت میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مرتدین سے جہاد وقتال کرنے والی قوم خدا کی ایسی عاشق وجان نثار اور نشہ عشق ومحبت میں ایسی سرشار ہوگی کہ مرتدین سے جہاد وقتال کے بارہ میں ان کو ذرہ برابر کسی ملامت اور طعن کا خیال بھی نہ آئے گا۔

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں ۔۔۔ مانمی خواہیم ننگ و نام را

واذا الفتی عرف الرشاد لنفسہ ۔۔۔ ھانت علیہ ملامۃ العذال

بلکہ بعض مرتبہ غلبہ محبت میں ملامت لذیذ معلوم ہونے لگتی ہے۔

اجد الملامۃ فی ھواک لذیذۃ ۔۔۔ حبا لذکرک فلیلمنی اللوم

مرتدین کے اصل مارنے والے اور عذاب دینے والے حق جل شانہ ہیں اور مجاہدین کے ہاتھ بمنزلہ تیر اور تلوار کے ہیں۔

''قال تعالیٰ: قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم'' تم ان کافروں سے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ان کافروں کو تمہارے ہاتھ سے سزا دلائے۔

مگر چونکہ اصل مارنے والا یعنی حق تعالیٰ شانہ نظروں سے پوشیدہ ہے اس لئے قاصر الفہم ان مجاہدین پر طعن اور ملامت کے آوازے کستے ہیں کہ تم کس وحشت اور بربیت پر کمربستہ ہو۔ مجاہدین کہتے ہیں کہ اے نادانو! ہم تو خداوند کردگار کے تیر اور تلوار ہیں۔ ہمیں کیا طعن اور کیسی ملامت، کیا کسی عاقل نے تیر اور تلوار کو بھی ملامت کی ہے۔ کسی کا شعر ہے:

فانت حسام الملک واللہ ضارب وانت لواء الدین واللہ عاقد

(ترجمہ) تو تو بادشاہ کی تلوار ہے اور اللہ مارنے والے ہیں اور تو دین کا علم ہے اس کے نصب کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

اور ''انما ولیکم اللہ ورسلہ'' سے مسلمانوں کو تسلی دینا مقصود ہے کہ تم اپنی کمزوری کی وجہ سے پریشان اور مضطرب نہ ہونا۔ اللہ اور اس کا رسول اور اس کے مومن بندے تمہارے معین اور مددگار رہیں۔

قتل مرتد پر اعتراض کرنے والے بھی عجب نادان ہیں۔ ایک معمولی بادشاہ اور صدر جمہوریہ کی بغاوت پر ہر قسم کی بربادی اور بمباری کو فقط جائز ہی نہیں رکھتے۔ بلکہ اس کو عین سیاست اور عین حکمت اور فرائض سلطنت اور حقوق مملکت سے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ صدر جمہوریہ جاہلوں کی ایک جم غفیر اور احمقوں کی ایک بھیڑ کے ووٹوں سے صدر بنا ہے۔ ایسے صدر جمہوریہ کے باغیوں کے لئے سخت سے سخت سزا ان روشن خیالوں کے نزدیک روا ہے اور احکم الحاکمین سے بغاوت کرنے والوں اور اس کے خلفاء اور وزراء یعنی حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے والوں سے جہاد وقتال خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت ہے۔ نبوت اور بادشاہ میں بس یہی فرق ہے۔ بادشاہ ملک اور سلطنت اور دنیاوی مصالح کے لئے جنگ کرتا ہے اور نبی جو کچھ کرتا ہے وہ محض اللہ کے لئے کرتا ہے۔ سیدنا داؤد وسیدنا سلیمان کی بے مثال حکومت ان کی نبوت کا معجزہ تھا اور خداوند ذوالجلال کی بے چون وچگون حکومت کا ایک معمولی سا عکس اور پرتوہ تھا۔ نام داؤد اور سلیمان کا تھا اور اندرونی طور پر تمام احکام احکم الحاکمین کے تھے۔ خلفاء راشدین کا دور خلافت حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ایک نمونہ تھا۔ اب اس نمونہ کا اعادہ امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول پر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (تبرکا لا تعلیقا)

مرتد کا فیصلہ حدیث رسول ﷺ سے

۱...... صحیح بخاری شریف باب ’’حکم المرتد والمرتدة‘‘(فتح الباری ج۱۲ ص۲۲۷) میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے: ’’اتی علی بزنادقة فاحرقهم‘‘ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے چند زندیق اور ملحد لوگ حاضر کئے گئے۔ آپ نے سب کو آگ میں جلانے کا حکم دیا اور جلا دیئے گئے۔

اور (سنن ابی داؤد ج۲ ص۵۹۸، کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد) میں یہ لفظ ہیں: ’’عن عکرمة ان علیا احرق اناسا ارتدوا عن الاسلام‘‘ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چند آدمیوں کو آگ میں جلوایا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ زنادقہ مرتدین تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس عمل کی خبر ہوئی تو یہ فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو آگ میں نہ ڈالتا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’لاتعذبوا بعذاب اللہ‘‘ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو۔ یعنی آگ میں نہ ڈالو۔ کیونکہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔

بلکہ میں ان مرتدین کے قتل پر اکتفاء کرتا...... کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’من بدل دینه فاقتلوه‘‘ جو شخص دین اسلام کے بدلہ دوسرا دین اختیار کر لے، اس کو قتل کر ڈالو۔

(سنن ابی داؤد ج۲ ص۵۹۸) میں ہے: ’’فبلغ ذلک علیا فقال ویح ابن عباس‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو یہ فرمایا شاباش ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہ کو۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی اس زیادتی کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ویح ابن عباس تصویب اور استحسان کے لئے ہوا اور ویح کے معنی واہ واہ کے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ ویح اس مقام میں اظہار ناپسندیدگی کے لئے بمعنی افسوس ہو یعنی افسوس ابن عباس رضی اللہ عنہ پر کہ بغیر تامل اور تفکر کے مجھ پر اعتراض کر دیا۔

اور مقصود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ہوا کہ بے شک آگ میں جلانا پسندیدہ امر نہیں لیکن حرام بھی نہیں اور اگر زجر و توبیخ کے لئے اس قسم کے مجرمین کو آگ میں ڈلوایا جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں اور ممکن ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مذہب ہو کہ امام کو اختیار ہے کہ کسی مرتد کو تغلیظ اور تشدید کے لئے آگ میں جلا دے۔ جیسا کہ ہم عنقریب معاذ بن

جبل ؓ اور ابوموسیٰ اشعری ؓ سے نقل کریں گے کہ ان کے نزدیک بھی عبرت کے لئے مرتد کو آگ میں ڈالنا جائز تھا۔ (فتح الباری ج۱۲ ص۲۳۹، باب الحکم المرتد والمرتدۃ)

تنبیہ

قتل کر کے آگ میں ڈال دینا بالاتفاق جائز ہے۔ کلام احراق حیی میں ہے۔ بظاہر حضرت علی ؓ نے قتل کے بعد جلایا۔ مسئلہ تعذیب حیواں بالنار کے لئے (شرح سیر کبیر ج۲ ص۲۷۴) کی مراجعت کی جائے۔

۲...... یمن فتح ہونے کے بعد حضور پرنور ﷺ نے یمن کے ایک علاقہ پر ابوموسیٰ اشعری ؓ کو اور ایک علاقہ پر معاذ بن جبل ؓ کو مقرر فرمایا۔ دونوں اپنے اپنے علاقہ میں کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ معاذ بن جبل ؓ بغرض ملاقات ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص سامنے بندھا کھڑا ہوا ہے۔ دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ شخص مرتد ہے۔ پہلے یہودی تھا۔ مسلمان ہوگیا تھا پھر یہودی ہوگیا اور آپ تشریف رکھئے اور ایک تکیہ بھی معاذ بن جبل ؓ کے لئے رکھ دیا۔ معاذ بن جبل ؓ نے جواب دیا: ’’**لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل وفی روایۃ ایوب بعد قولہ قضاء اللہ ورسولہ ان مع رجع عن دینہ اوقال بدل دینہ فاقتلوہ وفی روایۃ عنہ**‘‘ کہ میں اس وقت تک ہرگز نہ بیٹھوں گا جب تک اس کو قتل نہ کر دیا جائے۔ مرتد کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے کہ جو دین اسلام سے مرتد ہو جائے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔ اس لفظ کو تین بار فرمایا۔ اسی وقت اس کے قتل کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ’’**واللہ لا اقعد حتی تضربوا عنقہ فضرب عنقہ وفی روایۃ الطبرانی التی اشرت الیھا فاتنی بحطب فالھب فیہ النار فکتفہ وطرحہ فیھا ویمکن الجمع بانہ ضرب عنقہ ثم القاہ فی النار ویوخذ منہ ان ابا موسیٰ ومعاذا کانا یریان جواز التعذیب بالنار واحراق المیت بالنار مبالغۃ فی اھانتہ وترھیبا عن الاقتداء بہ**‘‘

(فتح الباری ج۱۲ ص۲۴۳، باب حکم المرتد والمرتدۃ)

(ترجمہ) خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا۔ جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑادو۔ چنانچہ اسی وقت اس کی گردن اڑادی گئی اور معجم طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ ایندھن لایا گیا اور آگ سلگائی گئی اور اس شخص کے ہاتھ پیر باندھ کر اس آگ میں ڈال دیا گیا۔ اس روایت اور گزشتہ روایت میں کوئی منافات نہیں ممکن ہے کہ پہلے گردن ماری گئی ہو اور بعد میں آگ میں ڈالا گیا ہو۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے کہ مرتد کو آگ میں جلانا جائز ہے تاکہ مرتد کی خوب اچھی طرح توہین اور تذلیل ہو جائے اور لوگ اس کی پیروی سے ڈر جائیں۔

مختلف روایات سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے تھی کہ زندقہ اور مرتدین کو عبرتناک سزا دی جائے۔ اوّل قتل فرماتے اور پھر آگ کے گڑھے میں ڈالتے۔ ’’کما قال: انی اذا رایت امرامنکم. اوقدت ناری ودعوت قنبرا‘‘ جب میں برا اور اوپرا کام (مثلاً ارتداد) دیکھتا ہوں تو آگ جلاتا ہوں اور سزا کے لئے قنبر کو (غلام کا نام ہے) بلاتا ہوں۔ (کذافی فتح الباری ج۱۲ص۲۳۸)

۳...... (سنن ابی داؤد ج۲ص۵۹۹، وعون المعبود ج۴ص۲۲۵ اور سنن نسائی ص۶۲۷) میں ہے:

’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کان یکتب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فازله الشیطان فلحق بالکفار فامر به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقتل یوم الفتح فاستجار له عثمان فاجاره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ شیطان نے بہکایا مرتد ہو کر کافروں سے جاملے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حکم دیا کہ عبداللہ بن سعد کو قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سعد تائب ہو کر حاضر ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توبہ قبول کی اور ان سے بیعت کی جیسا کہ ابوداؤد کی دوسری مفصل روایت میں اس کا ذکر ہے۔

اور (سنن نسائی ص۶۲۹) میں ہے کہ: ’’ثم ان ربک للذین هاجروا من بعد مافتنوا ثم جاهدوا وصبروا ان ربک من بعدها لغفور رحیم‘‘ یہ آیت عبداللہ بن سعد کے بارہ میں اتری۔

۴...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس زمانہ میں اپنے مکان میں محصور تھے تو ایک دن یہ فرمایا کہ یہ بلوائی مجھ کو قتل کی دھمکی دیتے ہیں نہ معلوم کس بناء پر مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

’’وقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث رجل کفر بعد اسلامه اوزنی بعد احصانه اوقتل نفسا بغیر حق. واللہ مازینت فی جاهلیة ولا اسلام قط ولا قتلت نفسا ولا تمنیت بدینی بدلا مذهدانی اللہ عزوجل للاسلام فبم یقتلانی‘‘

(سنن نسائی ص۶۲۳، باب مایحل بہ دم المسلم سنن کبریٰ امام بیہقی ج۸ ص۱۹۴، باب قتل من ارتد عن الاسلام)

(ترجمہ) حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے (۱) کوئی شخص اسلام کے بعد کافر اور مرتد ہو جائے۔ (۲) یا محصن یعنی شادی کے بعد زنا کرے۔ (۳) یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور نہ کسی کا ناحق خون کیا اور دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد کبھی دل میں یہ خطرہ بھی نہیں گزرا کہ دین اسلام کے بدلہ میں کسی اور دین میں داخل ہو جاؤں پھر کس لئے مجھ کو قتل کرتے ہیں۔

۵...... صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **’’لایحل دم امری الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة‘‘** مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے (۱) محصن یعنی شادی شدہ اگر زنا کرے تو رجم (سنگسار) کیا جائے۔ (۲) قصاص۔ (۳) جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے علیحدہ ہو گیا ہو۔

حافظ عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ترک دین سے دین اسلام سے مرتد ہونا مراد ہے اور مفارقت جماعت سے۔ جماعت مسلمین سے علیحدہ ہونا مراد ہے جو مرتد ہو وہ زمرۂ اسلام اور جماعت مسلمین سے خارج ہوا اور المفارق للجماعۃ کی صفت۔ التارک لدنیہ کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ ورنہ موجبات قتل تین نہ رہیں گے بلکہ چار ہو جائیں گے۔ (فتح الباری ج۲ ص۱۷۷، کتاب الدیات باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس والعین بالعین)

حافظ ابن رجب حنبلی (جامع العلوم والحکم ص ۸۷) میں فرماتے ہیں: ’’**والقتل بکل واحدة من هذه الخصال الثلاث متفق علیه بین المسلمین**‘‘ ان تین امور میں سے ہر وجہ سے قتل کرنا تمام مسلمانوں میں متفق علیہ ہے۔

اور پھر تفصیل کے ساتھ تینوں باتوں پر کلام فرمایا۔ **جزاه الله خیرا!**

تشریحات وتوضیحات

۱...... آیت شریفہ مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ واجب القتل ہونے کی علت فقط مرتد ہونا ہے جو مرتد ہوا وہ واجب القتل ہوا۔ خواہ محارب اور برسرپیکار ہو یا نہ ہو تنہا ہو یا جماعت ہو ارتداد کی سزا قتل ہے۔ ارتداد علیحدہ جرم اور محاربہ (یعنی برسرپیکار ہونا اور فساد مچانا) یہ علیحدہ جرم ہے۔ شریعت میں دونوں کی سزائیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مرتد کی سزا تو قتل متعین ہے اور محارب کی سزا وہ ہے جو سورۂ مائدہ کی آیت محاربہ میں مذکور ہے۔ ’’**قال تعالیٰ: انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا ویصلبوا اوتقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف اوینفعوا من الارض ذلک لهم خذی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم فاعلموا ان الله غفور رحیم**‘‘ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد اور بدامنی پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ اگر انہوں نے بدامنی میں فقط کسی کا خون کیا ہے اور مال نہیں چھینا تو ان کو قتل کیا جائے اور اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو ان کو سولی پر چڑھایا جائے اور اگر فقط مال چھینا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں اور اگر نہ قتل کر سکے اور نہ مال چھین سکے صرف تیاری ہی میں تھے کہ گرفتار ہو گئے تو جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔ یعنی یا تو جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا یا دارالاسلام سے نکال دیا جائے گا۔ یہ ان کے لئے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو بہت ہی بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے تمہارے قابو پانے اور گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کر لی تو اللہ کی حد معاف ہو جائے گی۔ اللہ بڑے غفور رحیم ہیں۔ توبہ سے اللہ تعالیٰ کا حق معاف ہو جاتا ہے۔ مگر بندوں کا حق توبہ سے معاف نہیں ہوتا۔ اگر قتل کیا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور اگر مال لیا ہے تو اس کا ضمان

دینا ہوگا۔ ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صرف صاحب مال اور ولی مقتول کو ہے۔

یہ محارب یعنی بدامنی اور فساد مچانے والے کا حکم ہے جو مومن اور کافر سب کے لئے عام ہے۔ بخلاف مرتد کے کہ اس کا حکم محارب کے حکم سے بالکل جدا ہے۔ مرتد بالاتفاق قتل کیا جاتا ہے۔ مرتد کے لئے جلاوطنی اور ہاتھ پیر کاٹے جانے کی سزا نہیں۔

نیز پکڑے جانے کے بعد محارب کی توبہ مقبول اور معتبر نہیں محارب اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرے تو وہ معتبر ہے۔ بخلاف مرتد کے کہ اس کی توبہ ہر حال میں قبول کی جائے گی۔ خواہ پکڑے جانے سے پہلے ارتداد سے توبہ کرے یا پکڑے جانے کے بعد۔

نیز اگر محارب نے کسی کو قتل کیا ہے تو قتل کیا جائے گا اور اگر فقط مال لوٹا ہو تو فقط ہاتھ اور پیر قطع کئے جائیں گے۔ محارب کو قتل نہیں کیا جائے گا اور مرتد ارتداد کی وجہ سے بہرحال واجب القتل ہے۔

تشریح دوم

یہ حدیث یعنی ’’**لایحل دم امری مسلم**‘‘ مشہور ومعروف حدیث ہے۔ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ ہم اس اختلاف کو واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ صحیح مراد میں کوئی التباس نہ رہے۔ بعض روایات میں زنا محصن اور قصاص کے بعد فقط ارتداد اور کفر بعد الاسلام کا ذکر ہے۔ محاربہ کا کوئی ذکر نہیں۔ جیسا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ’’**لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث رجل ارتد بعد اسلامه اوزنی بعد احصانه اوقتل نفسا بغیر نفس**‘‘

(نسائی شریف ص۶۲۳، **ذکر مایحل به دم المسلم**)

(ترجمہ) حلال نہیں کسی مسلمان کا خون بہانا بغیر تین چیزوں کے ایک وہ شخص جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے یا بعد شادی شدہ ہونے کے زنا کرے یا کسی انسان کو ناحق قتل کرے۔

اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے: ’’**اوارتد بعد اسلامه فعلیه القتل**‘‘ (نسائی ص۶۲۹، الحکم فی المرتد)

اور اسی طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ ’’لایحل دم امری مسلم الارجل زنی بعد احصانه اوکفر بعد اسلامه اوالنفس بالنفس‘‘ (کذافی سنن النسائی ص۶۲۳)

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’وقع فی حدیث عثمان اویکفر بعد اسلامه اخرجه النسائی بسند صحیح وفی لفظ له صحیح ایضا ارتد بعد اسلامه وله من طریق عمرو بن غالب عن عائشة اوکفر بعد ما اسلم وفی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ عند النسائی مرتد بعد ایمان‘‘

(فتح الباری ج۱۲ ص۱۷۷، کتاب الدیات)

اور بعض روایات میں بجائے ارتداد اور کفر بعد الاسلام کے فقط محاربہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے: ’’لایحل دم امری مسلم الافی احدی ثلاث رجل زنی بعد احصان فانه یرجم ورجل خرج محاربا بالله ورسوله فانه یقتل اویصلب اوینفی من الارض اویقتل فیقتل بها‘‘

(ابوداؤد شریف کتاب الحدود ص۵۹۸، باب الحکم فیمن ارتد)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں بجائے کفر بعد اسلامہ کے رجل خرج محاربا کا ذکر ہے۔ ارتداد کا ذکر نہیں فقط محاربہ کا ذکر ہے اور جزا اور سزا بھی وہی مذکور ہے جو آیت محاربہ میں محاربین اور مفسدین کی ذکر کی گئی ہے۔ یعنی قتل اور صلب اور نفی من الارض!

اور بعض روایات میں ارتداد اور محاربہ دونوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ (سنن نسائی ص۶۲۷، باب الصلب) میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ’’لایحل دم امری مسلم الاباحدی ثلاث خصال زان محصن یرجم اورجل قتل رجلا متعمداً فیقتل او رجل یخرج من الاسلام یحارب الله عزوجل ورسوله فیقتل اویصلب اوینفی من الارض ‘‘ کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا جائز نہیں بجز تین باتوں کے (۱) شادی شدی ہوکر زنا کرے۔ (۲) یا کسی آدمی کو ناحق قتل کرے تو بھی قتل کیا جائے گا۔ (۳) یا اسلام سے خارج ہوکر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرے تو بھی قتل کیا جائے گا یا سولی چڑھایا جائے گا یا ملک سے جلاوطن کردیا جائے گا۔

اور صحیح بخاری کی کتاب الدیات باب القسامۃ میں یہ لفظ ہیں: ’’**اور جل حارب اللہ ورسولہ وارتد عن الاسلام**‘‘ دیکھو(فتح الباری ج۱۲ص۲۱۲) یہ تمام روایتیں صحیح اور درست ہیں۔ جن روایات میں فقط ارتداد کا ذکر ہے وہاں اس کی سزا فقط قتل ذکر کی گئی ہے اور جن روایات میں فقط محاربہ کا ذکر ہے وہاں فقط قتل کا ذکر نہیں بلکہ اس سزا کا ذکر ہے کہ جو آیت محاربہ میں محاربین کی ذکر کی گئی ہے۔ یعنی قتل اور صلب (سولی چڑھانا) اور نفی من الارض اور جن روایتوں میں ارتداد اور محاربہ دونوں کو ملا کر ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرتد کے واجب القتل ہونے کے لئے محارب ہونا بھی شرط ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہو جائے تو پھر اس مرتد کی سزا فقط قتل نہ ہوگی بلکہ اس مرتد کی سزا محاربین کی سی ہوگی۔ بادشاہ اسلام کے لئے اس مرتد کا قتل یا صلب اور قطع ایدی اور ارجل سب جائز ہوگا۔ اگر فقط مرتد ہوتا اور محارب نہ ہوتا تو فقط ارتداد کی سزا ملتی اور جب ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہو گیا تو پھر قتل کے ساتھ صلب بھی جمع ہو سکے گا۔ خوب سمجھ لو واللہ تعالیٰ ہداک! اسی وجہ سے حضرات محدثین نے اوّل الذکر روایات کو باب المرتد میں ذکر فرمایا۔ یعنی جن میں فقط ارتداد کا ذکر تھا۔ ان کو باب حکم المرتد میں ذکر فرمایا اور جن روایات میں محاربہ کا ذکر تھا ان کو کتاب المحاربین میں ذکر فرمایا۔

(راجع احکام القرآن للجصاص ج۲ص۴۰۹، تفسیر القرطبی ج۶ص۱۴۷، جامع العلوم والحکم ص۸۹)

(تشریح سوم) یا ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مرزائیوں کا یہ گمان ہے کہ قتل، نفس ارتداد کی سزا نہیں۔ نفس ارتداد کی سزا صرف وہی ہے کہ جو نفس کفر کی قرآن کریم سے ثابت ہے اور اگر کسی مرتد کو قتل کی سزا دی گئی ہے تو وہ عارضی اسباب اور سیاسی اغراض کی وجہ سے دی گئی ہے۔ مثلاً اس کے محارب اور برسرپیکار ہونے کی وجہ سے یا دشمنان اسلام سے ساز باز کرنے کی وجہ سے یا مخبری یا جاسوسی کی وجہ سے یا دوسروں کو خلاف اسلام جنگ پر آمادہ کرنے کی وجہ سے۔

<u>جواب:</u> یہ سراسر تلبیس اور مغالطہ ہے۔ قرآن کریم اور حدیث میں لفظ ارتداد کے ساتھ مرتد کی سزا کو بیان فرمایا ہے کہ جو مرتد ہو گیا اس کو قتل کر ڈالو۔ ان صاف اور صریح الفاظ میں یہ تاویل کرنا کہ یہ سزا نفس ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ محارب اور برسرپیکار ہونے کی

وجہ سے ہے یہ ایسی ہی تاویل ہے۔ جیسے کوئی ''الزانیة والزانی فاجلد واکل واحد منهما مائة جلدة'' اور ''السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما'' میں یہ تاویل کرے کہ جلد (درے لگانے) اور قطع ید کی سزا محض زنا اور چوری کی وجہ سے نہیں بلکہ عارضی اسباب اور محارب ہونے کی وجہ سے ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو تسلیم کر سکتا ہے۔

نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ارتداد اور نفس کفر کی جزاء میں کوئی فرق نہیں تو پھر جن آیات میں کافروں سے جہاد وقتال کا ذکر ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنانے اور ان کی تمام املاک کو مجاہدین پر تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں کیا تاویل کریں گے کہ یہ جہاد وقتال کا حکم نفس کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ عارضی اسباب کی وجہ سے ہے۔ ہجرت کے بعد جو تمام روئے زمین کے کافروں سے جہاد وقاتل کا حکم نازل ہوا۔ کیا وہ محض کفر کی وجہ سے نہ تھا۔ ابھی اسلام کی کوئی حکومت ہی قائم نہیں ہوئی۔ جس کی بناء پر تمام کافروں پر فوج کشی کی وجہ محارب اور برسرپیکار ہونا قرار دی جائے۔

جس طرح نفس کفر کی وجہ سے کافروں سے جہاد ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ برسرپیکار نہ ہوں۔ اسی طرح نفس ارتداد کی وجہ سے مرتد کی سزا قتل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ برسرپیکار نہ ہوں۔

جس طرح چوری اور زنا مستقل جرم ہیں اور محارب ہونا اور دشمنان اسلام سے سازباز کرنا ایک جداگانہ جرم ہے۔ اسی طرح نفس کفر اور نفس ارتداد مستقل جرم ہیں اور محارب اور باغی ہونا جداگانہ جرم ہے۔ قرآن اور حدیث میں ہر جرم کی سزا جداگانہ ذکر کی گئی ہے۔ محاربین کا حکم علیحدہ ہے۔ جو آیت محاربہ میں مذکور ہے اور باغیوں کا حکم آیت بغاۃ میں مذکور ہے اور کافروں کا حکم علیحدہ ہے جو آیات جہاد وقتال میں مذکور ہے اور ارتداد جو کہ کفر کی ایک خاص قسم ہے اس کا حکم آیت مائدہ میں مذکور ہے۔

ارتداد اور کفر کا ایک حکم قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ قذف (تہمت لگانا) جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا قذف پر کوئی حد نہیں۔ جس طرح کاذب اللہ کا ملعون ہے اسی طرح قاذف بھی اللہ کا ملعون ہے۔ قذف کے لئے فقط اللہ کی لعنت کافی ہے۔ بلکہ کسی گناہ پر شرعی طور پر کوئی سزا ہی نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ جو عام گناہ کا حکم ہے وہی اس کا ہونا چاہئے۔

کیا ایک شخصی اور انفرادی باغیانہ تقریر پر بغاوت کا مقدمہ نہیں چل سکتا۔ جب تک اس مقرر کا محارب اور برسرپیکار ہونا یا اور دشمنان حکومت سے سازباز کرنا ثابت نہ ہو جائے

اور اگر یہ کہا جائے کہ محارب ہونے کے لئے فقط تلوار سے جنگ کرنا ضروری نہیں بلکہ زبان سے یا کسی قول اور فعل سے اللہ اور اس کے رسول کے مقصد کو ناکام بنانا یہ بھی حارب اللہ ورسولہ میں داخل ہے تو ہم کہیں گے کہ ارتداد میں بھی اسلام کی توہین اور تذلیل ہے اور اسلام کو اپنے مقصد میں ناکام بنانا ہے اور جب کہ ہمارے مخالفین کے نزدیک مسلمانوں کی مخبری کرنا حارب اللہ ورسولہ کے حد میں داخل ہے تو مرتد ہوکر اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو لوگوں کی نظر میں حقیر اور بے اعتبار بنانا حارب اللہ ورسولہ...... کی حد میں کیوں داخل نہیں ہوسکتی۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے مرتدین سے جہاد وقتال کیا اور یہ کہہ کر کیا کہ تم مرتد ہوگئے ہو اس لئے تم سے جہاد وقتال کیا جاتا ہے اور جو یہود ونصاریٰ مسلمانوں کی قلمرو میں رہتے تھے۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ارتداد کا حکم کفر سے کچھ ممتاز ہے اور ابتداء میں مرتدین نے فوج ولشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کا مقابلہ کیا۔ یہاں ارتداد کے ساتھ محاربہ بھی جمع ہوگیا۔ جیسا کہ عرینین کے قصہ میں ارتداد اور محاربہ اور سرقہ اور رہزنی سب جمع ہوگئے تھے۔ بعد میں جب فتنہ ارتداد ختم ہوگیا۔ اس کے بعد بھی جو لوگ تنہا مرتد ہوئے وہ بھی قتل کئے گئے اور محض ارتداد کی بناء پر ان کو قتل کی سزا دی گئی۔ حالانکہ وہ محارب اور برسرپیکار نہ تھے اور نہ انہوں نے خلافت کے خلاف باغیانہ متحدہ محاذ بنایا تھا۔

خلافت راشدہ اور مرتدین کا قتل

خلافت راشدہ میں مرتدین کا قتل تفسیر اور حدیث کے اور تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔ کوئی تفسیر اور حدیث اور تاریخ کی کتاب ایسی نہیں جس میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مرتدین کو قتل کرنا مذکور نہ ہو۔

خلافت راشدہ میں سرزمین عرب کا وسیع رقبہ مرتدین کے خون سے رنگین ہوا۔ لیکن اسلام کی ترقی کی رفتار اس قدر سریع اور تیز رہی کہ جس سے دنیا آج تک حیران ہے۔ سوائے اس کے کہ دین اسلام کا ایک معجزہ تھا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

معلوم ہوا کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کی ترقی میں حائل اور حارج نہیں۔ خلافت

راشدہ میں بے شمار یہود ونصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔ مگر قتل مرتدین کو دیکھ کر اسلام سے بدگمان نہیں ہوئے۔ یہ تمام یہود ونصاریٰ اسی خلافت راشدہ کے زیر سایہ آزادانہ زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے مذہب پر قائم تھے۔ معلوم ہوا کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کو زہریلے جراثیم سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔ تاہم ایمانداروں کے ایمان اس کے ارتداد سے مسموم اور متأثر نہ ہو جائیں اور سادہ لوح مسلمان اس کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے اس فتنہ کے انسداد کے لئے پوری قوت کے استعمال کا حکم دیا۔

قتل مرتد پر علماء امت کا اجماع

کتاب وسنت کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے آج کل کے قوانین تو کثرت رائے سے طے پاتے ہیں اور منفرد رائے کو کالعدم سمجھتے ہیں اور اجماع امت کا درجہ تو کثرت رائے سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ یہ امت کے علماء رحمۃ اللہ علیہم اور صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے جو کتاب وسنت کی روشنی اور نور تقویٰ اور نور فراست کی چاندنی میں منعقد ہوا۔ جیسے حجت نہ ہوگا؟

(حافظ عسقلانی فتح الباری ج۱۲ص۱۷۷، کتاب الدیات) میں فرماتے ہیں: ’’**قال ابن دقیق العید الردۃ سبب لاباحۃ دم المسلم بالاجماع فی الرجل واما المراۃ ففیھا خلاف**‘‘ علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتد ہونا یعنی دین اسلام سے پھر جانا بالاتفاق مرد کے حق میں موجب قتل ہے۔ البتہ اگر عورت دین اسلام سے پھر جائے تو اس کے قتل میں اختلاف ہے۔

حافظ بدالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ’’**وقال شیخنا فی شرح الترمذی وقد اجمع العلماء علی قتل المرتد اذا لم یرجع الیٰ الاسلام واصر علی الکفر واختلفوا فی قتل المرتدۃ فجعلھا اکثر العلماء کالرجل المرتد وقال ابو حنیفۃ لاتقتل المرتدۃ لعموم قولہ. نھی عن قتل النساء والصبیان**‘‘ (عمدۃ القاری ج۲۴ص۱۴۱، کتاب الدیات باب قولہ تعالیٰ النفس بالنفس والعین بالعین)

(ترجمہ) ’’ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے۔ علماء نے قتل مرتد پر اجماع فرمایا ہے جب کہ وہ ارتداد پر قائم رہے اور اسلام کی طرف نہ لوٹے اور کفر پر مداومت اختیار

کرے اور مرتد عورت کے قتل میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء نے مرتد عورت کو بھی مثل مرد کے واجب القتل قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ بوجہ عموم قول پیغمبر علیہ السلام کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔''

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں: ''**قد اتفق الائمة علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتله** ''ائمہ نے اتفاق فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام لاکر اس سے پھر جائے تو اس کا قتل واجب ہے۔

موجبات ارتداد

یعنی وہ امور جن کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، بارگاہ خداوندی میں گستاخی اور حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وتنقیص اور اس کا شرعی حکم

حق جل جلالہ وعم نوالہ کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمہ زبان سے نکالنا بالاجماع کفر اور ارتداد ہے۔ ''**قال القاضی ابو الفضل لاخلاف فی ان ساب اللہ تعالٰی کافر حلال الدم اختلف فی استتابته**'' (نسیم الریاض ج۴ ص۵۰۵)

(ترجمہ) ''قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ خداوند ذوالجلال کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر یہ شخص توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا میں بھی قبول کی جائے گی یا نہیں آخرت میں توبہ قبول ہوگی۔ لیکن کیا اس کی توبہ کی وجہ سے دنیا میں اس سے قتل ساقط ہوگا یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔''

جمہور کا قول یہی ہے کہ دنیا میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل اس سے ساقط ہوجائے گا۔

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں: ''**لاخلاف فی ان ساب اللہ تعالٰی بنسبة الکذب او العجز الیه ونحو ذالک من المسلمین کافر قلت ومن الذمیین ایضا کافر حربی حلال الدم بل واجب السفک واختلف فی استتابته ای قبول توبته**'' (کذافی شرح الشفاء للعلامۃ القاری ج۲ ص۴۹۱)

تیسری صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ قرطبہ میں ایک شخص نے حق تعالٰی شانہ کی شان

رفیع میں کچھ نازیبا الفاظ زبان سے نکالے۔ شیخ ابن حبیب مالکی اور ابن خلیل نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا۔ قرطبہ کے بعض علماء نے یہ کہا کہ فقط تادیب اور تنبیہ کافی ہے۔ اس پر شیخ عبدالملک بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایشتم رب عبدنا ثم لاننتصر له انا اذن بعبید سوء وما نحن له بعابدین ثم بکی'' (نسیم الریاض ج۴ص۵۸۱)

(ترجمہ) ''کیا یہ ممکن ہے کہ اس پروردگار کو جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، گالیاں دیں جائیں اور جس پر ہم اس کا کوئی بدلہ انتقام نہ لیں۔ اگر ایسے گستاخ سے ہم نے اپنے خدا کا بدلہ نہ لیا تو ہم بہت ہی نالائق اور برے بندے ہیں اور ہرگز ہرگز ہم اس کے سچے پرستار نہیں۔ ابن حبیب یہ کہہ کر رو پڑے۔''

بعدازاں یہ واقعہ امیر اندلس عبدالرحمٰن بن حکم اموی متوفی ۲۳۸ھ کے دربار میں پیش ہوا۔ اسی وقت شیخ ابن حبیب اور اجمع بن خلیل کے فتوے کے مطابق وہ شخص قتل کیا گیا اور قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکایا گیا اور جن علماء نے اس بارہ میں مداخلت کی تھی ان کو سخت تنبیہ کی گئی اور جو ان میں سے قاضی تھے ان کو معزول کیا گیا۔

وعلیٰ ہذا جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرے وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں فرماتے ہیں: ''صح بالنص ان کل من استھزاء باللّٰہ تعالیٰ اویملک من الملائکۃ اونبی من الانبیاء علیہم السلام اوبآیۃ من القرآن اوبفریضۃ من فرائض الدین فھی کلھا آیات اللّٰہ تعالیٰ بعد بلوغ الحجۃ الیہ فھو کافر'' نقص قرآن سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا کسی فرشتہ یا کسی نبی یا کسی آیت یا کسی فرض کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرے وہ قطعاً کافر ہے۔

ناموس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''مابقاء الامۃ بعد شتم نبیھا'' اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے نبی پر گالیاں پڑتی ہوں۔ (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وشرح شفا للعلامۃ القاری ج۳ص۴۱۱)

ایمان کا جزو لاینفک یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر کی جائے۔ ان حضرات کی شان میں ایک ادنیٰ توہین اور گستاخی بھی کفر اور موجب لعنت ہے۔ قاضی

عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’اجمع العلماء علی ان شاتم النبی ﷺ والمتنقص له کافر مرتد بسبه والوعید الذی مرعلیه جار علیه بعذاب الله له لقوله تعالیٰ لهم عذاب الیم فی الآیة وحکمة عند الامة ای امة الاجابة القتل ومن شک کفره وعذابه کفر لان الرضی بالکفر کفر ولتکذیبه القرآن فی قوله تعالیٰ والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم‘‘

(کذا فی نسیم الریاض ج۴ ص۳۷۳، شرح ملا علی قاری ج۲ ص۳۹۴)

(ترجمہ) ’’علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی بکنے والا اوران کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد اوردائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہےاور وعیداس پر جاری ہوجاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کا کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہے کہ ان توہین انبیاء علیہم السلام کرنے والوں کے لئے عذاب دردناک ہے اور ایسے توہین کرنے والے کا انجام امت کے نزدیک قتل ہے جو شخص بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اور اس کے لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تکذیب کی۔ ’’والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم‘‘ اور جو لوگ رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔‘‘

یہودی لوگ ازراہ تمسخر ذومعنی الفاظ استعمال کرتے تھے اور بعض مسلمان بھی ازراہ ناواقفیت لفظ راعنا کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرنے لگے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ’’قال تعالیٰ: یاایها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسموا وللکافرین عذاب الیم‘‘ اے ایمان والو لفظ راعنا نہ کہا کرو۔ (جس کا معنی ہے کہ ہماری رعایت فرمادیں۔ لیکن اس میں دوسرے غلط معنی کا احتمال بھی ہے اس کے بجائے) کہا کرو۔ ’’انظرنا‘‘ (یعنی ہمارے حال پر شفقت اور نظر کرم فرمایئے) اور توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لئے عذاب دردناک ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے توہین کرنے والے کو کافر بتاتے ہوئے عذاب مہین (ذلت والے عذاب) کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

’’وقال تعالیٰ: ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة الی. ان قال: ملعونین اینما ثقفوا اخذوا اوقتلوا تقتیلا سنة الله

فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا ’’تحقیق جولوگ اللہ اوراس کے رسول کوایذادیتے ہیں لعنت ہے ان پر اللہ کی دنیااورآخرت میں اور یہ ملعون اورموذی جہاں بھی پائے جائیں۔ پکڑے اورخوب اچھی طرح قتل کئے جائیں۔خوب قتل کرنا اللہ کی اس سنت کو لازم پکڑو اور اللہ کی سنت میں کوئی تغیراورتبدل نہ پاؤ گے۔تفصیل کے لئے (نسیم الریاض ج۴ص۳۸۴،شرح ملاعلی قاری ج۲ص۴۰۱) کی مراجعت فرمائیں۔

جاننا چاہئے کہ ’’قتّلوا تقتیلا‘‘ باب تفعیل کا صیغہ جوتکثیراورمبالغہ پردلالت کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ اللہ اوراس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا بے دریغ قتل واجب ہےاورائمہ بلاغت نے یہ تفریح کردی ہے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے اورمجاز کے احتمال کودورکرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔مثلاً قتلتہ میں احتمال ہے کہ ضرب شدید کومجازاً قتل سے تعبیرکردیا گیا ہو۔لیکن اگرقتلتہ قتلاً کہیں،تو مفعول مطلق کے اضافہ سے مجاز کا احتمال باقی نہیں رہتا۔اسی طرح آیت شریفہ میں قتلوا کے بعد تقتیلا مفعول مطلق لانے میں اس طرف اشارہ ہے۔تقتیل حقیقی مراد ہے۔ فافهم ذالک واستقم!

خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ بعض علماء عراق نے جلد یعنی کوڑے مارنے کافتویٰ دیا ہے جوشریعت میں قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس خفیف سزا کو سنتے ہی برہم ہوگئے اورنہایت غصہ کے لہجہ میں یہ فرمایا:’’مابقاء الامة بعد شتم نبیها‘‘اس امت کی کیازندگی اورکیا جینا ہے کہ جس کے نبی پرگالیاں پڑتی ہوں۔

’’من شتم الانبیاء قتل ومن شتم اصحاب النبی جلد‘‘جس شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو گالیاں دے۔ اس کوقتل کیا جائے اور جوشخص صحابہ رضی اللہ عنہم کوسب وشتم کرے۔اس کے تعزیری کوڑے لگائے جائیں۔

علامہ خفاجی اس کی شرح میں تحریرفرماتے ہیں:’’فلا یحل لاحد سمعه الاقتل قائله اوبذل روحه فی جهاده‘‘ (نسیم الریاض ج۴ص۳۹۹)

پس کسی کے لئے روانہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی سے بجزاس کے کہ یاتواس گستاخ کی جان لے لے یااپنی جان خدا کی راہ میں دے دے۔

مسئلہ ختم نبوت اور اس کی اہمیت

خداوند ذوالجلال والاکرام کی توحید کے بعد سرور عالم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کا مسئلہ ہے جس طرح بغیر توحید کے اقرار کے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بغیر ختم نبوت کے اعتراف کے مسلمان نہیں ہوسکتا بلکہ توحید کا اقرار شرعاً وہی معتبر ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ کے کہنے سے خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ مانے ورنہ جو شخص یہ کہے کہ میں حق تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ سمجھتا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا آخری نبی مانتا ہوں۔ مگر حضور پرنور ﷺ کے کہنے سے میں خدا کو ایک نہیں سمجھتا بلکہ میری ذاتی تحقیق یہی ہے کہ خدا ایک ہے تو یہ شخص شرعاً مسلمان نہیں۔ مسلمان وہ ہے جو رسول اللہ کے کہنے سے خدا کو ایک مانے۔

اب یہ ناچیز مختصراً اس مسئلہ کی اہمیت بتلانا چاہتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت بارگاہ خداوندی میں کس درجہ اہم ہے اور آسمان اور زمین اور عالم ارواح اور عالم اجسام اور عالم مثال اور عالم برزخ میں کس کس طرح اس مسئلہ کا اعلان ہوا ہے اور قیامت کے دن کس طرح میدان حشر میں حضور پرنور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان ہوگا۔

آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خاتم النّبیین تھے

’’عن العریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال انی عنداللہ لخاتم النّبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ‘‘

(رواہ احمد والبیہقی والحاکم وقال صحیح الاسناد وزرقانی شرح مواہب ج۱ ص۳۱)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النّبیین ہوچکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پتلا ہی تیار نہ ہوا تھا۔ اس حدیث کو امام احمد اور بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی حضور ﷺ کی روح مبارک کو حقیقتاً خاتم النّبیین بنادیا گیا تھا۔ اگرچہ ظہور اس کا بعثت کے بعد ہوا۔ جیسے کسی کو آج پروانہ وزارت مل جائے۔ مگر کام ایک ہفتہ کے بعد شروع کرے بارگاہ خداوندی کا ایک ہفتہ سات ہزار سال کا ہوتا ہے۔

''کما قال تعالیٰ: وان یوما عند ربک کاالف سنة مما تعدون ''
ایک دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری شمار کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

آسمان سے سرزمین ہند پر حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول اور ختم نبوت کا اعلان

احادیث معتبرہ اور روایات صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے سرزمین ہند پر مقام سراندیپ میں اترے اور یہیں وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

تحقیق اور تفصیل کے لئے حضرات اہل علم (تفسیر درمنثور ج۱ ص۵۵تا۶۰) کی مراجعت فرمائیں۔ میرا مقصد اس وقت صرف ایک روایت کو پیش کرنا ہے۔ وہ روایت ہے ہے:''عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل آدم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی باذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرتین اشھد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمدا رسول اللہ مرتین قال آدم لجبریل من محمد قال آخر ولدک من الانبیاء''

(رواہ ابن عساکر خصائص کبریٰ للسیوطی ج۱ ص۸، کنز العمال ج۶ ص۱۱۴، تفسیر درمنثور ج۱ ص۵۵)

(ترجمہ) ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ہندوستان کی زمین پر اترے اور تنہائی کی وجہ سے گھبرائے تو جرائیل امین آسمان سے اترے اور اذان دی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر دو مرتبہ کہا۔''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' دو مرتبہ''اشھد ان محمد رسول اللہ '' دو مرتبہ، حضرت آدم نے جرائیل امین سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں تو جرائیل امین نے یہ کہا کہ انبیاء میں آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔ یعنی ان کے بعد آپ کی اولاد میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔''

اس روایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے بعد پیدا ہوئے اور سب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہوئے۔ آخری بیٹا وہ ہے جو سب سے اخیر میں پیدا ہو نہ وہ کہ جس کی عمر زیادہ ہو۔

حیرت اور صد حیرت کا مقام ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک گزشتہ نبی کا تو زندہ رہنا بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ مگر ایک نئے نبی کا پیدا ہو جانا ختم نبوت کے منافی نہیں۔ جس برگزیدہ نبی کی مدح اور توصیف سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اس کے دوبارہ آنے سے تو نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے۔ مگر ایک مرزا اور پٹھان اور قادیان کے ایک چودھری اور دہقان کے آنے سے نبوت کی مہر نہیں ٹوٹی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک پر خاتم النّبیین لکھا ہوا تھا

’’اخرج ابن عساکر من طریق الیٰ الزبیر عن جابر قال بین کتفی آدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النّبیین‘‘ (خصائص الکبریٰ للسیوطی ج۱ ص۷)

ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان میں یہ لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین۔

عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خاتم النّبیین کی نصرت وحمایت کا عہد و میثاق

’’قال اللہ تعالیٰ: واذاخذ اللہ میثاق النّبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أاقررتم واخذتم علی ذالک اصری قالوا اقررنا. قال فاشهدوا وانا معکم من الشٰهدین. فمن تولی بعد ذالک فاولئک هم الفاسقون‘‘ اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتائے تمہاری پاس والی کتاب کو، تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نادان۔

عالم ارواح میں حق جل شانہ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ تم

سب کے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا۔تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا سب نے اس کا اقرار کیا۔

اس آیت شریفہ نے تمام انبیاء کرام کو مخاطب بنا کر یہ فرمایا: ’’ثم جاء کم رسول ‘‘ تم سب کے بعد ایک رسول آئے گا۔ یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس رسول کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی اور یہ رسول آخری نبی ہوگا۔’’وعن قتادة انه اخذ الله میثاقهم بتصدیق بعضهم بعضا والاعلان بان محمد رسول الله واعلان رسول الله بان لا نبی بعده‘‘ (کذا فی الدر المنثور وغیرہ)

(ترجمہ)’’قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور خصوصی طور پر یہ اعلان کریں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

بشارات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام

درباره ظهور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضرت مسیح بن مریم کے زمانہ تک تمام انبیاء مسلسل اس کی بشارت دیتے آئے کہ اخیر زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوگا۔ وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔

’’واخرج ابن عساکر عن عبادة بن الصامت قال قیل یا رسول الله اخبرنا عن نفسک قال نعم انا دعوة ابی ابراهیم وکان آخر من بشربی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام‘‘ (خصائص کبریٰ ج۱ ص۹)

(ترجمہ)’’عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔‘‘

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بناء کعبہ کے وقت کی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:’’ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتک ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انک

انت العزیز الحکیم ’’اے پروردگار! ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا ہے کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہی ہے زبردست بڑی حکمت والا۔

ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔’’قد استجیب لک ھو کائن فی آخرالزمان‘‘ (خصائص کبریٰ ج۱ص۹)

(ترجمہ)’’اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔‘‘

چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ظہور سراپا نور وسرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں۔ جس پر علماء کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس ناچیز نے بھی ایک رسالہ اسی بارہ میں لکھا ہوا ہے جو عرصہ ہوا کہ’’بشائر النبیین بظھور خاتم الانبیاء والمرسلین‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت صرف چند بشارتیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بشارت اوّل

(از تورات سفر استثناء باب:۱۸، آیات:۱۸)

۱۸...... اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں تجھ سا نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔

۱۹...... اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا۔ نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔

۲۰...... لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔

۲۱...... اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرور عالم سیدنا محمد ﷺ کے لئے ہے اور

یہود کا یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یوشع علیہ السلام کے لئے ہے اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء ﷺ کے کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اوّل تو اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں ان کے (یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر یہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خودتم میں سے ایک نبی پیدا ہوگا۔''**کما قال تعالٰی: لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم**'' اور یہ نہ فرماتے کہ خودتمہارے بھائیوں میں سے وہ نبی ظاہر ہوگا۔''**کما قال تعالٰی خطابا لبنی اسرائیل: وجعل فیکم انبیاء**'')

غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا تمام بنی اسرائیل کو بلاکسی تخصیص کے یہ خطاب فرمانا کہ وہ نبی موعودتمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں اوراس بشارت کا مصداق صرف وہی نبی ہوسکتا ہے کہ جو بنی اسماعیل میں سے ہو۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبراس بشارت کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

دوم! یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند نہ یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں سے ہوئے اور تورات میں ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا۔

علاوہ ازیں حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تلمیذ تھے۔ تابع ومتبوع کیسے مماثل ہوسکتے ہیں۔ نیز حضرت یوشع علیہ السلام اس وقت موجود تھے اوراس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی برپا کروں گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نبی کا وجود زمانہ مستقبل میں ہوگا۔ نیز یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں نبی ہوچکے تھے۔ پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے۔ کیسے مصداق ہوسکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مماثل نہیں اس لئے کہ نصاریٰ حیاری کے نزدیک تو وہ ابن باللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ اللہ نہ ابن اللہ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں۔ پس بندے اور خدا میں کیا مماثلت۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ اعتقاد نصاریٰ مقتول ومصلوب ہوکر اپنی امت کے لئے کفارہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ومصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت حدود وقصاص زواجر وتعزیرات غسل وطہارت کے احکام سے ساکت ہے۔ بخلاف شریعت موسویہ کے وہ ان تمام امور پر مشتمل ہے۔ ہاں! نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مماثلت ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت مستقلہ تھے۔ اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شریعت غرّا بھی مستقل اور کامل اور علی وجہ الاتم حدود وتعزیرات جہاد وقصاص۔ حلال وحرام کے احکام کو جامع ہے۔

جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نکال کر عزت دی اس سے بدرجہا زائد نبی اکرم ﷺ نے عرب کو روم اور فارس کی قید سے چھڑا کر اللہ کا کلمہ پڑھایا اور قیصر وکسریٰ کے خزائن کی کنجیاں ان کے سپرد کیں۔ نیز جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ نے بھی انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت نکاح پر عمل فرمایا اور اسی مماثلت کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے۔

’’انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ‘‘ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ تم پر گواہی دینے والا جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نے کبھی اس مماثلت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا اور اگر یہ کہا جائے کہ مماثلت سے یہ مراد ہے کہ وہ نبی موعود موسیٰ علیہ السلام کی طرح بنی اسرائیل میں سے ہوگا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر نبی انبیاء اسرائیل میں سے اس بشارت کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما السلام کے لئے کسی درجہ میں مماثلت تسلیم کر لی جائے تو اس مماثلت کو اس مماثلت سے کہ نبی اکرم ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہے کوئی نسبت نہیں۔

سوم! یہ کہ اس بشارت میں بھی مذکور ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ یعنی اس نبی پر الواح تورات وزبور کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اللہ کی وحی لے کر نازل ہوگا اور وہ نبی امی ہوگا۔ فرشتہ سے سن کر اللہ کا کلام یاد کرے گا اور اپنے منہ سے پڑھ کر امت کو سنائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ بات بجز نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کسی پر صادق نہیں آتی۔

چہارم! یہ کہ اس بشارت میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ جو اس نبی موعود کے حکم کو نہ مانے گا میں اس کو سزا دوں گا اور ظاہر ہے کہ اس سزا سے اخروی عذاب مراد نہیں۔ اس لئے کہ اس میں اس نبی موعود کے نہ ماننے والے کی کیا خصوصیت، اخروی عذاب ہر نبی کے نہ ماننے والے کے لئے ہے بلکہ اس سے دنیوی سزا یعنی جہاد وقتال اور حدود وقصاص کا جاری کرنا مراد ہے اور یہ بات نہ عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور نہ یوشع علیہ السلام کو۔ البتہ خاتم الانبیاء سرور عالم سیدنا محمد ﷺ کو علی وجہ الاتم حاصل ہوئی۔ لہٰذا وہی اس بشارت کا مصداق ہوسکتے ہیں۔

پنجم! یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اگر وہ نبی عیاذ باللہ افتراء کرے گا اور خدا کی طرف غلط بات منسوب کرے گا تو وہ نبی قتل کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ بعد دعوائے نبوت کے قتل نہیں کئے گئے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی کوشش اور تدبیر کی مگر سب برباد گئی۔'' **کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک اویخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین** '' اے محمد ﷺ! اللہ کی اس نعمت کو یاد کیجئے کہ کافر جب آپ ﷺ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کرلیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں وہ اپنی تدبیریں کرتے تھے اور اللہ اپنی تدبیر فرماتا تھا اور اللہ ہی بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

اور حسب وعدۂ الٰہی '' **واللہ یعصمک من الناس** '' آپ ﷺ بالکل محفوظ اور مامون رہے اور بجائے اس کے کہ کسی قسم کا حادثہ فاجعہ پیش آتا۔ آپ ﷺ کی شان وشوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت ﷺ اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔ ہاں! حسب زعم نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت مسیح بن مریم ﷺ کو اس بشارت کا مصداق قرار دیا جائے تو علی زعم النصاریٰ عیاذاً باللہ ان کا کاذب

ہونا لازم آتا ہے اور قرآن عزیز میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

’’کما قال اللّٰہ تعالٰی شانہ: ولولا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیا قلیلا اذا لا ذقنک ضعفا الحیوۃ وضعف الممات ثم لاتجدلک علینا نصیرا ‘‘ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ قریب تھے کہ ان کی جانب اقل قلیل مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو زندگی اور موت کا دو چند عذاب چکھاتے۔ پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے۔

دوسری جگہ فرمایا: ’’ولو تقول علینا بعض الا قاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ‘‘ اگر محمد ﷺ ہم پر کچھ افتراء کرتے تو ہم ان کا داہنا پکڑ لیتے اور ان کی شہ رگ کو کاٹ دیتے۔

ایک ضروری تنبیہ

قتل نہ ہونا علی الاطلاق صادق ہونے کی دلیل نہیں ورنہ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے زیر تامل ہوگی۔ ’’کما قال اللّٰہ تعالٰی: ویقتلون النّبیین بغیر الحق ‘‘ خصوصاً نصاریٰ کو اپنے عقیدہ فاسدہ کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائے گی۔ بلکہ خاص اسی نبی موعود کا نہ قتل ہونا اس کے صادق ہونے کی علامت ہے۔ جیسا کہ تورات کی اس عبارت سے ظاہر ہے وہ نبی ایسی گستاخی کرے گا۔ وہ قتل کیا جائے گا اور دونوں جملوں میں وہ کی ضمیر خاص اس نبی موعود کی طرف راجع ہے۔

ششم! یہ کہ بشارت میں یہ بھی مصرح ہے کہ اس نبی موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا کہا پورا ہوگا۔ یعنی اس کی تمام پیشین گوئیاں صادق ہوں گی۔ سوالحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس صادق مصدوق کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ برابر بھی غلط ثابت نہ ہوئی اور ہم پورے دعوے کے ساتھ بہ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اس صادق مصدوق کی کسی پیشین گوئی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف تو آنحضرت ﷺ میں ایسا نمایاں اور اجلی تھا کہ آپ ﷺ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بجز صادق امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

ہفتم! یہ کہ کتاب الاعمال باب سوم آیت ہفت دہم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی منتظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایلیا علیہما السلام بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے اور آخری نبی ہے۔ اخیر زمانہ میں مبعوث ہوگا اور وہ عبارت یہ ہے۔

''اب اے بھائیو! میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ نادانی سے کیا جیسے تمہارے سرداروں نے بھی۔ پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبان سے آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائے گا سو پوری کیں۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کر تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند حضور تازگی بخش ایام لائے اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسی کے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اٹھادے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس کہ جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم سے نیست کیا جاوے گا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموایل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں۔''

اس عبارت میں اوّل حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو ان کو علی زعم یہود لعنہم اللہ سے پیش آئی ذکر ہے اور ان کے نزول من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجنے والا ہے اور علاوہ موسیٰ علیہ السلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئے گا اس وقت تک یہ زمین و آسمان ضرور قائم رہیں گے اور اسی زمانہ میں خدا کا وعدہ بھی پورا ہوگا کہ جو اس ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا کہ تجھ سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کر کے یہ کہنا (سو پوری کیں) اور جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بشارت دی ہے اس کے انتظار کو ان الفاظ سے ظاہر کرنا کہ: ضرور ہے کہ آسمان اس کے لئے رہے کہ اس وقت کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر کہ خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آئیں۔

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی مبشر اور رسول منتظر ان تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے علاوہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک گزرے۔ لہٰذا اس بشارت کا مصداق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ پس حضرت یوشع، حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

ہشتم! یہ کہ انجیل یوحنا باب اوّل آیت انیسویں میں ہے۔ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے اور کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حضرت مسیح اور ایلیا علیہما السلام کے سوا بھی ایک نبی کا انتظار تھا اور وہ نبی ان کے نزدیک ایسا معروف ومعہود تھا کہ اس کے نام کے ذکر کرنے کی بھی حضرت مسیح اور حضرت ایلیاء علیہما السلام کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط ''وہ نبی'' کا اشارہ ہی اس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر ان کو انتظار کس کا تھا۔ وہ نبی جس کا کہ ان کو انتظار تھا وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں اور اسی وجہ سے کہ اہل کتاب نبی اکرم سیدنا محمد ﷺ کے لئے ''وہ نبی'' کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اس لئے ہمیشہ سے اہل اسلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت (جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہے بولتے ہیں)

نہم! یہ کہ انجیل یوحنا باب ہفتم کی آیت چہلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ چنانچہ انجیل میں ہے۔

تب ان لوگوں میں سے بہتیروں نے یہ سن کر کہا فی الحقیقت یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے۔ نبی معبود کو حضرت مسیح کے مقابلہ میں ذکر کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی معہود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر ''وہ نبی'' سے آنحضرت ﷺ مراد نہ ہوں تو وہ پھر کون سا نبی ہے کہ جس کا ان کو انتظار تھا۔

دہم! یہ کہ تورات سفر پیدائش باب:۴۹ میں ہے:

۱...... اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تا کہ میں اس کی جو پچھلے دنوں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں۔

۲...... اے یعقوب کے بیٹو! اپنے کو اکٹھے کرو اور سنو اپنے باپ اسرائیل کی سنو اور پھر آیت دہم میں ہے۔ یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک کہ شیلا نہ آوے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کہ اخیر زمانہ میں شیلا کا ظہور نہ ہو۔ اس وقت تک یہوداہ کی نسل سے حکومت وریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک شیلا آنحضرت ﷺ کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت کا سیاق اس کو مقتضی ہے کہ شیلا کو، نسل یہوداہ سے خارج مانا جائیے۔ اس لئے کہ شیلا کے ظہور سے نسل یہوداہ کی حکومت وریاست کا انقطاع جب ہی متصور ہوسکتا ہے کہ شیلا نسل یہوداہ سے نہ ہو۔ ورنہ اگر شیلا نسل یہوداہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومت یہوداہ کا باعث ہوگا نہ کہ انقطاع حکومت یہوداہ کا۔

اور بائبل کے ابواب بلکہ انجیل متی کے پہلے ہی صفحہ پر ذرا غور کرنے سے یہ بات بخوبی منکشف ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہوداہ سے خارج نہیں اس لئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاجماع یہوداہ کی نسل سے ہے۔

لہٰذا شیلا کا مصداق وہی نبی ہوسکتا ہے کہ جو نسل یہوداہ سے خارج میں ہو اور اس کا ظہور آخر زمانہ میں ہو۔ جیسا کہ آیت اوّل کے اس جملہ سے ظاہر ہے تا کہ میں اس کی جو پچھلے دنوں میں تم پر بیتے گا تمہیں خبر دوں۔

اور یہ دونوں امر آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آ سکتے ہیں کہ آپ یہوداہ کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے اور آپ ﷺ کا ظہور بھی خاتم النّبیین ہونے کی وجہ سے اخیر زمانہ میں ہوا اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد سے یہوداہ کی نسل میں جو کچھ حکومت وریاست تھی وہ سب جاتی رہی۔ قرائے نبی نضیر اور خیبر سب آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہوگئے اور اس جملہ میں کہ: ''قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔''

عموم بعثت کی طرف اشارہ ہے: ''**کما قال تعالٰی شانہ: قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمعیا**'' اے نبی کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ ''**کما قال تعالٰی شانہ: ورسولاً الٰی بنی اسرائیل**'' اور انجیل میں ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کے بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔

خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت اور ذکر خیر پر مشتمل دوسری بشارت

(از: زبور سیدنا داؤد علیہ السلام باب:۴۵)

۱...... میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں ان چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے۔

۲...... تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹایا گیا ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔

۳...... اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔

۴...... اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی کے لئے آگے بڑھ اور تیرا داہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھلائے گا۔

۵...... تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔

۶...... تیرا تخت اے خدا ابدالاباد رہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔

۷...... تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے سارے لباس سے مراد عود اور رتج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلول کے درمیان انہوں نے تجھ کو خوش کیا ہے۔

۹...... بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔ ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہوکے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔

اور بارھویں آیت میں ہے: ’’اور صور کی بیٹی ہدیئے لاوے گی۔ قوم کے دولتمند تیری خوشامد کریں گے۔‘‘

اور سولہویں آیت میں ہے:

۱۶...... تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائمقام ہوں گے تو انہیں تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا۔

۱۷...... میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا اور سارے لوگ ابدالاباد تک تیری ستائش کریں گے۔

اس زبور میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام ایک عظیم الشان والشوکت رسول کی بشارت دے رہے ہیں اور فرط محبت میں اس کو مخاطب بنا کر اوصاف بیان فرمارہے ہیں اوصاف حسب ذیل ہیں:

۱...... بادشاہ یعنی سب سے اعلیٰ اور افضل ہونا۔

۲...... حسین ہونا۔

۳...... ہونٹوں میں لطف کا ہونا۔ شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا۔

۴...... مبارک الی الدہر ہونا۔

۵...... پہلوان یعنی قوی ہونا۔

۶...... شمشیر بند ہونا۔

۷...... صاحب حق وصداقت ہونا۔

۸...... اقبال مند ہونا۔

۹...... اس کے دائیں ہاتھ سے کسی عجیب وغریب کرشمہ کا ظاہر ہونا۔

۱۰...... تیرانداز ہونا۔

۱۱...... لوگوں کا اس کے نیچے گرے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اس کے تابع ہونا۔

۱۲...... تخت کا ابدالاباد تک رہنا یعنی شریعت اور حکومت اسلام کا تاقیام قیامت باقی رہنا۔

۱۳...... عصائے سلطنت کا عصائے راستی ہونا۔

۱۴...... صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا۔

۱۵...... اس کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا۔

۱۶...... اس کے گھرانہ میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا۔

۱۷...... ہدایا اور تحائف کا آنا۔

۱۸...... اولاد کا بجائے باپ کے سردار اور حاکم ہونا۔

۱۹...... تمام پشتوں میں قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا ذکر باقی رہنا۔

۲۰...... ابدالاباد تک لوگوں کا اس کی ستائش کرنا۔

اہل اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نبی اکرم، رسول اعظم، سیدالاولین والآخرین محمد ﷺ ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بشارت کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں۔ وہ صرف نبی اکرم ﷺ پر صادق آتے ہیں۔

۱...... بادشاہت کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے لئے شمس فی نصف النہار سے زائد اجلیٰ اور روشن ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کو دین ودنیا دونوں کی بادشاہی عطاء فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا۔ جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود لعنہم اللہ تعالیٰ سے مقہور ومجبور تھے۔ نبی اکرم ﷺ مجبور نہ تھے۔ آپ نے تو ان کے حصون وقلاع سے ان کو نکال دیا۔ الحاصل نبی اکرم ﷺ دین ودنیا کے بادشاہ تھے۔ تمام انبیاء رسل سے افضل اور برتر تھے۔ نہ کسی رسول کو قرآن کریم جیسی معجز کتاب عطاء کی گئی اور نہ کسی کو آپ ﷺ جیسی کامل ومکمل شریعت عطاء کی گئی کہ فلاح دارین اور نجات اور بہبودی کی پوری پوری کفیل ہو جس نے عقائد واعمال کی سنگین غلطیوں پر قبضہ کیا ہو۔ خدا تک پہنچنے کے

لئے راستہ ایسا صاف کر دیا ہو کہ چلنے والوں کے لئے کوئی روڑا اٹکا نہ رکھا ہو۔ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے بھی نہایت کامل ومکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو۔ ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام ہے کہ جس کو آنحضرت ﷺ خدا کے پاس سے لائے۔

''ان الدین عند اللہ الاسلام'' بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہی وہ کامل وممکن دین ہے کہ اس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان ومذاہب کے چراغ گل ہوگئے۔

رات محفل میں ہراک مہ پارہ گرم لاف تھا
صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

پس جس نبی کی کتاب بھی تمام کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ سے افضل ہو اور اس کی شریعت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل اور اکمل ہو۔ اس کے معجزات بھی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں۔ اس کی امت بھی تمام امتوں سے علم اور عمل، اعتقادات واخلاق، مکارم وشمائل، تہذیب وتمدن، سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو۔ اس نبی کے سیدالاولین والآخرین اور بادشاہ دوجہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہوسکتا ہے۔

۲...... حسن وجمال میں آپ کا یہ حال تھا کہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زائد کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا۔ گویا کہ آفتاب آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں گھومتا ہے اور جب تبسم فرماتے تو دندان مبارک کی چمک دیواروں پر پڑتی تھی۔

حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

میری آنکھ نے آپ ﷺ سے زائد حسین نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زائد جمیل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا۔

خلقت مبرء من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں۔ گویا کہ آپ ﷺ حسب منشاء پیدا کئے گئے۔

نوٹ: یہاں ایک نظم حسن وجمال مبارک پر درج کی جاتی ہے۔

حلیہ مبارک خاتم النّبیین ﷺ
جس کا ذکر سابقہ کتب میں بھی موجود تھا

روایت کی امام باصفا نے — حسن سبط رسول مجتبیٰ نے
کہ ہند بن ابی ہالہ مرا خال — رسول اللہ کا تھا واصف حال
کیا میں نے سوال اس باخبر سے — خبر دے حلیہ خیر البشر سے
کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا بے حد — بیان کر کچھ تو حال جد امجد
غرض میری ہے یہ سن کر وہ احوال — کروں جو ہو سکے اسناد اعمال
کہا قیس ہند نے یوں مجھ سے اس دم — رسول اللہ تھے فخم مفخم
نگاہوں میں وہ یعنی خوش سیر تھے — دلوں میں بھی بزرگ و نامور تھے
تجلی روئے انور کی نہ پوچھو — قمر ہو جس طرح سے چودھویں کو
میانہ کب قد خیرالوریٰ تھا — میانہ پن سے بھی وہ قد جدا تھا
اگر کوتاہ کہئے تھا نہ کوتاہ — غرض گم کیفیت نے کی یہاں راہ
قد بالا کا تھا ان کے یہ عالم — میانہ سے دراز اطوال سے کچھ کم
بزرگی تھی سر عالی میں پیدا — نہایت حسن و موزونی ہویدا
خم پیچ عیاں بالوں میں کم تھی — کچھ اک ژولیدگی لیکن بہم تھی
بکھرتے تھے جو فرق پاک پر بال — دو فرقہ ان کو کر دیتے تھے فی الحال
اگر از خود نہ بال ان کے بکھرتے — تکلف سے نہ ہرگز فرق کرتے
بحال وفرہ سر کے بال ان کے — گزرتے نرمہائے گوش سے تھے
درخشانی کا عالم رنگ میں تھا — کشادہ تھی جبیں عالم آراء
مقوس دونوں ابروئے مقوس — مقدس دونوں ابروئے مقدس
بانداز منا سب طاق ابرو — نہ تھی پیوستگی آپس میں ان کو
عجب خمدار و باریک و مطول — بخوبی طاق تھا ثانی و اوّل
میان ابرواں اک رگ ہویدا — بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا
کہوں کیا حبذا بینی کا عالم — کہ تھے نوروں کے شعلے جس سے توام

معلےٰ بنی خیر البشر تھی ۔۔۔ باندازِ بلندی جلوہ گر تھی
جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا ۔۔۔ بلندی کا گماں ہوتا تھا پیدا
ملائم آپؐ کے رخسار نیکو ۔۔۔ بھلا تشبیہ دوں میں کس سے اس کو
بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا ۔۔۔ کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا
کہوں دانتوں کا کیا وہ حسن سادہ ۔۔۔ سپید و صاف آپس میں کشادہ
دقیق المسربۃ یعنی خط مو ۔۔۔ کھنچا سینے سے تھا تاناف گلبو
بوصف گردن شایان معراج ۔۔۔ کہا راوی نے شکل صورت عاج
مصفا یعنی وہ گردن تھی ایسی ۔۔۔ بشکل نقرہ بانور و ضیا تھی
کہوں کیا عضو عضو ان کے بدن کا ۔۔۔ بوضع خود مناسب اور زیبا
بخوبی تھے تناور فخر عالم ۔۔۔ تمامی عضو تن مربوط باہم
شکم سینہ صفائی میں برابر ۔۔۔ مگر سینہ عریض و پہن و خوشتر
فراخی دونوں شانوں میں عیاں تھی ۔۔۔ ہر ہر استخوان میں تھی بزرگی
بدن جو کچھ کھلا پوشاک سے تھا ۔۔۔ درخشندہ وہ نور پاک سے تھا
گلوئے پاک سے تاناف والا ۔۔۔ خط موتھا کھنچا باریک و زیبا
سوا اس کے شکم سینہ سراسر ۔۔۔ معری مو سے تھا صافی برابر
کلائی دونوں شانے اور بازو ۔۔۔ مزین تھے بزیب کثرۃ مو
و ان کے صدر عالی کی بلندی ۔۔۔ خط مو سے رکھے تھی ارجمندی
طویل الزند دونوں دست والا ۔۔۔ کشادہ تھی کف دست مصفا
بزرگی اس کف پا میں عیاں تھی ۔۔۔ نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی
کشیدہ تھیں وہ انگشتان والا ۔۔۔ لقب ہے سائل الاطرف جن کا
کف پا میں سمائی تھی یہ خوبی ۔۔۔ کہ رہتی تھی زمین پر سے وہ اونچی
ہوا وارد بوصف پائے اقدس ۔۔۔ کہ تھے پائے مبارک نرم و املس
جدا رہتی زمیں سے یوں کف پا ۔۔۔ کہ پانی اس کے نیچے سے گزرتا
زمین پر جب خراماں آپؐ جاتے ۔۔۔ قدم کو اپنے برکندہ اٹھاتے
انہیں ہوتا خیال مثل پیشیں ۔۔۔ یہ نرمی راہ جاتے سرور دیں

هوا یہ حال بھی وارد بہ اخبار — کہ جس دم آپؐ جاتے تند رفتار
تو اس دم تھے عیاں یہ صاف معنی — بلندی سے ہے گویا میل پستی
انہیں جب دیکھنا منظور ہوتا — نظر کرتے تھے حضرتؐ بے محابا
بہت رہتے تھے آنکھوں کو جھکائے — نظر یعنی سوئے باطن لگائے
زمین اکثر مشرف تھی نظر سے — فلک کم بہرہ ور ہوتا بصر سے
تامل سوچ تھا کیا ہی نظر میں — سمایا تھا لحاظ ان کی بصر میں
بیان کرتا ہے راوی بعد اس کے — کہ جب ساتھ آپؐ کے اصحابؓ ہوتے
تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرتؐ — چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
عجب اخلاق تھے خیرالوریٰؐ کے — کہ ہوں مخدومؐ پیچھے خادم آگے
سنو یہ اور عادت مصطفیٰؐ کی — کہ ہوتا جو کوئی ان سے ملاقی
جنابؐ پاک کرتے اس کو خوش گام — بتقدیم سلام دین اسلام

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ اگر وہ ہمارے حبیب محمد ﷺ کو دیکھتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔

اے زلیخا اس کو نسبت اپنے یوسف سے نہ دے — اس پہ سر کٹتے ہیں دائم اور اس پر انگلیاں

۳...... اور آپ ﷺ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا سب کو تسلیم ہے۔ آپ ﷺ کے انفاس قدسیہ اور کلمات طیبات اس وقت تک باسانید صحیحہ وجیدہ محفوظ ہیں۔ جن سے آپ کی صفاحت وبلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

۴...... اور آپ ﷺ مبارک الی الدہر بھی ہیں۔ جیسا کہ بشارت دوم میں گزرا۔ مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں کروڑہا مسلمان نماز میں اور نماز کے بعد اور مختلف اوقات میں ’’اللھم بارک علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید‘‘ اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جیسے آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ بلاشبہ آپ قابل ستائش اور بڑی بزرگی والے ہیں۔

پڑھتے ہیں اس سے زائد اور کیا مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے۔

۵ ...... قوت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکانہ پہلوان کو جو قوت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ ایک روز آنحضرت ﷺ سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ آپ ﷺ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ ﷺ کو نبی برحق جانوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پچھاڑ دیا۔ اس نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا۔ آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ بھی پچھاڑ دیا۔ اس کو بہت تعجب ہوا۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اگر تو اللہ سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھلاؤں۔ اس نے پوچھا اس سے زائد کیا عجیب ہے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کو بلایا۔ آپ ﷺ کے بلاتے ہی آپ ﷺ کے سامنے آکھڑا ہوگیا۔ بعدازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا، سو وہ درخت یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

۶ ...... اور آپ ﷺ کا شمشیر بند اور صاحب جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ شمشیر بند تھے اور نہ صاحب جہاد اور بقول نصاریٰ ان میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے کو یہود سے بچا سکے۔

۷ ...... اور آپ ﷺ صاحب حق وصداقت بھی تھے۔ ''کما قال تعالیٰ شانہ: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون بل جاء بالحق وصدق المرسلین '' خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔ آنحضرت ﷺ شاعر ومجنوں نہیں بلکہ حق کو لے کر آئے ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

''والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون (زمر)''

﴿اور جو سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔﴾

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بنا کر یہ کہا: ''قد کان محمد فیکم غلاما حدثا ارضاکم فیکم واصدقکم حدیثا واعظمکم امانۃ حتی اذا رایتم فی صدغیہ الشیب وجاء کم ماجاء کم قلتم انہ ساحر لا واللہ ماھو بساحر '' محمد ﷺ تم میں نوجوان تھے سب سے زائد پسندیدہ سب سے زائد سچے سب سے زائد امین۔ لیکن جب تم نے ان کے جانبین رأس میں بڑھاپا دیکھا اور وہ تمہارے پاس یہ دین حق لے کر آئے تو تم ان کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں۔

اور ہرقل شاہ روم نے جب ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی اس کو متہم بالکذب کیا ہے تو اس پر ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے ان سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

۸...... اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ ﷺ کو اقبال عطاء فرمایا ایسا اقبال آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

۹...... اور دائیں ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب وغریب کرشمہ ظاہر ہونے، معجزۂ شق قمر کی طرف اشارہ ہے۔

چودستش بر آ ہیخت شمشیر بیم به معجز میان قمر زود و بیم

اور علیٰ ہذا جنگ بدر اور جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

۱۰...... تیرانداز ہونا بنی اسماعیل کا مشہور شعار ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: ''ارموا بنی اسمعیل فان اباکم کان رامیا '' اے بنی اسماعیل تیراندازی کیا کرو اس لئے کہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔

اور دوسری حدیث میں ہے: ''من تعلم الرمیی ثم ترکه فلیس منا '' جو تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۱...... اور لوگوں کا آپ ﷺ کے نیچے گرنا یعنی خلق اللہ کا آپ کے تابع ہونا یہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ چند ہی روز میں ہزاروں ہزار اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ ''کما قال اللہ تعالیٰ شانه: اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا. فسبح بحمد ربک استغفر انه کان توابا '' ﴿جب اللہ کی نصرت اور فتح آ چکی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور استغفار پڑھئے۔ بے شک خدا بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔﴾

۱۲، ۱۳...... اور آپ ﷺ کی شریعت ابدالآباد تک رہے گی۔ چنانچہ قرآن کریم حسب وعدۂ الٰہی ''ان نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون '' ﴿بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔﴾

تیرہ صدی سے بالکل محفوظ چلا آتا ہے۔ بحمداللہ! اب تک اس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی سرمو تفاوت نہیں آیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا اور یہود ونصاریٰ کو اپنی تورات وانجیل کا حال خوب معلوم ہے۔ لکھنے کی حاجت نہیں اور آپ ﷺ کی سلطنت کا عصا راستی اور صداقت کا عصا ہے۔ ہمیشہ اس سے احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا رہتا ہے۔

۱۴...... اور آپ ﷺ صداقت کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے۔ ''کما قال اللہ جل جلالہ: لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم'' ﴿بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آگئے ہیں کہ جن پر تمہاری تکلیف شاق ہے۔ تمہاری بھلائی کے لئے حریص ہیں۔ مومنین پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔﴾

''یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم'' ﴿اے نبی کریم کفار ومنافقین سے جنگ کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور آپ ﷺ کی امت کے یہ اوصاف ہیں۔﴾

''اشدّآء علی الکفار رحماء بینھم ازلّۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم'' ﴿کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی بالکل پرواہ نہ کریں گے۔﴾

اور عجب نہیں کہ شرارت سے ابوجہل مراد ہو کہ جو سرتاپا شرارت تھا اور صداقت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہوں جو سرتاپا صدق وصداقت تھے اور بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے اہل تھے کہ ان کو خلیل وصدیق یعنی دوست بنایا جائے۔

۱۵...... اور آپ ﷺ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کو پسینہ مبارک اس لئے جمع کیا تاکہ دلہن کے کپڑوں کو اس سے معطر کرے۔

۱۶...... اور قرن اوّل میں بہت سی شہزادیاں مسلمانوں کی خادم بنی ہیں۔ چنانچہ شہربانو یزدجرد شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسن رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی۔

۱۷...... نجاشی شاہ حبشہ اور منذر بن ساوی شاہ بحرین اور شاہ عمان اور بہت سے امیر وکبیر آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کے حلقہ بگوش بنے اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلاطین وامراء نے ہدایا بھیج کر فخر وسرفرازی حاصل کی۔ چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے آپ ﷺ کی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خچر اور ایک سفید حمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے۔

۱۸...... اور آپ ﷺ کے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپ ﷺ کی اولاد میں امام حسن رضی اللہ عنہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں صدہا خلیفہ اور حکمراں ہوئے۔ حجاز ویمن، مصر وشام وغیرہ وغیرہ میں حکومت وسلطنت پر فائز رہے اور قیامت کے قریب امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا۔ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

۱۹،۲۰...... اور آپ ﷺ کی ستائش وذکر خیر بھی ابدالآباد تک رہے گا۔ ہر اذان میں: ''**اشھد ان لا الہ الا اللہ** '' کے ساتھ بلند آواز سے ''**اشھد ان محمد رسول اللہ**'' روزانہ پانچ مرتبہ کروڑہا مسلمان پکارتے ہیں۔ کوئی وعظ اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ ﷺ کا نام پاک محمد ﷺ نہ لیا جاتا ہو۔ محمد ﷺ اور احمد کے معنی ستودہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں یا احمد کا لفظ صراحتاً مذکور تھا۔ مگر حسد کی وجہ سے نکا دیا گیا۔ مگر تاہم یہ اوصاف تو سوائے محمد ﷺ کے کسی پر صادق نہیں آتے۔

نصاریٰ کے زعم واعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس بشارت کا مصداق نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ نصاریٰ صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے ترپنویں باب کو مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں اور وہ یہ ہے: ''ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔ اس کے ڈیل وڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اس پر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل وحقیر تھا اور پھر آیت پنجم میں ہے۔''

''وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔''

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اس کی ضد ہیں کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تحریفات کے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا ترپنواں باب قطعاً ویقیناً الحاقی اور اختراعی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاشا ثم حاشا ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں وجیہ (آبرو اور عزت والے) اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن باایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں اس لئے کہ نہ آپ شمشیر بند اور تیرانداز تھے اور نہ مجاہد اور نہ آپ کی شریعت دائمی ہے اور نہ آپ کی بعثت عام اور نہ آپ کے گھرانہ میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپ کی بیوی یا لونڈی ہوتی اس لئے کہ آپ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ نیز آپ کے کوئی باپ دادا نہ تھا۔ آپ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم''

حضرت ملاکی، حبقوق، یسعیاہ، عیسیٰ علیہم السلام کی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بشارتیں

بشارت سوم

(از: صحیفہ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب: سوم، آیت: اوّل)

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں! ختنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے، جو کھڑا رہے گا۔

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد وظہور کا ذکر ہے کہ صاحب ختان ہوگا اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود ونصاریٰ کو رسول الختان کا انتظار تھا۔ مگر آج کل نسخوں میں بجائے ختنہ کے عہد کا رسول مذکور ہے۔

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے ختنہ ہی کا عہد مراد ہے۔ جیسا کہ سفر پیدائش کے باب ہفدہم کی آیت دہم سے معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

بشارت چہارم

(از: صحیفہ حبقوق علیہ الصلوٰۃ والسلام، باب:۳، آیت:۳)

’’خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔‘‘

یہ بشارت سرور عالم ﷺ کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے۔ سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کون پیغمبر فاران سے مبعوث ہوا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ چنانچہ ہر دوست اور دشمن کی زبان پر آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ ہے اور ایک قدیم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہیں: ’’**وامتلات الارض من تحمید احمد** ﷺ‘‘ یعنی تمام زمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی حمد سے بھر گئی۔

مگر حاسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفہ مذکور سے علیحدہ کر دیا۔

بشارت پنجم

(از: صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام، باب:۲۸، آیت:۱۳)

’’سو خداوند کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔‘‘

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نجماً نجماً نازل ہوا اور تمام عالم کے لئے دستور اور قانون بنا اور اسی قانون اور دستور سے قیصر وکسریٰ کا تختہ الٹا گیا اور اسی قرآن اور حدیث سے مسلمان روئے زمین پر حکومت کرتے رہے۔ رہی انجیل سو وہ علماء مسیحین کے نزدیک منزل من اللہ ہی نہیں بلکہ وہ حواریین کی تصنیف ہے اور صحیفہ مذکور کی عبارت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

اور ہمارے نزدیک جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی طرح نجماً نجماً نازل نہیں ہوئی۔ ’’قال تعالیٰ شانہ: وقرآنا فرقناہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا‘‘ قرآن کو ہم نے متفرق کر کے نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔

کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کہہ دو کہ ہم نے اسی طرح نازل کیا تاکہ آپ ﷺ کے دل کو مضبوط رکھیں۔ اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر پڑھ سنایا۔

بشارت ششم

(از: صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، باب:۴۲، آیت: اوّل)

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے صریح ہے۔ اس لئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبداللہ کا ہے اور عبداللہ بھی آپ ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے: ’’لما قام عبداللہ‘‘ جب عبداللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بکثرت عبداللہ کے لقب سے آپ ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔

’’کما قال تعالیٰ: سبحن الذی اسریٰ بعبدہ وقال تعالیٰ: مما نزلنا علی عبدنا‘‘ ﴿پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا اس چیز سے جو ہ نے اپنے بندے پر اتاری۔﴾

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق نہیں ہوسکتے اور برگزیدہ بعینہٖ ترجمہ مصطفیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کا مشہور ومعروف نام ہے اور جس سے میرا جی راضی ہے۔ یہ ترجمہ مرتضیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کا مصداق یعنی جس سے میرا جی راضی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ وہ ان کے زعم میں مصلوب ومقتول ہوئے اور جو مقتول ومصلوب ہو جائے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے۔ جیسا کہ گیتوں کے تیسرے خط کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔

مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بناء پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں۔

الحاصل محمد مصطفیٰ، احمد مرتضیٰ ﷺ بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے اور کتب سیر میں آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ میں آپ کا ایک نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خاص شعار ہے۔ ''**کما قال تعالیٰ شانہ: لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ**'' البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ اس درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ ان کو رکوع وسجود کرتے اللہ کا فضل اور اللہ کی رضا طلب کرتے دیکھیں گے۔ صلاح اور تقویٰ کی نشانی ان کے چہروں پر سجدہ کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ہے ان کی شان کہ جو توراۃ میں مذکور ہے۔

اور روح سے مراد وحی الٰہی ہے کہ جس پر ارواح وقلوب کی حیات کا دارومدار ہے۔ ''**کما قال تعالیٰ شانہ: وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا**'' اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی اپنے حکم سے۔

سو الحمد للہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ پر مردہ قلوب کی حیات اور زندگی کے لئے ایک روح یعنی قرآن عظیم کو اتارا جس نے نازل ہوکر مردہ قلوب کو حیات اور بے شمار

مریض دلوں کی شفا بخشی۔ ’’کما قال تعالیٰ شانہ: وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمة للمؤمنین ‘‘اور اتارتے ہیں ہم ایسا قرآن کو جو مومنین کے لئے سراسر شفاء اور رحمت ہے۔

اور مبعوث ہوکر آپ ﷺ نے باذن الٰہی عدالت کو بھی جاری فرمایا۔ ’’کما قال اللہ جل جلالہ وعم نوالہ: فلذلک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھوآء ھم وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم (شوریٰ) ‘‘ ﴿پس اسی طرف بلائیے اور اسی پر قائم رہئے جیسا کہ آپ ﷺ کو حکم کیا گیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ فرمائیے اور یہ کہئے کہ میں ایمان لایا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں۔﴾

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کو مقتضی ہے۔ اس لئے یہ وصف بھی علی زعم النصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق نہیں۔ اس لئے کہ نصاریٰ کے نزدیک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل وصلب سے بچا سکتے۔ شوکت تو درکنار۔

پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے کہ وہ نہ چلائے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔

یہ جملہ بھی نبی کریم ﷺ پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب کراہیۃ الصخب فی الاسواق میں عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف جو توریت میں مذکور ہیں بیان فرمائیے۔ جواب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے۔ منجملہ ان کے یہ فرمایا: ’’لیس بفظ ولا غلیظ ولاسخاب بالاسواق ‘‘﴿وہ نبی نہ بدخواہ اور نہ سنگ دل ہوگا اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا۔﴾

اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے: ’’وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے۔‘‘

اس سے آنحضرت ﷺ کی شریعت غرّا کا الیٰ یوم القیامت باقی رہنا مراد ہے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کی شریعت اب تک برابر محفوظ ہے اور ان شاءاللہ ثم ان شاءاللہ

ہمیشہ رہے گی۔ کوئی امت اس بارہ میں امت محمدیہ کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ کسی امت نے بھی اپنے نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال وافعال کی حفاظت امت محمدیہ کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں کی اور شریعت کے دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ شریعت کا دوام اور ''بقا الیٰ یوم القیامۃ'' جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منسوخ ہو جانے کی وجہ سے دائمی نہ رہے گی۔

اور چوتھی آیت میں ہے: ''اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرلے۔''

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا وصال جب ہوا کہ: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' ﴿آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کیا۔﴾

کی بشارت نازل ہوگئی اور ''انا فتحنا لک فتحاً مبینا'' اور ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' ﴿بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچی۔﴾

کا وعدہ پورا ہوگیا اور عجب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو۔ جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے۔ اس لئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر ایسا ہی ہے جیسا کہ عدل کا اطلاق زید پر۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مرض الوفات میں صدیق اکبرؓ کو امام بنا کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ میرے بعد صدیق اکبرؓ خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور راستی قائم ہو اور چھٹی آیت میں ہے: ''اور تیری حفاظت کروں گا۔''

یہ جملہ بھی سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی اور پر صادق نہیں آتا۔ اس لئے کہ اللہ نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا تھا: ''واللہ یعصمک من الناس'' اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا۔

ہاں! بزعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت نہیں ہوئی اور پھر چھٹی آیت میں جو نور کا ذکر ہے اس سے نور ہدایت اور نور شریعت مراد ہے۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔ ’’یاایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (نساء) ‘‘ ﴿اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک برہان آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور (قرآن کریم) نازل کیا۔﴾

’’فالذین اٰمنوا بہ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (الاعراف) ‘‘ ﴿پس جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد کی اور اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا گیا۔ یہی لوگ فلاح والے ہیں۔﴾

’’یایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیا الیٰ اللہ باذنہ وسراجاً منیرا (الاحزاب) ‘‘ ﴿اے نبی ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔﴾

’’یریدون لیطفؤا نورا اللہ بافواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (صف) ‘‘ ﴿کافر اپنے مونہوں کی پھونک سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور پورا فرمائیں گے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔﴾

اور آیت ہشتم میں ہے: ’’اور اپنی شوکت دوسرے کو نہ دوں گا۔‘‘

یہ جملہ بھی حرف بحرف آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے۔ ’’اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء قبلی ‘‘ ﴿مجھ کو منجانب اللہ وہ چیزیں عطاء کی گئیں کہ جو انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔﴾

مثلاً ختم نبوت ورسالت، عموم بعثت ودعوت، مقام محمود، شفاعت کبریٰ، معراج سبع سموات ان فضائل ومزایا سے سوائے نبی اکرم ﷺ کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کو وہ آیات بینات محاسن اخلاق فضائل وشمائل، علوم ومعارف عطاء فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطاء فرمائے۔ خصوصاً

قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق ومخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم'' ﴿یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔﴾

اور گیارھویں آیت میں ہے: ''بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔''

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ آئے تھے۔ جیسا کہ کتاب پیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت مکہ معظّمہ آباد ہے۔ اسی جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام مقیم رہے اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی یہیں مقیم رہی۔ الحاصل اس جملہ میں آپ ﷺ کے مولد یعنی جائے ولادت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ مکہ معظّمہ میں پیدا ہوں گے اور آپ ﷺ کی امت اس بیابان میں ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' اور ''لبیک اللھم لبیک'' کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کرے گی۔

اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی مبشر قیدار بن اسماعیل کی اولاد سے ہوگا۔ لہٰذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ وہ سب حضرت اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ نہ کہ قیدار بن اسماعیل کی اولاد سے اور سلع مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

بشارت ہفتم

(از: انجیل متی باب:۲۱، آیت:۴۲)

''یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خدا کی طرف سے ہیں اور ہماری نظروں میں

عجیب اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لاوے، دی جائے گی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔''

راج گیر اور معماروں سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور کونے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النّبیین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے۔ بنی اسرائیل نے ہر چند آپ ﷺ کو رد کرنا چاہا۔ مگر آپ ﷺ تائید الٰہی سے کونے کا سرا یعنی خاتم النّبیین ہو کر رہے۔

''کما روی ابو هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلّا وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبیین (رواه البخاری فی کتاب الانبیاء وفی روایة انا سددت موضع اللبنة وختم بی البنیان وختم بی الرسل) '' ﴿آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل نہایت عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی۔ میں ہی خاتم النّبیین ہوں یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پر کیا ہے اور میرے ہی سے یہ تعمیر ختم ہوئی اور مجھ ہی پر انبیاء ورسل کا سلسلہ ختم ہوا۔﴾

پھر آپ ﷺ پر جو گرا وہ بھی چور چور ہوا اور جس پر آپ ﷺ گرے وہ چور چور ہوا۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش آپ ﷺ پر گرے اور وہ خدا کے فضل سے چور چور ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ ان پر گرے تب بھی وہی چور چور ہوئے اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایران، شام، روم وغیرہ وغیرہ پر گرے اور سب کو چور کیا اور پھل اور میوہ لانے والی قوم بنی اسماعیل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تربیت سے پھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت ان کے حصہ میں آئی۔

لہٰذا اس بشارت کا مصداق بجز خاتم النّبیین سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو وہ خاص حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ بنی اسرائیل میں بہت محترم تھے۔ وہ ناپسند پتھر کے کیسے مشابہ ہوسکتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خاتم

النّبیین نہیں جیسا کہ ماسبق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے۔ نیز ماسبق میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے ان سے دریافت کیا۔

سوم! یہ کہ حضرت مسیح خود تو کبھی کسی پر نہ گرے اور یہود جب ان پر گرے تو بقول نصاریٰ حضرت مسیح چور چور ہوئے۔ واللہ اعلم!

بشارت ہشتم

(از: انجیل یوحنا باب:۱۴، آیت:۱۶)

۱۶...... میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔

۲۶...... وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلا دے گا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں یاد دلائے گا۔

۲۹...... اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تا کہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔

۳۰...... بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں اور باب:۱۵ میں ہے۔ آیت:۲۷ وہ (یعنی روح حق) میرے لئے گواہی دے گا اور باب:۱۶، آیت:۷ میں ہے۔

۷...... میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر

۸...... اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا وہ آن کر دنیا کو۔

۱۰...... گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر دار ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ دے۔

۱۱...... مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں۔

۱۲...... اور تم مجھ کو پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔

۱۳...... لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے گی۔اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گی۔وہ میری بزرگی کرے گی۔

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا۔''**کما قال تعالٰی: واذ قال عیسٰی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**''اس وقت کو یاد کرو کہ جب عیسٰی بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں۔ایسے رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔

اور جیسا کہ انجیل برنباس میں اب بھی موجود اور مصرح ہے۔لیکن جب انجیل کا اصل عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی اس عادت کی بناء پر کہ وہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے تھے۔آنحضرتﷺ کے نام مبارک احمد کا ترجمہ بھی''پیرکلی طوس''سے کر دیا اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو''پیرکلی طوس''کا معرب فارقلیط کر لیا گیا۔

ایک عرصہ تک اردو نسخوں میں''فارقلیط''کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی روح القدس سے کیا گیا اور مسیحین روح القدس کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط وحدانی میں لکھتے رہے۔رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو بھی علیحدہ کر دیا۔صرف روح القدس اور روح حق کا لفظ رہنے دیا۔جیسا کہ حال کے نسخوں میں موجود ہے۔

مگر پھر بھی بحمداللہ مفید مدعا ہے اس لئے کہ اس بشارت میں ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ جو آپﷺ ہی کی ذات بابرکات پر صادق آتے ہیں۔لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اس سے روح القدس کا آنا مراد ہے۔(چنانچہ وہ روح حضرت عیسٰی کے بعد جب حوارین ایک مکان میں جمع تھے نازل ہوئی اور اس روح کے نزول کی وجہ سے حوارین تھوڑی دیر کے لئے مختلف زبانیں بولنے لگے)بالکل بے معنی ہے۔اس لئے کہ اس بشارت میں اس روح حق اور فارقلیط کے چند اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔

اوّل...... یہ کہ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آوے گا۔

دوم...... یہ کہ وہ میری گواہی دے گا۔

سوم...... یہ کہ وہ گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔

چہارم...... یہ کہ مجھ پر نہ ایمان لانے والوں کو سزا دے گا۔

پنجم...... یہ کہ وہ سچائی کی راہ بتلا دے گا۔

ششم...... یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔

ہفتم...... یہ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے سنے گا وہی کہے گا۔

ہشتم...... یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا۔

نہم...... یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔

دہم...... یہ کہ جو امور تم اس وقت برداشت نہیں کر سکتے، وہ نبی اس وقت آکر تم کو بتلائے گا۔

اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا اور یہ تمام آنحضرت ﷺ پر صادق آتی ہیں۔

۱...... آپ ﷺ کا تشریف لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر اس لئے موقوف تھا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے کہ کسی نبی کا آنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہوسکتا ہے جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا جانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ نبی مبعوث ہوسکتا ہے۔

پہلے نبی کا جانا دوسرے کے آنے کے لئے جب ہی شرط ہوسکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیح علیہ السلام نے اس جملہ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ فارقلیط اور روح حق خاتم الانبیاء ہوگا۔ ''**کما قال تعالیٰ: ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** (الاحزاب:۴۰)'' ﴿محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور آخرالنّبیین ہیں۔﴾

اور حضرت مسیح خاتم النّبیین نہ تھے۔ ورنہ علماء نصاریٰ ویہود حضرت مسیح کے بعد ایک نبی کے کس لئے منتظر تھے اور روح کا آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا۔ روح کا نزول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

۲...... اور آپ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی گواہی بھی دی کہ حضرت مسیح بن مریم اللہ کے بندہ اور رسول تھے اور زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

’’وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفی شک منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيما‘‘ ﴿اورانہوں نے نہ ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل کیا اور نہ سولی دی۔لیکن اشتباہ میں ڈال دیئے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں۔خودان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔وہی غالب اور حکیم ہے۔﴾

۳،۴...... اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے نہ ماننے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی۔کسی سے قتال اور جہاد کیا اور کسی کو جلاوطن کیا...... جیسا کہ یہود خیبر اور یہود بنونضیر اور یہود بنوقینقاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور روح نے نہ کسی کو ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی کی سرزنش کی اور آیت دہم میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرمانا اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس فارقلیط اور مددگار اور وکیل وشفیع کا ظہور منکرین عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ہوگا۔ بخلاف روح کے کہ اس کا ظہور تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرین عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے اور نہ کسی حواریین نے کسی کو سزا دی وہ خود ہی مسکین اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔

۵...... اور آئندہ واقعات کے متعلق اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں اور خبریں ایسی صحیح دیں کہ جن میں ان کا کوئی جز بھی کبھی خلاف واقعہ نہیں نکلا اور تا قیامت اسی طرح ظاہر ہوتی رہیں گی اور کیسے غلط ہوتیں؟

۶،۷...... اور سچائی کی تو وہ راہیں بتلائیں کہ اولین وآخرین سے کسی نے اس کا عشر عشیر بھی نہ بتلایا۔اس لئے کہ اپنی طرف سے کچھ نہ فرمایا:’’وما ينطق عن الهوىٰ. ان هو الّا وحى يوحىٰ‘‘ ﴿آپ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے وہ تو سوائے وحی کے اور کچھ نہیں۔﴾

۸...... اور بایں ہمہ جہاں کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہاں اور دنیا کی سرداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت تمام عالم کے لئے ہوگی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا۔ان کو بھی یاد دلایا۔

’’قل یاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم الّا نعبد الّا اللہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ‘‘ ﴿آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف آؤ کہ جو ہم میں اور تم میں مسلم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔﴾

’’وقال المسیح یٰبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنة وماواہ النار وما للظلمین من انصار ‘‘ ﴿اور فرمایا حضرت مسیح بن مریم نے اے بنی اسرائیل بندگی کرو۔ صرف ایک اللہ کی جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔﴾

۹...... آپ ﷺ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی بتلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے تحمل سے باہر تھیں۔ یعنی ذات وصفات، شریعت وطریقت، حشر ونشر، جنت وجہنم کے متعلق وہ علوم ومعارف کے دریا بہائے کہ جن سے تمام عالم دنگ ہے اور کسی کتاب میں ان علوم کا نام ونشان نہیں اور جو امور غیر تکمیل شدہ تھے آپ ﷺ کی شریعت کاملہ نے ان سب کی تکمیل بھی کردی۔ ’’کما قال تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ‘‘ ﴿آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کردیا اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین بنا کر۔﴾

۱۰...... اور سولھویں آیت کا یہ جملہ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فارقلیط بذات خود تمہارے ساتھ رہے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی شریعت اور اس کا دین ابد تک رہے گا۔ یعنی وہ آخری دین اور اس کی شریعت آخری شریعت ہوگی۔ اس کے بعد کوئی دین اور کوئی شریعت نہیں آئے گی جو اس کی شریعت کی ناسخ ہو۔

علمائے مسیحین اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع الی السماء کے ۴۷ یوم بعد حواریین پر ہوا۔ لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے۔ اس لئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتی تھی اور نہ وہ روح ہمیشہ ان کے ساتھ رہی اور نہ روح

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

نے کسی کو راستی اور عدالت سے ملزم ٹھہرایا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیح علیہ السلام پر نہ ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی۔ البتہ آنحضرت ﷺ نے مشرکین اور کافرین سے جہاد بھی کیا اور یہودیوں کو کافی سزا بھی دی۔

نیز حضرت مسیح علیہ السلام کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا بالکل بے محل ہے۔ اس لئے کہ جو حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے۔ اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والی شئے کچھ ایسی ہوگی۔ جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

پس اگر فارقلیط سے روح مراد ہوتی تو اس کے لئے چنداں اہتمام اور تاکید کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا۔ اس سے روح کا انکار ہونا بالکل ناممکن ہے۔ نیز اس بشارت کا سیاق وسباق اس بات کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ سے مغائر ہے۔ جیسا کہ سولہویں آیت کا یہ لفظ: ''دوسرا مددگار بخشے گا'' صاف مغائرت پر دلالت کرتا ہے۔

مہر نبوت خاتم النّبیین ﷺ

حضور پرنور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک مہر نبوت تھی جو حسّی طور پر آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی علامت اور نشانی تھی۔ شیخ عبدالحق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مہر نبوت کا ذکر کتب سابقہ توریت وانجیل وغیرہ میں بھی تھا اور حضرات انبیاء سابقین جب آنحضرت ﷺ کے ظہور کی بشارت دیتے تو یہ فرماتے کہ اس نبی کا ظہور اخیر زمانہ میں ہوگا اور مہر نبوت اس کی نشانی ہوگی۔ (اشعت اللمعات ج۴ ص۵۰۸)

''قال السهيلى والحكمة فى وضع خاتم النّبوة على وجه الاعتناء والاعتبار انه لما ملاء قلبه ﷺ حكمة ويقينا ختم عليه كما يختم على الوعاء المملو مسكا واما وضعه عند نفض كتفه الايسر فلانه معصوم من وسوسة الشيطان وذلك الموضع مدخل الشيطان ومحل وسوسته''

(كذافى جمع الوسائل ج۱ ص۲۷، فتح البارى ج۶ ص۴۱۱)

(ترجمہ) ’’سہیلی فرماتے ہیں کہ مہر نبوت لگانے میں حکمت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے قلب مبارک کو آب زمزم سے دھوکر علم وحکمت اور ایمان وایقان کے خزانہ سے بھر دیا گیا تو اس کو محفوظ کرنے کے لئے مہر لگادی گئی اور وہ دوشانوں کے درمیان بائیں جانب اس لئے لگائی گئی کہ یہ جگہ قلب کے مقابل ہے اور شیطان اسی جانب سے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ دوشانوں کی درمیانی جگہ شیطان کی آمد اور اس کے وسوسوں کا دروازہ ہے۔اس لئے اس کو بند کرنے کے لئے مہر لگائی تاکہ شیطان کی آمد کا راستہ بند ہوجائے۔‘‘

(خصائص کبریٰ ج۱ص۵۹،۶۰، فتح الباری ج۶ ص۶۰۹، باب ختم نبوۃ ویراجع خواتم الحکم ص۱۵۱، فانہ قد فصل سید نعمان آلوسی، الجواب الفسیح لما الفہ عبدالمسیح ج۱ص۹۷) میں لکھتے ہیں:’’قال الفاضل عید وعلی القرشی فی کتبه المسمی خلاصة سیف المسلمین الذی ھو فی لسان الاردو ای الھندی فی الصحیفة الثالثة حروالستین ان القیس الاوسکان الارمنی ترجم کتاب اشیعاہ علیہ السلام باللسان الارمنی فی ۱۶۶۶ء الف وستمائة وست وستین وطبعت ۱۷۳۳ء وفیه فی الباب الثانی والاربعی ھذہ الفقرة ونصھا. وسجو اللّٰہ تسبیحا جدید اواثر سلطنة علی ظھرہ واسمه احمد انتھت وھذہ الترجمة موجودة عند الارامن فانظروا فیھا‘‘ ﴿فاضل حیدر علی قریشی نے اپنی کتاب خلاصہ سیف المسلمین جو اردو زبان میں ہے لکھا ہے کہ پادری اوسکان ارمنی نے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا ارمنی زبان میں ۱۶۶۶ء میں ترجمہ کیا جو ۱۷۳۳ء میں طبع ہوا۔اس میں صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے بیالیسویں باب میں یہ فقرہ موجود ہے۔اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو اور اس کی تسبیح پڑھو اس آنے والے نبی کی سلطنت اور نبوت کا نشان اس کی پشت پر ہوگا۔یعنی اس کی پشت پر مہر نبوت ہوگی اور نام اس کا احمد ہوگا۔﴾

اور یہ ترجمہ ارمینیوں کے پاس موجود ہے اس میں دیکھ لیا جائے۔

ابونضرہ راوی ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کی بابت دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ مہر نبوت حضور ﷺ کی پشت پر گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔(شمائل ترمذی) بخاری اور مسلم میں سائب بن یزید سے مروی ہے کہ مہر نبوت گھنڈی اور تکمہ کے مشابہ تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ کبوتر کے بیضہ کے مشابہ تھی اور بعض روایات میں ہے کہ سیب کے مشابہ تھی۔ ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تشبیہ دی ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ میں نے اپنا منہ آپ ﷺ کی مہر نبوت پر رکھ دیا۔ میرے دہن میں سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (خصائص الکبریٰ ج۱ ص۶۰)

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا بھی تھا یا نہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر اس پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا تھا۔

’’اخرج ابن عساکر والحاکم فی تاریخ نیسابور عن ابی عمر قال کان خاتم النبوة علی ظهر النبی ﷺ مثل البندقة من لحم مکتوب فیها باللحم محمد رسول الله‘‘ (خصائص الکبریٰ ج۱ ص۶۰)

(ترجمہ) ’’ابن عساکر اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت حضور ﷺ کی پشت مبارک پر گوشت کے گولی کے مشابہ تھی اور گوشت ہی سے قدرتی طور پر محمد رسول اللہ ﷺ اس پر لکھا ہوا تھا۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب حضور ﷺ کی مہر نبوت کو دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب حضور پرنور ﷺ کے اوصاف بیان کرتے تو فرماتے: ’’بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النّبیین‘‘ حضور ﷺ کے دوشانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور حضور ﷺ خاتم النّبیین تھے۔ (شمائل ترمذی)

غرض یہ کہ مہر نبوت، حضور ﷺ کی ختم نبوت کی حسی دلیل تھی اور علماء بنی اسرائیل میں آپ ﷺ کی یہ علامت مشہور تھی بحیرا راہب اور نسطورا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اسی مہر نبوت کو دیکھ کر ایمان لائے اور علماء بنی اسرائیل کے شہادتیں کتب سیر میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دس شہادتیں ہم نے اپنے مختصر رسالہ ’’مسک الختام فی ختم النبوة علی سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام‘‘ میں ذکر کی ہیں جو ’’ختم نبوت‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ (جو اسی مجموعہ میں شامل ہے)

ختم نبوت اور اس کا مفہوم اور حقیقت

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبوت اور پیغمبری حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر ختم ہوگئی اور آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کے خاتم (بالکسر) ہیں یعنی سلسلہ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کے خاتم (بالفتح) یعنی مہر ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا۔ مہر کسی چیز کا منہ بند کرنے کے لئے لگاتے ہیں۔ اسی طرح حضور پرنور ﷺ سلسلہ انبیاء پر مہر ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوسکے گا اور قیامت تک کوئی شخص اب اس عہدہ پر سرفراز نہ ہوگا۔ مہر ہمیشہ ختم کرنے اور بند کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ''**کما قال تعالٰی: یسقون من رحیق مختوم ختامه مسک**'' یعنی سربمہر بوتلیں ہوں گی اور شراب ان کے اندر بند ہوگی۔ ''**ختم الله علی قلوبهم**'' اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ یعنی کفر اندر بند کردیا ہے۔

مرزا قادیانی کا اقرار کہ مہر بند کرنے کے لئے ہوتی ہے

(حقیقت الوحی ص۳، خزائن ج۲۲ ص۵) میں ہے: ''کیونکہ دید کی رو سے تو خوابوں اور الہاموں پر مہر لگ گئی ہے۔''

پھر (حقیقت الوحی ص۶۰، خزائن ج۲۲ ص۶۲) پر ہے: ''مگر افسوس کہ عیسائی مذہب میں معرفت الٰہی کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ خدا تعالٰی کی ہم کلامی پر مہر لگ گئی ہے۔'' اب ان عبارتوں میں مرزا قادیانی کے نزدیک بھی مہر لگانے کے معنی بند کرنے کے ہیں۔

عہد نبوت سے لے کر اب تک تمام امت کے علماء اور صلحاء مفسرین اور محدثین فقہاء اور متکلمین اور اولیاء وعارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی سمجھتے چلے آئے ہیں اور بطریق تواتر یہ عقیدہ ہم تک پہنچا۔ جس طرح ہر زمانہ میں نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کے روایت کرنے والے رہے۔ اسی طرح اسی تواتر کے ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ ہم تک پہنچا ہے۔

جس طرح صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اسی طرح ختم نبوت کے معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے صریح اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزاء اور تمسخر کے مترادف ہے۔

''قال خبیب بن الربیع ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل لا نه امتهان ای احتقار لہ ﷺ'' (کذافی شرح الشفاء للعلامۃ القاری ج۲ ص۳۹۷)

(ترجمہ)''خبیب بن الربیع فرماتے ہیں: صریح الفاظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ہے اس میں آنحضرت ﷺ اور شارع علیہ السلام کی توہین اور تحقیر ہے۔''

چنانچہ بعض لوگوں نے آیات صلوٰۃ وزکوٰۃ میں یہ تاویل کی ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج عبادتوں کے نام نہیں بلکہ چند نیک اشخاص کے نام ہیں اور مطلب یہ کہ ان کے پاس آمدورفت رکھا کرو۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ یہ اچھے لوگ تھے۔

اور زنا ایک برا آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ زنا کے پاس بھی مت جانا۔ یہ بہت برا آدمی ہے۔ باقی عرف میں جس کو زنا کہا جاتا ہے اس میں کوئی ہرج اور مضائقہ نہیں۔

حضرات ناظرین! غور فرمائیں کہ کیا یہ قرآن اور حدیث کے ساتھ تمسخر نہیں اور کیا ایسی تاویل کسی کو کفر سے بچاسکتی ہے۔ اسی طرح ظلی اور بروزی کی تاویل بھی قرآن اور حدیث کے ساتھ تمسخر ہے۔

آپ انصاف سے فرمائیے کہ اگر کوئی پاکستان میں یہ دعویٰ کرے کہ میں قائداعظم کا ظل اور بروز بن کر آیا ہوں بلکہ یہ کہے کہ میں تو قائداعظم کا عین ہوں۔ میرے اس دعویٰ سے قائداعظم کی قیادت میں کوئی فرق نہیں آتا اور مجھ کو اختیار ہے کہ میں قائداعظم کے جس حکم کو چاہوں ردی کی ٹوکری میں ڈال دوں تو کیا ایسا مدعی حکومت کے نزدیک قابل گردن زدنی نہ ہوگا اور کیا حکومت کے نزدیک کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا نام قائداعظم رکھے یا اخبارات اور اشتہارات میں اپنے آپ کو پاکستان کا وزیراعظم لکھ سکے۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ یہ شخص وزیراعظم سے علم اور عقل فہم اور فراست تدبر اور سیاست میں بڑھا ہوا ہو۔ کیونکہ ووٹ کی وزارت میں کھوٹ ممکن ہے۔

لیکن نبوت ورسالت کی بارگاہ میں ان خرافات کو پر مارنے کی بھی مجال نہیں۔

پس جب کہ قائداعظم اور وزیراعظم نام رکھنا بغاوت اور جرم عظیم ہے تو کیا کسی کا یہ دعویٰ کہ میں رسول اعظم ہوں یہ بغاوت اور کفر عظیم نہ ہوگا؟ بہت سے یہود اور نصاریٰ حضور پرنور ﷺ کی نبوت کو مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت فقط عرب کے

ساتھ مخصوص تھی۔ تمام عالم کے لئے عام نہ تھی تو کیا اس تاویل کی وجہ سے ان یہود ونصاریٰ کو مسلمان کہا جاسکتا ہے۔

اگر ’’لا نبی بعدی ‘‘میں یہ تاویل درست ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی مستقل رسول نہیں ہوسکتا تو کیا اگر مدعی الوہیت ’’لا الٰہ الا اللہ ‘‘ کے یہ معنی بیان کرے کہ اللہ کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں۔ البتہ ظلی اور بروزی اور مجازی خدا اور بھی ہوسکتے ہیں تو یہ تاویل کیوں درست نہیں؟

سامری کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ یہ بچھڑا مستقل خدا ہے بلکہ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا اس میں حلول کر آیا ہے۔ جیسے ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کے متعلق عقیدہ ہے کہ خدا ان میں حلول کر آیا تھا۔ ہندو اپنے اوتاروں کو مستقل خدا نہیں مانتے۔ اسی طرح مرزاقادیانی کا یہ کہنا کہ میں نبی اکرم ﷺ کا بروز ہوں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مجھ میں حلول کر آئے ہیں۔ مرزاقادیانی کا تمسخر تو دیکھئے کہ یہ کہتا ہے کہ میری آمد سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگائی مگر مرزاقادیانی نے نبوت کو اس طرح چرایا کہ اللہ کی لگائی ہوئی مہر بھی نہ ٹوٹی اور نبوت بھی چرالی اس لئے میں کہتا ہوں کہ مسیلمہ پنجاب یمن کے مسیلمہ کذاب سے چالاکی اور عیاری میں کہیں بڑھ کر ہے۔

ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ مرزاقادیانی کی تاویلات مہملہ کی طرف کوئی توجہ کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النّبیین کی آیت اتری اس نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے اور امت کو کیا معنی سمجھائے اور عہد صحابہ ؓ سے لے کر اس وقت تک پوری امت اس آیت کے کیا معنی سمجھتی رہی۔ کیا تیرہ سو سال کے علماء امت اور ائمہ لغت وعربیت کو عربی لغت کی اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے ایک دہقان کو ٹوٹی پھوٹی عربی کی خبر تھی۔

مرزاقادیانی نہ پنجابی نہ اردو اور نہ فارسی اور نہ عربی اور نہ انگریزی کسی زبان کے ادیب تھے۔ ان کے معاصر بلکہ بہت سے ان کے منکر اور کافر اردو اور فارسی اور عربی مرزاقادیانی سے بہتر جانتے تھے۔ اس پر تمام امت کے علماء کی نسبت یہ کہنا کہ خاتم النّبیین کی آیت کا مطلب نہیں سمجھا کیا کھلا ہوا مراق اور مالیخولیا نہیں۔ (جس کا خود مرزاقادیانی کو بھی اقرار ہے)

علاوہ ازیں دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی بھی خاتم النّبیین کے وہی معنی بیان کرتے تھے جو امت کے تمام علماء بیان کرتے چلے آئے اور مرزا قادیانی صاف طور پر یہ لکھتے آئے کہ جو حضور پرنور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دعوائے نبوت کے بعد اس پر تاویل کا رنگ چڑھانا شروع کیا جو قابل التفات نہیں۔

اب مرزا قادیانی کے اس بارہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول قدیم ہے جو علماء امت کے موافق ہے اور ایک قول جدید ہے جو مسیلمہ کذاب کے مطابق ہے اور مرزا قادیانی کا یہ اقرار ہے کہ مجھ کو مراق اور مالیخولیا کی بیماری ہے۔

لہٰذا مراقی کے جب اقوال مختلف ہوں تو مراقی کا وہی قول قبول کیا جائے گا کہ جو مراق سے قبل تمام عقلاء امت کے مطابق اس کی زبان سے نکل چکا ہے۔

ہم مسلمانوں کے لئے تو گنجائش ہے کہ مرزا قادیانی کے مراق اور مالیخولیا میں کوئی تاویل کر لیں کہ وہ حقیقتاً مراقی نہ تھے بلکہ کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر مجازاً اپنے آپ کو مراقی فرما گئے۔ لیکن قادیانیوں پر فرض قطعی ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے مراق اور مالیخولیا پر بلا کسی تاویل کے ایمان لائیں۔ ورنہ اگر مرزا قادیانی کے مراقی اور مالیخولیائی ہونے میں ذرا بھی شک کریں گے تو کافر اور مرتد ہو جائیں گے۔ نبی جو کہے اس پر بے چون وچرا ایمان لانا فرض ہے۔

دس مدعیان نبوت

مدعیان نبوت کے خروج اور ظہور کی پیشین گوئی

حضور پرنور ﷺ نے بہت سی پیشین گوئیاں فرمائیں اور سب کی سب حرف برحرف سچی نکلیں۔ ایک پیشین گوئی حضور ﷺ نے یہ بھی فرمائی کہ قیامت سے پہلے بہت سے کذاب اور دجال ظاہر ہوں گے۔ ہر ایک کا دعویٰ یہ ہوگا کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ خوب سمجھ لو کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ خدا کا آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ خاتم النّبیین کے بعد کسی کا فقط یہ دعویٰ کہ میں نبی ہوں۔ یہی اس کے کاذب اور دجال ہونے کی دلیل ہے۔

حضورﷺ نے اپنے بعد کسی نبی کے آنے کی پیشین گوئی نہیں فرمائی بلکہ مدعیان نبوت کی پیشین گوئی فرمائی اور ایک حرف یہ نہ فرمایا کہ تم اس مدعی نبوت سے اوّلاً یہ دریافت کرنا کہ تو کس قسم کی نبوت کا مدعی ہے اور تیری نبوت کی کیا دلیل ہے؟ اگر حضورﷺ کے بعد کوئی سچا نبی آنے والا ہوتا تو حضور پرنورﷺ اس کی خبر دیتے اور لوگوں کو ہدایت فرماتے کہ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کا انکار کر کے دوزخی نہ بننا بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ کذاب ودجال پیدا ہوں گے جو نبوت کے مدعی ہوں گے۔ تم ان کے دھوکہ اور فریب میں نہ آنا اور اس کے جھوٹا ہونے کی علامت ہی یہ ہوگی کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ چنانچہ اس کا ظہور حضور کی اخیر زندگی ہی سے شروع ہو گیا اور نبوت کے دعویدار ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ یمن میں اسود عنسی نے اور یمامہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

''وروی ابویعلی باسناد حسن عن عبدالله بن الزبیر تسمیة بعض الکذابین المذکورین بلفظ لاتقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا منهم مسیلمة والعنسی والمختار'' (فتح الباری ج۶ص۴۵۴)

(ترجمہ) ''ابویعلی نے عبداللہ بن زبیرؓ سے باسناد حسن روایت فرمائی ہے جس میں بعض کذابوں کے نام بھی آپ نے ذکر فرمائے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک کہ تیس کذاب برآمد نہ ہوں۔ ان میں مسیلمہ اور عنسی اور مختار ہوں گے۔''

سب سے پہلا مدعی نبوت اور اس کا قتل

سب سے پہلا مدعی نبوت اسود عنسی ہے جو بڑا شعبدہ باز تھا اور کہانت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ لوگ اس کے شعبدوں کو دیکھ کر مانوس ہوگئے اور اس کے پیچھے ہو لئے اور قبیلہ نجران اور قبیلہ مذحج نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے علاوہ یمن کے اور بھی قبائل اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔

آنحضرتﷺ نے مسلمانان یمن کے پاس حکم بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو اسود کا فتنہ ختم کیا جائے۔ امام ابن جریر طبری ۱۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں: ''عن جشیش بن

الدیلمی قال قدم علینا وبر بن یحنس بکتاب النبی ﷺ یامر فیه بالقیام علی دیننا والنهوض والهرب والعمل فی الاسود اما غیلة اومصادفة‘‘

(تاریخ طبری ج۳ص۲۱۵)

(ترجمہ)’’جشیش راوی ہیں کہ وبر بن یحنس نبی اکرم ﷺ کا والا نامہ ہمارے نام لے کر جس میں ہم کو یہ حکم تھا کہ دین اسلام پر قائم رہیں اور اسود کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے تیار ہو جائیں اور جس طرح ممکن ہوا اسود کا کام تمام کریں۔ خواہ کھلم کھلا قتل کریں یا خفیہ طور پر یا کسی اور تدبیر سے۔‘‘

اور تاریخ ابن الاثیر میں ہے:’’**فتزوج معاذ بالسکون فعطغوا عیه وجاء الیهم والی من بالیمن من المسلمین کتاب النبی ﷺ یامرهم بقتال الاسود فقال معاذ فی ذلک وقویت نفوس المسلمین وکان الذی قدم بکتاب النبی ﷺ وبر بن یحنس الازدی قال جشیش الدیلمی فجاء تنا کتب النبی ﷺ یامرنا بقتاله اما مصادمة اوغیلة الیٰ آخره‘‘**

(تاریخ ابن الاثیر ج۲ص۱۲۸، ذکر اخبار الاسود العنسی بالیمن)

(ترجمہ)’’حضرت معاذؓ نے نکاح کیا اور تمام مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے پاس اور مسلمانان یمن کے پاس آنحضرت ﷺ کا خط موصول ہوا جس میں اسود کے ساتھ قتال کا حکم تھا۔ حضرت معاذؓ اس بارے میں کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے قلوب کو تقویت حاصل ہوئی۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کا خط لے کر آیا تھا۔ اس کا نام وبر بن یحنس ازدی تھا۔ جشیش دیلمی فرماتے ہیں ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کے کئی خط موصول ہوئے جن میں اسود کے قتال کا حکم تھا۔ علانیہ ہو یا تدبیر سے۔‘‘

چنانچہ حضرات صحابہؓ نے حسن تدبیر سے اس کذاب کا کام تمام کیا اور اس واقعہ کی خبر دینے کے لئے ایک قاصد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن قاصد کے پہنچنے سے پہلے حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی خبر ہوگئی۔ آپ نے اسی وقت صحابہ کو بشارت دی اور فرمایا:’’**قتل العنسی البارحة قتله رجل مبارک من اهل بیت مبارکین قیل ومن قال فیروز فاز فیروز‘‘**

(تاریخ طبری ج۳ص۲۲۸، تاریخ ابن الاثیر ج۲ص۱۳۲، تاریخ ابن خلدون ج۳ص۲۴۸)

(ترجمہ) ''کہ شب گزشتہ اسود عنسی مارا گیا اس کو ایک مبارک گھرانے کے مبارک مرد فیروز نے مارا ہے۔ فیروز کامیاب اور فائز المرام ہوا۔''

قاصد یہ خبر لے کر مدینہ اس وقت پہنچا کہ آنحضرت ﷺ وصال فرما چکے تھے۔ عبدالرحمٰن ثمالی رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں یہ اشعار لکھے۔

لعمری وما عمری علی بھین　　لقد جزعت عنس بقتل الاسود

قسم ہے میری زندگی کی اور میری قسم معمولی قسم نہیں۔ قبیلہ عنس اسود عنسی کے قتل سے گھبرا اٹھا۔

وقال رسول اللہ سیروا لقتلہ　　علی خیر موعود و اسعد اسعد

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے جاؤ اور بہترین وعدہ اور اعلیٰ ترین خوش نصیبی کی بشارت دی یعنی مدعی نبوت کا قتل اعلیٰ ترین سعادت ہے۔

فسرنا الیہ فی فوارس بھم　　علی حین امر من وصاۃ محمد

پس ہم چند سوار اسود کذاب کے قتل کے لئے روانہ ہوگئے تا کہ آپ ﷺ کے حکم اور وصیت کی تعمیل اور تکمیل ہو۔ (حسن الصحابۃ فی شرح اشعار الصحابہ ص۳۱۳)

خلافت راشدہ اور مدعیان نبوت کا قلع قمع

خلافت راشدہ اس حکومت کو کہتے ہیں کہ جو منہاج نبوت پر ہو اور اس حکومت کا حکمران نبی کے ظاہری اور باطنی کمالات کا آئینہ اور نمونہ ہو۔ خلافت راشدہ کا فیصلہ قیامت تک کے لئے پوری امت کے لئے حجت اور واجب العمل ہے۔

احادیث صحیحہ میں خلفاء راشدین کے اتباع کی تاکید آئی ہے۔ کتاب وسنت کے بعد خلافت راشدہ کا فیصلہ شرعی حجت ہے جس سے عدول اور انحراف جائز نہیں۔

قیامت تک آنے والی اسلامی حکومتوں کے لئے خلافت راشدہ عدالت عظمیٰ اور آخری عدالت ہے۔ جس کی کوئی اپیل نہیں ہوسکتی۔ کسی اسلامی حکومت کی یہ مجال نہیں کہ وہ خلافت راشدہ کے فیصلہ پر کوئی نظر ثانی کا تصور بھی کر سکے۔ خلافت راشدہ کے رشد اور صواب پر رسول اللہ کے دستخط ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد خلفاء راشدین واجب الاطاعت ہیں اور اگر بفرض محال کوئی دیوانہ یہ خیال کرے کہ خلفاء راشدین

کا فیصلہ حجت اور واجب الاطاعت نہیں تو پھر بتلائیے کہ دنیا میں خلفاء راشدین سے بڑھ کر کون ہے جس کا فیصلہ حجت سمجھا جائے؟

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ خلافت راشدہ نے کس طرح مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا اور کس طرح صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹایا۔’’جزاهم الله تعالیٰ عن الاسلام وسائر المسلمین خیرا کثیراً کثیراً. آمین‘‘

طلیحہ اسدی

اسود عنسی کی طرح طلیحہ اسدی نے بھی حضور پرنور ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسود کی طرح یہ بھی کاہن تھا۔ کچھ قبیلے اس کے بھی تابع ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لئے ضرار بن الاسود رضی اللہ عنہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت دے کر روانہ کیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے خوب سرکوبی کی اور مرتدین کو اتنا مارا کہ طلیحہ کی جماعت کمزور پڑ گئی لیکن اتنے میں آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر آگئی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ آگئے۔ ان کے واپس آجانے کی وجہ سے طلیحہ کا فتنہ پھر زور پکڑ گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جاتے ہی میدان کارزار گرم کیا۔ عینیہ بن حصن طلیحہ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں ایک طرف بیٹھا تھا۔ جب مرتدین کے پیر میدان جنگ سے اکھڑنے لگے تو عینیہ بن حصن لوگوں کو لڑتا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا میرے بعد تیرے پاس جبرائیل امین کوئی وحی لے کر آئے ہیں۔ طلیحہ نے کہا نہیں کوئی نہیں آئی۔ عینیہ لوٹ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا سوال کیا کہ کیا اس اثناء میں جبرائیل امین کوئی وحی لے کر آئے ہیں۔ طلیحہ نے کہا نہیں۔ عینیہ نے کہا آخر جبرائیل کب تک آئیں گے ہم تو تباہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد عینیہ پھر آیا اور طلیحہ سے پھر یہی سوال کیا۔ طلیحہ نے کہا ہاں! ابھی جبرائیل امین آئے تھے اور یہ وحی لے کر آئے ہیں۔

’’ان لک رحی کرحاه وحدیثا لاتنساه‘‘ تیرے لئے یہی خالد کی طرح ایک چکی ہوگی اور ایک بات پیش آئے گی جس کو تو کبھی نہ بھولے گا۔

عینیہ نے یہ سن کر کہا کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ کوئی بات ایسی ضرور پیش آئے گی جس کو تو نہ بھولے گا اور اس کے بعد قوم سے مخاطب ہو کر یہ کہا: ’’**انصرفوا یا بنی فزارۃ فانہ کذاب**‘‘ اے بنی فزارہ تم واپس ہو جاؤ۔ خدا کی قسم یہ شخص بالکل کذاب ہے۔

عینیہ کا یہ لفظ سنتے ہی تمام لوگ بھاگ گئے اور میدان خالی ہو گیا اور کچھ لوگ ایمان لے آئے۔ طلیحہ نے اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے پہلے ہی سے ایک گھوڑا تیار کر رکھا تھا جب اس پر سوار ہو کر بھاگنے لگا تو لوگوں نے آ کر اس کو گھیر لیا۔ طلیحہ نے جواب دیا: ’’**من استطاع ان یفعل ھکذا اوینجر بامر آتہ فلیفعل**‘‘ جو شخص ایسا کر سکتا ہو اور اپنی بیوی کو بچا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کر گزرے۔

اس طرح طلیحہ بھاگ کر ملک شام چلا گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تائب ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت عمرؓ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جنگ قادسیہ میں کارنمایاں کئے۔ والسلام!

(تاریخ طبری ج۳ ص۲۲۹، تاریخ ابن الاثیر ج۲ ص۱۳۰ تا ۱۳۳، تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۲۹۲)

وحی طلیحہ کا ایک نمونہ

’’**والحمام والیمام الصرد الصوام قد ضمن قبلکم باعوام لیلفن ملکنا العراق والشام**‘‘ (تاریخ ابن الاثیر ج۲ ص۱۳۳)

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب: یہ شخص قبیلہ بنی حنیفہ کا تھا۔ ۱۰ھ میں شہر یمامہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس کی عبارت یہ تھی: ’’**من مسیلمۃ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریش قوم یعتدون**‘‘ منجانب مسیلمہ رسول اللہ بطرف محمد رسول اللہ تم پر سلام ہو تحقیق میں نبوت میں تمہارے ساتھ شریک کر دیا گیا ہوں۔ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی۔ لیکن قریش ایک ظالم قوم ہے۔

مسیلمہ نے یہ خط دو آدمیوں کے ہاتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ ان دونوں نے کہا ہاں! اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر قاصد قتل کئے جاتے تو میں گردن اڑانے کا حکم دیتا۔ بعدازاں اس کے خط کا یہ جوب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’من محمد رسول اللہ الیٰ مسیلمة الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب محمد رسول اللہ بطرف مسیلمہ کذاب سلام ہو اس شخص پر کہ جو اللہ کی ہدایت کا اتباع کرے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ تحقیق زمین اللہ کی ہے اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو زمین کا مالک اور وارث بنائے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

(تاریخ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ج۲ ص۱۳۸) پر لکھتے ہیں: ’’فکان اعظم فتنة علی بنی حنیفة من مسیلمة شھدان محمد ﷺ قد اشرک معه فصدقوہ واستجابوا له‘‘ یعنی بنی حنیفہ کے حق میں فتنہ کا بڑا سبب یہ ہوا کہ مسیلمہ نے یہ مشہور کیا کہ محمد ﷺ نے مجھ کو اپنی رسالت میں شریک کر لیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کا نام سن کر مسیلمہ کی تصدیق کی اور اس کی دعوت کو قبول کیا۔

اور مسیلمہ کو اس دعوے کی تائید کے لئے نہار نامی ایک شخص ہاتھ آ گیا۔ یہ شخص شرفاء بنی حنیفہ میں سے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہ کر قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور دین کی تعلیم دو۔ یہ بدبخت مدینہ سے واپس آ کر مسیلمہ سے مل گیا اور علی الاعلان آ کر یہ شہادت دی کہ میں نے خود محمد ﷺ سے سنا ہے کہ مسیلمہ نبوت میں میرا شریک ہے۔ اس لئے بنی حنیفہ کے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور مسیلمہ کے بہکائے میں آ گئے۔

مسیلمہ یمامہ اور مسیلمہ قادیان میں فرق

مرزا قادیانی نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا کہ جو مسیلمہ یمامہ نے کیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی چالاکی میں مسیلمہ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مسیلمہ تو یہ کہتا تھا کہ حضور پرنور ﷺ نے مجھ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے اور مرزا قادیانی یہ فرماتے ہیں کہ میں نبوت میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک نہیں بلکہ عین محمد ﷺ ہوں اور میری بعثت بعینہٖ بعثت محمدیہ ہے اور بعثت ثانیہ بعثت اولیٰ سے کہیں افضل اور اکمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ قادیان جو بعثت ثانیہ کا محل ہے۔ مکہ مکرمہ سے افضل سے بہتر ہے اور مرزا قادیانی باوجود مراق اور مالیخولیا کے محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل اور اکمل ہیں۔ ابلہ گفت دیوانہ باور کرد، کی مثل صادق ہے۔ پاگل نے کہا اور دیوانہ نے اس کو مان لیا۔

اس خط وکتابت کے بعد آنحضرت ﷺ کا وصال ہوگیا اور بغیر اس فتنہ کی تدبیر کے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اسی اثناء میں ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ (جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے) جس کا نام سجاح تھا مسیلمہ نے اس سے نکاح کر لیا اس کے لشکر سے مسیلمہ کو مزید قوت اور شوکت حاصل ہوئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے اوّلاً عکرمتہ بن ابی جہل کی زیر امارت ایک لشکر روانہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر ان کے بعد دوسرا لشکر شرحبیل بن حسنہ کی سرکردگی میں ان کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کو بھی شکست ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کے لشکر میں چالیس ہزار جنگ آزمود سپاہی تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چھوٹے چھوٹے لشکر پورا مقابلہ نہ کر سکے۔ بالآخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی مہم کے لئے روانہ فرمایا۔ اس معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لخت جگر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لخت جگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔

مرتدین سے اب تک جس قدر معرکے پیش آئے ان میں مسیلمہ کذاب کا معرکہ سب سے زیادہ سخت تھا اور قوت اور شوکت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی فوج دس ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔

مسیلمہ کذاب کو جب خالد بن ولیدؓ کی آمد کی خبر ملی تو آگے بڑھ کر مقام عقرباء میں پڑاؤ ڈالا۔ اس میدان میں حق اور باطل اور نبوت صادقہ اور کاذبہ کا خوب مقابلہ ہوا۔ معرکہ نہایت سخت تھا۔ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آتا تھا اور کبھی مسیلمہ کا۔ یہاں تک کا مسیلمہ کے کئی سپہ سالار مارے گئے۔ سب سے اوّل مسیلمہ کی طرف سے نہار میدان میں آیا حضرت زیدؓ بن الخطاب کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مسیلمہ کا دوسرا مشہور سردار محکم بن طفیل حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے تیر قضاء سے ختم ہوا۔ مرتدین کے قدم اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کو مارتے مارتے مقام حدیقہ تک پہنچا دیا۔ یہ مقام چاردیواری سے محصور تھا۔ یہ ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے۔ مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔ اسی باغ میں مسیلمہ قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں کا لشکر بھاگ کر حدیقہ میں داخل ہوگیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت براء بن مالکؓ نے اس وقت صحابہؓ سے کہا:

”یامعشر المسلمین القونی علیهم فی الحدیقة فقالوا لا نفعل فقال والله لتطر حننی علیه فاحتمل حتی اشرف علی الجدارنا فتها علیهم وقاتل علی الباب وفتح للمسلمین ودخلوها علیهم فاقتلوا اشد قتال وکثر القتلٰی فی الفریقین لاسیمافی بنی حنیفة فلم یزالوا کذالک حتی قتل مسیلمة واشترک فی قتلم وحشی مولی جبیر بن مطعم ورجل من الانصار اما وحشی فدفع علیه حربة وضربه الانصاریٰ بسیفه“

(تاریخ ابن الاثیر ج۲ ص۱۳۹)

(ترجمہ)”مسلمانوں کی جماعت مجھ کو حدیقہ میں پھینک دو۔ مسلمانوں نے کہا ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ براء بن مالکؓ نے کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ کو اندر پھینک دو۔ لوگوں نے مجبوراً اٹھا کر دیوار پر پہنچا دیا۔ براء بن مالکؓ دیوار پر اندر کود ے اور دروازہ پر کچھ دیر مقابلہ کیا۔ بالآخر انہوں نے دروازہ کھول لیا۔ مسلمان اندر گھس آئے اور خوب مقابلہ ہوا۔ فریقین کے بہت آدمی مارے گئے۔ یہاں تک مسیلمہ کذاب بھی مارا گیا۔ وحشیؓ نے مسیلمہ کے ایک نیزہ پھینک مارا جس کی وجہ سے وہ حرکت نہ کر سکا اور ایک انصاری نے تلوار سے اس کا سر قلم کیا۔“

یہ وحشی رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسی نیزہ سے شہید کیا تھا۔اب اسلام لانے کے بعد اسی نیزہ سے مسیلمہ کذاب کو مارا اور بطور فخر بلکہ بطور شکر اور بطریق شکر یہ کہا کرتے تھے۔

''قتلت فی جاھلیتی خیرالناس وفی اسلامی شر الناس''

(ترجمہ)''اگر میں نے زمانہ جاہلیت میں اس نیزہ سے ایک بہترین انسان کو مارا ہے۔(یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو) تو زمانہ اسلام میں اسی نیزہ سے ایک بدترین انسان یعنی ایک مدعی نبوت کو مارا ہے۔'' (روح المعانی)

اور وہ انصاری جنہوں نے مسیلمہ کا سر اپنی تلوار سے قلم کیا ان کا نام عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہے۔انہی کا یہ شعر ہے:

یسائلنی الناس عن قتلہ فقلت ضربت وھذا طعن

لوگ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کو کس نے مارا۔تو میں جواب میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ میں نے تلوار ماری اور وحشی نے نیزہ مارا۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کے چھ سو ساٹھ آدمی شہید ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے بقول ابن خلدون سترہ ہزار آدمی مارے گئے۔امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی عقرباء میں اور سات ہزار حدیقہ میں مارے گئے اور یہ باغ حدیقۃ الموت کے نام سے مشہور ہوگیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ مظفر ومنصور مدینہ منورہ واپس آئے۔دوسری روایات میں مسلمانوں کے بارہ سو اور مسیلمہ کے اٹھائیس ہزار آدمی اس جنگ میں کام آئے۔ واللہ اعلم!

محمد بن الحنیفہ

محمد بن حنیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادہ ہیں اور حنیفہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں جو قبیلہ بنی حنیفہ کی باندی تھیں۔مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں گرفتار ہوکر آئیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطاء ہوئیں۔

معلوم ہوا کہ مدعی نبوت کی اولاد اور ذریت اور بچوں اور عورتوں کو غلام بنا کر لوگوں پر تقسیم کرنا باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بلاشبہ وریب جائز اور روا ہے۔

مسیلمہ کذاب کے متبعین اوراذناب کا حشر

’’روی الزھری عن عبیداللّٰہ بن عبداللّٰہ قال اخذ بالکوفۃ رجال یؤمنون بمسیلمۃ الکذاب فکتب فیھم الیٰ عثمان فکتب عثمان اعرض علیھم دین الحق وشھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ ﷺ فمن قالھا وتبرآ من دین مسیلمۃ فلا تقتلوہ ومن لزم دین مسیلمۃ فاقتلوہ فقبلھا رجال منھم ولزم دین مسیلمۃ رجال فقتلوا‘‘

(احکام القرآن للجصاص ج۲ص۲۸۸، باب استتابۃ المرتد وسنن کبریٰ الامام البیہقی ج۸ص۲۰۱)

(ترجمہ)’’زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں کچھ آدمی گرفتار کئے گئے جوکہ مسیلمہ کذاب پر ایمان لائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ان پر دین حق اور کلمہ ’’**لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**‘‘ پیش کیا جائے جو شخص اس کلمہ کو پڑھے اور دین مسیلمہ سے برأت کا اظہار کرے اس کو قتل نہ کرو اور جو شخص دین مسیلمہ کذاب پر جما رہے اسے قتل کردو۔ تو بہت سے آدمیوں نے کلمہ اسلامی کو قبول کرلیا اور بہت سے دین مسیلمہ پر قائم رہے انہیں قتل کیا گیا۔‘‘

سجاح بنت حارث

سجاح بنت حارث قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت تھی۔ نہایت ہوشیار تھی اور حسن خطابت وتقریر میں مشہور تھی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک گروہ ساتھ ہوگیا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ کیا مگر کسی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی ہوگیا۔ بعدازاں سجاح نے مسیلمہ کا رخ کیا۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر سجاح سے جنگ چھڑی تو کہیں قوت نہ کمزور ہوجائے۔ اس لئے مسیلمہ نے بہت سے ہدایا اور تحائف سجاح کے پاس بھیجے اور اپنے لئے امن طلب کیا اور ملاقات کی درخواست کی۔ مسیلمہ بنی حنیفہ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ سجاح سے جا کر یہ کہا کہ عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے۔ لیکن قریش نے بدعہدی کی اس لئے وہ نصف میں نے تم کو دے دیئے۔

بعدازاں مسیلمہ نے سجاح کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ سجاح نے اس کو قبول کیا۔ مسیلمہ نے ملاقات کے لئے ایک نہایت عمدہ خیمہ نصب کرایا اور قسم قسم کی خوشبوؤں سے اس کو معطر کیا اور تنہائی میں ملاقات کی۔ کچھ دیر تک سجاح اور مسیلمہ میں گفتگو ہوتی رہی۔ ہرایک نے اپنی اپنی وحی سنائی اور ہرایک نے ایک دوسرے کی نبوت کی تصدیق کی اوراسی خیمہ میں نبی اور نبیہ کا بلاگواہوں اور بلامہر کے نکاح ہوا۔ تین روز کے بعد سجاح اس خیمہ سے برآمد ہوئی۔ قوم کے لوگوں نے پوچھا کیا ہوا۔ کہا کہ میں نے مسیلمہ سے صلح کر لی اور نکاح بھی کرلیا۔ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا اور سجاح کو لعنت ملامت کی۔ قوم نے پوچھا کہ آخر مہر کیا مقرر ہوا۔ سجاح نے کہا کہ اچھا میں پوچھ کر آتی ہوں کہ میرا مہر کیا ہے۔ سجاح مسیلمہ کے پاس آئی اور مہر کا مطالبہ کیا۔ مسیلمہ نے کہا جا اپنے ہمراہیوں سے یہ کہہ دے کہ مسیلمہ رسول اللہ نے سجاح کے مہر میں دونمازیں فجر اور عشاء کی تمہیں معاف کردیں۔ جن کو محمد ﷺ نے تم پر فرض کیا تھا۔ سجاح نے واپس آکر اپنے رفقاء کو اس مہر کی خبر کی۔ اس پر عطارد بن حاجب نے یہ شعر کہا ؎

امست نبیتنا انثی نطوف بها واصبح انبیاء الناس ذکرانا

(شرم کی بات ہے) ہماری قوم کا نبی عورت ہے جس کے گرد ہم چکر کاٹ رہے ہیں اور لوگوں کے نبی مرد ہوتے چلے آئے ہیں۔

سجاح جب مسیلمہ کے پاس سے لوٹی تو اثناء راہ میں خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اسلامی لشکر مل گئے۔ سجاح کے رفقاء تو منتشر ہوگئے اور سجاح روپوش ہوگئی اور اسلام لے آئی اور پھر وہاں سے بصرہ چلی گئی اور وہیں اس کا انتقال ہوا اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر تھے۔

(تاریخ ابن الاثیر ج۲ ص۱۳۵)

اطلاع

سجاح اور مسیلمہ کے وہ الہامات جو اس خیمہ میں ہوئے وہ تاریخ ابن الاثیر اور تاریخ طبری ج۳ ص۲۴۹ میں مذکور ہیں۔ ہم نے شرم کی وجہ سے ان کو حذف کردیا۔

مختار بن ابی عبید ثقفی

مختار بن ابی عبید ثقفی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ظاہر ہوا مدعی نبوت تھا اور یہ کہتا تھا کہ جبرائیل امین میرے پاس آتے ہیں۔ ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ لعنة الله عليه!

”وفی ایام ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کان خروج المختار الكذاب الذی ادعی النبوة فجهز ابن الزبیر لقتاله الی ان ظفر به فی سنة سبع وستین وقتله لعنة الله“ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۸۳)

”وقد ظهر بالعراق وكان یدعی ان جبرئیل یاتیه بالوحی. كذافی دول الاسلام“ (لحافظ الذہبی ج۱ص۳۵)

(ترجمہ) ”عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں مختار کذاب مدعی نبوت کا خروج ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتال کے لئے لشکر تیار کیا۔ یہاں تک کہ اس پر فتح پائی۔ ۶۷ء کا یہ واقعہ ہے یہ شخص ملعون آخرکار قتل ہوا۔“

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص عراق میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ جبرائیل امین میرے پاس وحی لاتا ہے۔

حارث بن سعید کذاب دمشقی

حارث بن سعید نے عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ بن مروان کے زمانہ خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ بن مروان نے اس کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا۔ عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ بن مروان خود تابعی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام مسلمہ رضی اللہ عنہا اور بریرہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سنی تھی اور عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور خالد بن معدان رضی اللہ عنہ اور زہری رضی اللہ عنہ جیسے علماء تابعین عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے۔ (کمافی تاریخ الخلفاء ص۸۴)

ان حضرات کی موجودگی میں عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے اس متنبّی کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا۔ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ بن مروان نے حارث متنبّی کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا۔ اسلامی خلفاء اور بادشاہوں نے ہر زمانہ میں جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا

ہی کیا ہے اور علماء عصر نے ان کے فعل صواب پر اتفاق کیا۔ کیونکہ یہ جھوٹے مدعیان نبوت مفتری علی اللہ ہیں۔ خداوند قدوس پر جھوٹا الزام رکھتے ہیں کہ اس نے ان کو نبی بنایا اور پیغمبر ﷺ کے خاتم النّبیین اور ’’لا نبی بعدہ‘‘ کے منکر ہیں اور علماء کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ جو شخص مدعیان نبوت کی تکفیر کرنے والوں سے بھی اختلاف کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ ان مدعیان نبوت کے کفر اور تکذیب علی اللہ پر راضی وخوش ہے۔‘‘

(نسیم الریاض ج۴ص ۵۷۵)

مغیرۃ بن سعید عجلی بیان بن سمعان تمیمی

۱۱۹ھ میں مغیرۃ بن سعید عجلی اور بیان بن سعید تمیمی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خالد بن عبداللہ قسری نے جو ہشام بن عبدالملک کی طرف سے امیر عراق تھا دونوں کو قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکایا اور پھر آگ کے گڑھے میں ڈال کر جلوایا۔

(تاریخ کامل ج۵ص ۷۶، تاریخ طبری ج۸ص ۲۴۰)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہشام کے زمانہ خلافت میں سالم بن عبداللہ بن عمر اور نافع مولی ابن عمر اور طاؤس اور سلیمان بن یسار اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حسن بصری اور محمد بن سیرین اور مکحول اور عطاء بن ابی ریاح اور امام باقر اور وہب بن منبہ اور سکینہ بنت حسین اور ثابت نبانی اور مالک بن دینار اور ابن شہاب زہری اور ابن عامر مقری شام وغیرہ یہ اکابر علماء موجود تھے اور شعراء میں جریر اور فرزوق تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص۹۶ مصری)

امام عبدالقاہر بغدادی نے فرمایا ہے۔ تیسری فصل فرقہ مغیریہ کے ذکر میں ہے یہ لوگ مغیرہ بن سعید عجلی کے پیروکار ہیں۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ مغیرہ نے کفر صریح اختیار کیا۔ مثلاً نبوت کا دعویٰ کرنا اور اسم اعظم کے علم کا مدعی ہونا وغیرہ وغیرہ اس نے اپنے مریدوں کے آگے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ اسم اعظم کے ذریعہ سے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے اور لشکروں کو بھی شکست دے سکتا ہے۔

ابومنصور عجلی

یہ شخص ابتداء میں رافضی تھا۔ بعد میں ملحد اور زندیق بنا اور مرزائیوں کی طرح آیات قرآنیہ میں عجیب عجیب تاویلیں کیں اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی جو کہ خلیفہ

ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی اور امیر تھا۔ اس کو جب اس کے عقائد کفریہ کا علم ہوا تو ابومنصور کو گرفتار کرا کے کوفہ میں پھانسی پر لٹکایا۔

چنانچہ شیخ عبدالقاہر بغدادی اپنی کتاب (الفرق بین الفرق ص۲۳۴) میں لکھتے ہیں کہ فرقہ منصوریہ ابومنصور عجلی کے متبعین کا نام ہے۔ اس شخص کا دعویٰ تھا کہ امامت اولاد علی کرم اللہ وجہہ میں دائرہ ہے اور اپنے آپ کو امام باقرؒ کا خلیفہ بتلاتا۔ اس کے بعد اپنے ملحدانہ دعاوی میں اضافہ کیا کہ مجھے معراج آسمانی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ بیٹے میری تبلیغ کرتا رہ۔ اس کے بعد زمین پر اتار دیا اور کہا کرتا تھا کہ آیت خداوندی: ''وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولو اسحاب مرقوم'' میرے حق میں نازل ہوئی یہ فرقہ (آج کل کے نیچریوں اور منکرین حدیث کی طرح) قیامت اور جنت دوزخ کا منکر تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جنت سے مراد دنیا کی نعمتیں اور دوزخ سے مراد دنیا کے رنج والم اور مصائب ہیں اور ان کے نزدیک باوجود اس ضلالت کے اپنے مخالفوں کا خفیہ قتل کرنا جائز تھا۔ یہ فتنہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ یوسف بن عمر ثقفی والئ عراق نے ابومنصور عجلی کو سولی پر لٹکا کر اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔

ابوالطیب احمد بن حسین متنبّی

ابوالطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبّی کے نام سے ایک مشہور شاعر ہے اور جس کا دیوان دنیا میں مشہور اور فن ادب کا جزو نصاب ہے۔ حمص کے قریب مقام سماوہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کچھ اہل حماقت اور اہل غباوۃ اس کے متبع ہوگئے۔ امیر حمص نے متنبّی کو جیل خانہ میں بند کر دیا۔

بالآخر جب جیل خانہ سے دعوائے نبوت سے تحریری توبہ نامہ لکھ کر بھیجا تب رہا ہوا۔

(حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ ج۱۱ ص۲۵۷) میں لکھتے ہیں: اس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں اور میری طرف وحی آتی ہے۔ جاہلوں اور سفلہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس کو مان لیا۔ نزول قرآن کا بھی یہ شخص مدعی تھا۔ چنانچہ اس کی وحی اور قرآن کے چند جملے شہرت پا چکے ہیں۔ ''والنجم السیار والفلک الدوار واللیل والنہار ان الکافر لفی خسار. مض علی سننک واقف اثر من کان قبلک من

المرسلین فان اللہ قامع بک من الحدفی دینه وضل عن سبیله‘‘اس قسم کے ہذیانات (جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ میں وحی اور الہامات اکٹھے کئے ہیں) اس شخص کے بھی مشہور ہوگئے تھے جس وقت اس مدعی نبوت کی خبریں اور چرچے عام ہوئے اور ایک جماعت اہل غباوت وحماقت اس کے گرد جمع ہوگئی تو حمص کے حاکم امیر لولو نے اس پر چڑھائی کی اور قتال ومقابلہ کے بعد اس کے آدمیوں کو منتشر کیا اور اسے گرفتار کر کے قید وبند میں ڈال دیا۔

چنانچہ جب احمد بن حسین کافی عرصہ جیل خانے میں بیمار رہنے کے بعد ہلاکت کے قریب پہنچ گیا تو امیر نے اسے نکال کر توبہ کا مطالبہ کیا۔ اس وقت احمد بن حسین دعوائے نبوت سے تائب ہوا اور اپنے پچھلے تمام دعاوی کو جھٹلایا اور ایک تحریری توبہ نامہ شائع کیا جس میں لکھا تھا کہ میں تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتا ہوں اور میرے پچھلے تمام دعاوی غلط اور جھوٹ تھے۔ اس پر امیر لولوء نے اس کو آزاد کر دیا۔ (تاریخ بدایۃ والنہایۃ)

اختصار کی بناء پر عربی عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کتاب مذکور کے (ص۲۵۹) پر لکھتے ہیں: ’’**وقد شرح دیوانه العلماء بالشعر واللغة نحوا من ستین شرحا وجیزا وبسیطا**‘‘ علماء لغت اور علماء شعر نے متنبّی کے دیوان کی مختصر اور مطول ساٹھ شرحیں لکھی ہیں۔

یہ ساٹھ شرحیں تو حافظ ابن کثیر کے زمانہ تک لکھی گئی اور ۷۷۴ھ (جو کہ ابن کثیر کا سن وفات ہے) اس سے لے کر ۱۳۲۷ھ تک جو شروح وحواشی لکھے گئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

قصیدۂ اعجازیہ مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا قادیانی کو اپنے قصیدۂ اعجازیہ پر ناز ہے جو غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کو جاننا چاہئے کہ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے اشعار کو دیوان متنبّی کے اشعار سے کوئی نسبت بھی نہیں۔ ممکن ہے کہ قادیان کے کچھ دہقان مرزا قادیانی کے قصیدۂ اعجازیہ پر ایمان لے آئیں۔ مگر ذرا دنیا کے ادباء اور شعراء کے سامنے پیش کر کے دیکھیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ قادیان کے دہقان کا کیسا ہذیان ہے۔

فتلک عشرة کاملة!

اس وقت ہم فقط ان دس مدعیان نبوت کے قتل اور صلب کے واقعات پر اکتفاء کرتے تھے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم　　که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

اجمالی انواع کفر مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا قادیانی کے کفر کی جزئیات کا شمار تو ہماری حیطہ قدرت سے باہر ہے۔ ''واللہ بکل شئ محیط'' البتہ مرزا قادیانی کے کفر کے کچھ انواع کلیہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس کے تحت میں بے شمار جزئیات ہیں جو مرزا قادیانی کے کتابوں میں مذکور ہیں۔

۱...... انکار ختم نبوت۔

۲...... دعوائے نبوت حقیقت وتشریعیہ ومستقلہ۔

۳...... توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۴...... انکار معجزات عیسوی کہ بنصوص قرآنیہ ثابت شدہ اند۔

۵...... انکار نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔

۶...... دعوائے مساوات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۷...... دعوائے افضلیت بر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۸...... دعوائے افضلیت پر جمیع انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۹...... نصوص قطعیہ اور عقائد اسلامیہ میں تحریف۔

۱۰...... قطعیات اور متواترات اور اجماعیات کا انکار۔

فتلک عشرۃ کاملة

یہ دس وجوہ ہم نے مرزا قادیانی کے کفر کی ذکر کی ہیں۔ وہ سب کلی وجوہ ہیں۔ ہر کلی کی جزئیات اور امثلہ مرزا قادیانی کی کتابوں سے کم ازکم سو سو فراہم ہوسکتی ہیں اور دس کو سو میں ضرب دینے سے حاصل ضرب ایک ہزار نکلتا ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی کی وجوہ کفر تفصیلی طور پر کم ازکم ایک ہزار جمع ہوسکتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے نشانات کی تعداد دس لاکھ لکھی ہے۔ عجب نہیں کہ ان دس لاکھ نشانات سے کفر اور الحاد کے نشانات مراد ہوں جو اوّلین اور آخرین میں سے کسی ملحد اور مفتری کو نہیں دیئے گئے۔

مرزائیوں کے مختلف فرقے اوران کا باہمی فرق

مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے زیادہ تر تین پارٹیوں پر منقسم ہیں۔ ایک پارٹی ظہیرالدین اروپی کی ہے۔ دوسری مرزا محمود قادیانی کی پارٹی ہے اور تیسری پارٹی محمد علی لاہوری کی ہے۔

اروپی پارٹی کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی مستقل نبی تھے اور ناسخ قرآن تھے اور شریعت محمدیہ مرزا قادیانی کے آنے سے منسوخ ہوچکی۔ مرزا محمود خلیفہ قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی حقیقی نبی ہیں اور جو مرزا قادیانی کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

اور محمد علی لاہوری اور اس کی پارٹی کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی حقیقی نبی تو نہیں مگر مجازی اور لغوی نبی ہیں اور مسیح موعود حقیقی ہیں۔

اوّل الذکر جماعتوں کا کفر لوگوں کی نظر میں ظاہر ہے۔ البتہ لاہوری جماعت میں لوگ سوال کرتے ہیں کہ یہ جماعت کیوں کافر ہے؟

جواب: یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ صریح اور صاف ہیں اور اردو زبان میں ہیں جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں اور پھر ہر کفر سو سو عنوان اور سو سو تعبیر سے مرزا قادیانی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایسے صریح کفر میں تاویل کرنا اور صریح کافر اور مرتد کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مجدد یا مسیح موعود مانا جائے۔

نیز مرزا غلام احمد قادیانی فقط دعوائے نبوت کی وجہ سے کافر نہیں بلکہ اور وجوہ سے بھی کافر ہے اور لاہوری جماعت سوائے دعوائے نبوت کے مرزا قادیانی کی تمام باتوں کی تصدیق کرتی ہے اور دل وجان سے ایمان رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں محمد علی لاہوری نے انگریزی اور اردو میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے جس میں بہت سی آیات قرآنیہ کی تحریف کی وہ تحریفات اس جماعت کے کفر کے مستقل وجوہ ہیں۔

لاہوری مرزائیوں سے سوال

اگر مرزا قادیانی حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے تو یہ بتلایا جائے کہ حقیقی نبوت کا دعویٰ

کن الفاظ سے ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ تو مرزا قادیانی کے نزدیک بھی حقیقی نبی تھے جو الفاظ حضور ﷺ کی نبوت کے لئے قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وہی الفاظ مرزا قادیانی نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے۔ صریح مکابرہ اور مجادلہ ہے۔ ایک شخص صراحۃً علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ میں وزیراعظم ہوں اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اس کی مراد ظلی اور بروزی اور مجازی اور لغوی وزارت ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کی عبارتیں عموماً اردو زبان میں ہیں۔ کیا سوائے محمد علی لاہوری کے کوئی اردو زبان سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔

۲...... اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مرزا قادیانی نے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ظلی اور بروزی اور مجازی نبوت کے مدعی تھے تو بتلایا جائے کہ ظلی اور مجازی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار کفر اور ارتداد ہے۔

۳...... نیز یہ بتلایا جائے کہ لاہوری جماعت اس گروہ کو جو مرزا قادیانی کو حقیقتاً نبی مانتی ہے۔ جیسے بشیرالدین محمود اس کی تکفیر کیوں نہیں کرتی۔ لاہوری جماعت کو چاہئے کہ قادیانی جماعت کے کفر کا اعلان کرے اور ان سے بیاہ شادی اور میراث کے عدم جواز کا فتویٰ دے۔ لیکن معاملہ برعکس ہے جو لوگ حضور ﷺ کو صحیح معنی میں خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ لاہوری جماعت ان سے کافروں کا سا معاملہ کرتی ہے اور کسی مرزائیہ لڑکی کا نکاح غیر مرزائی سے جائز نہیں سمجھتی اور نہ ان کے پیچھے نماز درست سمجھتی ہے اور قادیانی جماعت سے یہ بیاہ شادی و میراث وغیرہ سب کو جائز اور حق سمجھتی ہے۔

۴...... نیز اگر آپ کے نزدیک مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں بھی نہیں دیں اور آنحضرت ﷺ کی مساوات بلکہ افضلیت کا بھی دعویٰ نہیں کیا اور کیا مرزا قادیانی نے اسلام کے قطعی اور اجماعی امور میں تاویل اور تحریف بھی نہیں کی۔

کیا ان باتوں سے آدمی کافر اور مرتد ہوتا ہے یا نہیں۔ بلاشبہ مرزا قادیانی ایک وجہ سے نہیں بلکہ صدہا وجوہ سے صریح کافر اور مرتد ہیں۔ لاہوری مرزائی اگرچہ ظاہراً مرزا قادیانی کو نبی نہیں کہتے لیکن دعوائے نبوت کے علاوہ تو مرزا قادیانی کی تمام کفریات کو حق سمجھتے ہیں اور جو شخص صریح کافر کو کافر نہ سمجھے تو وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔

مثلاً کوئی شخص مسیلمہ کذاب کے کفر میں تاویل کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

لاہوری جماعت کا عجب حال ہے کہ مرزا قادیانی کو ملہم اور مامور من اللہ بھی مانتی ہے اوران کے خاص دعوائے نبوت سے انکار بھی کرتی ہے۔قادیان کے متنبّی سے بھی وابستہ رہنا چاہتی ہےاور مسلمان رہنا چاہتی ہے۔

این خیال است و محال است وجنون

قادیانی جماعت سے سوال

جب آپ کے نزدیک مرزا قادیانی حقیقتاً نبی ہے تو پھر آپ لاہوری جماعت کے تکفیر کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ آپ کے اعتقاد کے مطابق ایک حقیقی نبی اور رسول کے منکر ہیں۔حیرت ہے کہ مرزا محمود کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان جو مرزا قادیانی کو نبی نہ مانیں وہ تو کافر اور مرتد ہیں۔مگر محمد علی لاہوری اوران کے متبعین اگرچہ مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کریں وہ کافر اور مرتد نہیں بلکہ بھائی بھائی ہیں۔

آخر مرزا محمود بتلائیں کہ وہ لاہوریوں کو کیوں کافر نہیں کہتے۔آخر وہ بھی ہماری طرح مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔

معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا یہ اختلاف سب جنگ زرگری اور نفاق ہے۔اختلاف عقائد کی بناء پر دنیا بھر کی تکفیر نہ ہو۔آخر اس کا مطلب کیا ہے کہ لاہوری مرزا قادیانی کو نبی نہ مانیں تو کافر نہیں اور تمام دنیا کے مسلمان مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہیں۔معلوم ہوا کہ قادیانی اور لاہوری در پردہ سب ایک ہیں۔(الکفر ملة واحدة)

اصل وجہ یہ ہے کہ جب لاہوری جماعت نے مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور مامور من اللہ مان لیا تو گویا نبی ہی مان لیا بلکہ سب کچھ مان لیا۔ ہمارے نزدیک محمد علی لاہوری منافق تھا۔مرزا محمود منافق نہیں۔صاف کہتا ہے کہ میرا باپ حقیقتاً نبی تھا اور لاہوری جماعت بہ نسبت قادیانی جماعت کے زیادہ خطرناک ہے۔نفاق کے پردہ میں اپنے کفر کو چھپاتی ہے۔

مرزا قادیانی کے تھیلے میں سب کچھ ہے

مرزا قادیانی کی تصانیف میں سب قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ایمان کی بھی اور

کفر کی بھی۔ اسلام اور عیسائیت اور ہندو مذہب اور مجوسیت سب کچھ ہے۔ جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوئی وہ پیش کر دی۔ لوگ اس سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ مرزائیوں کا یہی طریقہ ہے۔ جہاں ضرورت پیش آئی وہاں مرزا قادیانی کو مجدد اور ملہم من اللہ بتلا دیا اور جہاں کچھ گنجائش ملی وہاں مرزا قادیانی کو ظلی اور بروزی نبی بتلایا اور جہاں احباب خاص کا مجمع ہوا وہاں مرزا قادیانی کو مستقل اور صاحب شریعت نبی بتلا دیا اور دس لاکھ معجزات بتلا دیئے اور جہاں ہندوؤں کا مجمع ہوا۔ وہاں مرزا قادیانی کو کرشن بتلا دیا۔ کبھی مذکر ہو گئے اور کبھی حاملہ اور حائضہ اور کبھی عاقل اور دانا بن گئے اور کبھی خبطی اور مراقی بن گئے۔

مرزائی دھوکہ

مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلالیت قدر اور عظمت شان کا اعتراف ہے۔ اس قسم کی عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ عبارتیں جن میں دعوائے نبوت اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور تحقیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان مطہر میں صریح گالیاں ہیں ان کو چھپا لیتے ہیں۔ یہود بے بہود کا یہی شیوہ تھا۔ تبدونہا وتخفون کثیراً!

جواب: جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی ماں کے پیٹ سے کافر پیدا نہ ہوئے تھے۔ ابتداء میں اسلامی عقائد رکھتے تھے۔ بعد میں نبوت کا خیال پیدا ہوا۔ لہٰذا پہلی عبارتوں کا پیش کرنا تب مفید ہو سکتا ہے کہ جب مرزائی، مرزا قادیانی کی کوئی صاف اور صریح عبارت ایسی دکھلا دیں کہ جس میں یہ تصریح ہو کہ میری کتاب میں اس کے خلاف جو پاؤ وہ سب غلط ہے۔ صحیح صرف وہی ہے کہ جو میں نے قبل دعوائے نبوت لکھا ہے اور اب دعوائے نبوت سے تائب ہوتا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گالیوں اور حضرات انبیاء کی توہین سے توبہ کرتا ہوں۔

مرزائی اگر مرزا قادیانی کی کوئی ایسی عبارت دکھلا دیں تو ہم بھی ان کی تکفیر سے تائب ہو جائیں گے۔

ایک ضروری اطلاع

مرزا قادیانی کے وجوہ کفر اگر تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو رسالہ اشد العذاب

علی مسیلمۃ الفنجاب مصنفہ مولانا مرتضیٰ حسن ؒ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ جس میں مولانا صاحب نے مرزا قادیانی کے اور تینوں پارٹیوں کے عقائد کفریہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

مرزا قادیانی کے مضامین میں اختلاف کیوں ہے؟

مرزا قادیانی کے کتابوں میں جس قدر مختلف اور متعارض مضامین ملتے ہیں۔ غالباً دنیا کے کسی متنبّی اور کسی ملحد اور زندیق کے کلام میں اس کا ہزاروں حصہ بھی نہیں مل سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مرزا قادیانی چالاکی اور عیاری میں بہت سے آگے تھے۔ مرزا قادیانی کی یہ روش دیدۂ دانستہ اور خودساختہ اور پرداختہ ہے۔ کبھی ختم نبوت کا اقرار اور کبھی انکار کبھی حضرت مسیح بن مریم کی مدح اور کبھی ان میں جرح قدح کبھی نزول مسیح کو متواترات اور قطعیات اسلام سے بتلاتے ہیں اور کبھی اس کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔ غرض یہ تھی کہ حقیقت کوئی متعین نہ ہو۔ بات گڑبڑ رہے اور بوقت ضرور مخلص اور مفر باقی رہے اور زنادقہ کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں جو عام اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق ہیں۔ ان کے اقوال کفریہ اور الحادیہ کا کفارہ نہیں بن سکتیں۔ جب تک دو باتیں صراحۃً ثابت نہ ہو جائیں۔ اوّل یہ کہ مرزا قادیانی یہ تصریح کریں کہ میری وہ عبارتیں جو عام اہل سنت کے مطابق ہیں۔ ان عقائد سے میری مراد بھی وہی ہے جو جمہور امت نے سمجھی ہے۔ دوم یہ کہ جو عبارتیں اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف میری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ میں ان سے علانیہ طور پر توبہ اور رجوع کرتا ہوں اور کتاب وسنت کی تمام نصوص کو اسی معنی پر مانتا ہوں کہ جس معنی کے اعتبار سے صحابہ وتابعین سے لے کر اس وقت تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی مدح وثنا بھی کرتا رہے اور اس کی اطاعت اور محبت کا بھی دم بھرتا رہے لیکن کبھی کبھی ذرا دل کھول کر اس کو ماں بہن کی گالیاں بھی دے لیا کرے تو کیا ایسا شخص واقعی اس کا مطیع اور متبع سمجھا جاسکتا ہے؟'' وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الرحمین''

(محرم الحرام ۱۳۷۳ھ)

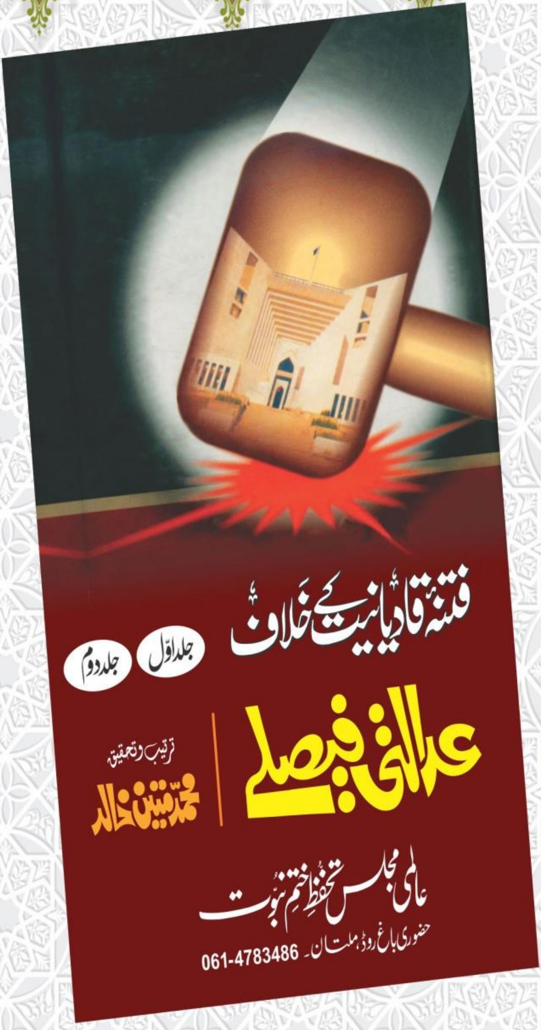
فتنۂ قادیانیت کے خلاف
جلد اوّل
جلد دوم
عدالتی فیصلے
ترتیب وتحقیق
محمد متین خالد
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486